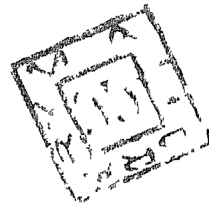
کلمات الشعرا

یعنی

تذکرہ سرخوش



دلاوری

کلمات الشعرا

مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہد عالمگیر

تالیف
محمد افضل سرخوش

بتصحیح
صادق علی دلاوری ایم اے الیفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جسے
شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور
نے
دین محمدی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام
ملک محمد عارف خاں پرنٹر چھپوایا

١٢١٥٨



٩٢٠
س ٢٤ ک ش

٩٢٠
س ٢٤

M.A.LIBRARY, A.M.U.



PE17158

تعارف

از

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

تذکرۂ کلمات الشعراء جس کی شاید یہ پہلی اڈیشن ہے فارسی کے مشہور تذکروں میں سے ہے، اس میں عہدِ جہانگیر سے لے کر عالمگیر کے زمانے تک کے فارسی شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اس کا مصنّف محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے اس لئے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر اُس نے کیا ہے جو اس کے معاصر تھے اور جن سے وُہ خود ملا ہے۔ اس بات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تذکرے کی کتنی بڑی اہمیت ہے،

فارسی شعراء کے تذکرے بیشمار ہیں[1] لیکن ان میں سے جو اب تک طبع ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ بالخصوص وُہ تذکرے جن میں ہندوستان کے فارسی شاعروں کے حالات ہیں اب تک شائع نہیں کئے گئے۔ میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارسی کے آخری بڑے شاعر مولانا جامیؒ تھے۔ چونکہ ہندوستان میں فارسی کے عروج کا زمانہ اس سے متأخر ہے لہٰذا مورّخین کی توجّہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ علاوہ اس کے چونکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین ہندوستان کی فارسی شاعری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اس لئے علمی دُنیا میں اس کو نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی جو خدمت گذشتہ سات سَو سال میں ہوئی اس پر بحث کرنے کا یہ موقع

[1] رسالہ اورینٹیل کالج میگزین (بابت سال ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۲ء) میں تقریباً ایک سَو چالیس فارسی تذکروں کی مفصّل فہرست شائع ہوئی تھی۔

شاگرد مرادرچشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدایند"

مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں کہ "ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ" میر معز بھی سرخوش کی خدا داد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "در ہندسہ شاعر دیدم۔ غنی و ناصر علی و سرخوش"

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک رُوح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔

"در ان ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ......

..... فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ"

۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفی عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشاں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دُنیا مُراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجا لاتے رہے چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔

نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ایرانیوں کا تعصّب اور اہل یورپ کی بدمذاقی اس بے توجہی کے دو بڑے سبب ہیں،

ہندوستان کے فارسی مصنّفین کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانا ہم ہندوستانیوں کا اپنا فرض ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں علمی اور ادبی بیداری روز افزوں ہے۔ اور اس اہم فرض کی ادائیگی میں حصّہ لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے،

مسٹر صادق علی دلاوری نے تذکرۂ کلمات الشعراء کو شائع کر کے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ یہ تذکرہ ہندوستان میں ہمیشہ بہت مقبول رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے نسخے ہر کتب خانے میں موجود ہیں۔ ایسی مقبول اور مفید کتاب کو شائع کرنا ازبس ضروری اور مستحسن تھا۔ مطبوعہ متن پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے پانچ قلمی نسخوں پر مبنی ہے۔ اگر موجودہ حالات جنگ مانع نہ ہوتے تو بعض اور لائبریریوں کے نسخوں سے بھی ضرور استفادہ کیا جاتا اور شاید اس سے بہتر متن مرتّب ہو سکتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا اس کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں،

ہمیں جناب شیخ مبارک علی صاحب کا بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے انتہائی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کتاب کو ایسے وقت میں شائع کیا ہے جبکہ موجودہ عالمگیر جنگ کی بدولت کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی کتابوں کی اشاعت کو تقریباً ناممکن بنا رہی ہے،

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

محمد اقبال

محمد افضل سرخوش

۱۰۵۰ھ میں بعہد شاہجہان کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قوم کے مغل تھے۔ آپ کے جدِ امجد میر لعل بیگ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد زاہد تھا اور وہ عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی بارگاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ محمد زاہد کے پانچ بیٹے تھے۔ جو عبداللہ خان کی وفات کے بعد سب کے سب شاہی خدام کے زمرہ میں منسلک ہوتے۔ سرخوش محمد زاہد کے دوسرے بیٹے تھے۔ سرخوش اگرچہ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی تربیت علاقہ سرہند میں ہوئی۔ بچپن ہی میں شعر گوئی کا شوق تھا۔ ناصر علی سرہندی سے بھی بچپن ہی میں دوستی ہو گئی تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ناصر علیؒ "از یاران قدیم بود و در خورد سالگی یکجا بہم مشق سخن میکردیم و صحبتہا میداشتیم"۔ شروع میں اپنے برادر بزرگ خیرالدین محمد المتخلص بہ عجزی کی صحبت میں مشق سخن کرتے رہے۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ کے اشعار ارباب سخن کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چنانچہ آٹھ نو سال کی عمر ہو گی کہ ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے۔ ایک خوبصورت خواجہ سرا کو دیکھا جس کے چاہ زنخدان کے اوپر ایک خال تھا۔ اس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مطلع کہا ؎

برزنخدان تو خالِ سیہی افتاداست ہمچو دلویست کہ بالای چہی افتاد ست

گھر پہنچکر یہ مطلع برادر بزرگوار کو سنایا وہ بہت خوش ہوتے۔ اس ہونہار بچّے کو چھاتی سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اُس روز سے ان کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔

گیارہ سال کی عمر میں کرانہ میں ایک حسین و جمیل رسن باز لڑکی کو دیکھ کر یہ رباعی کہی۔

آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست بالائی علم چو گل بشاخ رعناست

نی نی غلطم کہ آفتاب محشر یک نیزہ برآمد و قیامت برپاست

اِس رُباعی سے تمام میان دواب میں ایک غلغلہ بپا ہو گیا۔ اس سرزمین کے ارباب ذوق قاضی پیر محمد رہائی وغیرہ سرخوش کے والد کی خدمت میں آتے اور کہا کہ یہ بچہ کچھ دنوں میں آفتاب کی طرح چمکنے والا ہے

اس کے حال سے غافل نہ رہنا۔

تخلص

سرخوش نے جب اپنے لئے تخلص اختیار کیا تو سب سے پہلے ملّا جامی بیخود لاہوری کی خدمت میں اس کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے بہت پسند کیا اور فاتحہ خیر پڑھ کر اس کو مقرر کیا۔

مرزا محمد علی ماہر کی شاگردی

تھوڑے عرصہ کی مشق سے کلام میں اس قدر پختگی پیدا ہو گئی کہ اب ان کی اصلاح بھائی کے بس کا کام نہ رہا۔ ملا بیخود لاہوری ان کو مرزا محمد علی ماہر کی خدمت میں لیگئے۔ ان کی صحبت طبیعت سے اس قدر موافق نکلی کہ تمام عمر کا ساتھ ہو گیا۔ شعر کہتے انکی خدمت میں پیش کرتے اور اصلاح حاصل کرتے رہے۔ لُطف یہ ہے کہ خود شاہ ماہر پر سرخوش کی قابلیت و مہارت کا یہ اثر تھا کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی شگفتگی طبع نے مجھے حیران کر رکھا ہے نت نئے معنی لیکر آتا ہے۔ یہ اُستاد شاگرد کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ سرخوش کہتے ہیں کہ میں شاہ ماہر کا شاگرد ہوں۔ شاہ ماہر فرماتے ہیں کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں کہ سرخوش جیسے شاعر بیمثال کا اُستاد کہلا سکوں۔ اس سلسلے میں سرخوش نے کلمات الشعرا میں ایک حکایت بیان کی ہے پڑھئے اور دونوں کے خلوص کا اندازہ کیجئے۔ سرخوش لکھتے ہیں:۔

"روزی بخانۂ میرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت میداشتند۔ بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم۔ خواندم ؎

کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند   میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سُبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانۂ دانشمند خان بشاہ ماہر دو چار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما با ہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم حکیم گفت او بجا میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بورگ زادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد والا من کی لیاقت اُستادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت۔ فرمود کہ چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برائی شما خوب نیست و مرا خود فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم چمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔

شاگرد مرادر چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدا ایند۔"
مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں کہ "ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ۔" میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ
"در ہندسہ شاعر دیدم۔ غنی و ناصر علی و سرخوش۔"

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک روح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :-
"در ان ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ...... فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دار الخلافہ بآسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ۔"
۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفی عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کرکے خدمت درویشان میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دنیا مراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجالاتے رہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :-

"ہرچند در عالم جوانی درپی دولت و دُنیا و تلاش منصب وجاہ سرگردانی بسیار کشید۔ آخر بتوفیق اللہ در شاہجہان آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ خدمت درویشان را سرمایۂ سعادت دانست۔"

ایک نسخہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

"آخر چون دید کہ سعی بجای نرسید بوسیلۂ خدمتی بعلوفۂ قلیل قناعت نمودہ در شاہجہان آباد پای در دامن عزلت کشید۔"

تصوّف و عرفان

سرخوش شاعری کے علاوہ عرفان کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ میر معز اور دیگر معاصرین آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب کبھی میر معز کے ہاں تشریف لیجاتے میر صاحب درس علوم عربی موقوف کر دیتے اور طلباء سے کہا کرتے تھے کہ کتابیں اٹھالو اب ہم سرخوش سے شعر و علم تصوف کے متعلق باتیں کریں گے۔ سرخوش نے کلمات الشعراء میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"فقیر تاریخ خلافت و سجادہ نشینی خود را بیان واقع بتعمیۂ لطیف درست کردہ در رُباعی بستہ۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال — مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جہانی بہ نیاز — تاریخ شدہ خلیفۂ شاہ جلال"

کارِ خیر

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اپنی رہائش کے لیے دو حویلیاں حوض و فوّارہ وغیرہ بنوائے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ طبیعت میں فیاضی کا مادہ کثرت سے تھا۔ کارِ خیر میں فراخدلی کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مسجد کا ذکر کلمات الشعراء میں کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے تعمیر کرائی اور جس کی تاریخ مندرجہ ذیل رُباعی میں بیان کی:۔

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جلّ — آراستہ این مسجد پر زیب و حلل
اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست — دل گفت کہ مسجد محمد افضل

شکایت زمانہ

• باوجود بزرگ زادگی وقناعت پیشگی سرخوش امرائے عہد کی ممسک مزاجی کے شاکی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"حق تعالیٰ مارا در زمانہ انداختہ کہ ہرچند زمین را بآسمان دوختم رودی ولی بلکہ توجہی ہم از کسی ندیدم تا بہ صلہ چہ رسد ؎

بران گروہ بہ باید گریست کز پس ما — حکایت کرم روزگار ما گویند"

کلمات الشعرا میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں سرخوش نے اپنے ممدوحین سے شاعرانہ حسن طلب کے ذریعہ عنایت وکرم کی درخواست کی اور جب کچھ نہ ملا تو ہجو لکھ کر دل کا بخار نکالا۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"یکی از صاحب ہمتان زمانہ مانجشی الممالک ہمت خان بود۔ فقیر مدتی خدمت او کردہ ساقی نامہ وتعریف خسخانہ بنام وی گفت۔ دران مثنوی بہا داد معنی دادہ تلاشہا کردہ۔ این دو بیت از خسخانہ است ؎

سر انگشتش بجود از یک اشارت — دہد سرمایہ دریا بغارت

بدرگی ہمتش دستی رساند — کہ آب بستہ را ناپاک داند

یک روز مہربان شدہ فرمود کہ چوبداری رفتہ خانۂ سرخوش دیدہ بیاید۔ رو بمن کردہ گفت یکدست خلعت ویک راس اسپ برای شما علیحدہ کردہ ام۔ چون محقر یست بخانۂ شما میفرستم۔ دیگر بر در تغافل زد۔ چند روز فقیر از خانہ برنیامد کہ مبادا عطیۂ ایشان بیارند ومرا در خانہ نیابند۔ انتظار ہا کشید آخر معلوم شد کہ قول آن ترک بکار برده ند کہ شاعری در مدحش قصیدہ گفتہ آورد در مجلس برخواند ترک شنیدہ محظوظ شد وگفت فردا بیا چند من غلہ بتو میدہم۔ شاعر دم صبح باربردار وجوال وریسمان بر در خانہ اش برد۔ ترک از خواب بیدار غ برخاستہ بیرون آمد شاعر گفت بموجب فرمودہ باربردار وغیرہ لوازم برای بردن غلہ آوردہ ام۔ امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابلہ بودہ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد۔ باربردار وجوال وریسمان چہ دخل دارد۔

فقیر نیز بیک رُباعی رسوای عالمش ساخت۔

ای پنجۂ تو زدامن ہمت دور　　بر دولت بی فیض دباغت مغرور

بی ہمتی و نام تو ہمت خان است　　برعکس نہند نام زنگی کافور

اولاد

سرخوش نے کلمات الشعرا میں صرف ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی پیدائش کی تاریخ "اکمل محمد افضل" بیان کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرزند ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا اور اس کا نام غالباً محمد اکمل ہوگا۔ خان آرزو نے بھی سرخوش کے ایک بیٹے کا ذکر کیا ہے جس کا نام فضل اللہ بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

"بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص مینمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔"

گل رعنا کے مصنف نے فضل اللہ کا تخلص خوشتر لکھا ہے۔ اور اس کو پسر میانہ بیان کیا ہے۔

شاگردان

سرخوش کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت سفینۂ خوشگو کے مصنف بندرابن داس خوشگو نے حاصل کی جو خود اپنے بیان کے مطابق چودہ سال کی عمر میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ (یہی خوشگو بعد میں خان آرزو کے شاگرد ہوئے) ان کے علاوہ جن شاگردوں کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہوا اُن کے اسماء یہ ہیں:۔

حافظ محمد جمال تلاش۔

بیغم بیراگی (یہ بھی ہندو تھے)

شیخ سعداللہ گلشن

عبدالرحیم کمگو کشمیری و حکم چند ندرت

وفات

سرخوش نے ۷۶ سال کی عمر میں محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ میں دہلی میں وفات پائی اور متصل قدم رسول مدفون ہوئے۔ لالہ سکھراج سبقت نے "افضل ز جہاں رفتہ" سے اور حکم چند ندرت نے "زجہاں رفت آہ عارف پاک"

سے تاریخ وفات نکالی۔ آخری عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ اور آپ بالکل خانہ نشین ہو گئے تھے۔ خان آرزو نے اوائل عہد فرخ سیر یعنی سرخوش کی وفات سے دو تین سال قبل ان سے ملاقات کی اس ملاقات کے تاثرات خان آرزو نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سرخوش از شعرای قرار دادهٔ هندوستان است۔ نسخهٔ کلمات الشعرا تصنیف نموده۔ خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود فقیر آرزو در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بادشاه شهید در خدمت او رسید و چون از حلیه بصارت در آنوقت هر دو چشمش عاری شده بود۔ دیوان خود را بفضل الله نام پسر خود که بعد از و شعر میگفت و هنر تخلص می نمود و در عین شباب جهان گذران را وداع نمود۔ داد که پیش فقیر بخواند۔ فقیر گفتم میرزا صاحب نور چشم این معنی دارد۔ باری بعد از فراغ خواندن باین عاجز تکلیف شعر فرمود۔ من جوان بودم از راه ادب عذر همراه نداشتن سفینه آوردم۔ آنمرد بزرگ بجد شد ناچار این بیت خواندم ؎

افتادگیست پایهٔ نشو و نمای من
نخلم چو گردباد ز خاک آب میخورد

و این رباعی نعت۔

امّی لقبی که هست دانای سخن — از عجز کلیم شد بوصفش الکن
از بسکه جهان کرد از و کسب علوم — گردید سواد سایه اش هم روشن

بمجرد شنیدن سرمرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسه داد و فرمود که تا حال فکر هیچ نوجوانی باین پایه ندیده ام۔ بهر حال خدا ایش بیامرزاد۔ انصافی که در مزاج آن عزیز بزرگ دیده شد کم بنظر آمده۔ در طبع میرزا بیدل خود عشر عشیر آن نبود۔ شعرش بایران رسیده و نصرآبادی داخل تذکره نموده۔ هر چند شاگرد محمد علی ماهر است اما استفادهٔ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نموده و کفی به شرفا با میرزا عبدالقادر بیدل معاصر و همطرح بود در رباعیات او خیلی معانی تازه دارد و بسیار عارفانه گفته۔ سال سیوم یا چهارم محمد فرخ سیر بادشاه از جهان رفته۔ رحمة الله علیه مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و بادا گفته ؎

بهم نایدچو گل از خندۂ شادی دہان ما
چہ خوش نامی برآمد اللہ اللہ از زبانِ ما"

منصف مزاجی

خان آرزو نے سرخوش کے انصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ یہاں پر ایک مثال بیان کیجاتی ہے جس سے آپ کی منصف مزاجی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کلمات الشعرا میں میر معز کے ذکر میں لکھتے ہیں :-

"در حسن ابدال غلغلہ این مطلع در شعرای پای تخت انداخت ؎

میر معز — ہیچکس آگہ زشرح اشتیاق ما نشد — نامۂ ما چون زبان لال ہرگز وا نشد
سرخوش — ہیچ دل از زینتِ دنیا نشاط افزا نشد — عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

اکثر شعرای اردوی معلی مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو بہ از میر گفتہ من گفتم کہ میر بہ از من گفتہ۔ فکر ہا میکردند و غور ہامی نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع اینست۔ میر ہم شنید ہیچ در نیافت بعضی میگفتند کہ چون دم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید۔ آخر ہمہ گفتند کہ مادرنمی یابیم باری خود بیان کن۔ گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بزبان لال دادہ تازہ است و از من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان و دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف۔"

تصنیفات

بندرابن داس خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سرخوش کی کلیات قریباً پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اور ان کی دیگر تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں :-

(نظم) مثنوی نور علی نور۔ جو انہوں نے مولانا روم کی مثنوی کے تتبع میں لکھی۔
مطلع :- شیشہ از قلقل حکایت می کند — غمزۂ ساقی روایت می کند
مثنوی حسن و عشق مشتمل بر قصۂ سسی و پنوں
ساقی نامہ
مثنوی قضا و قدر

مثنوی در بعض خصوصیات ہندوستان

جنگ نامہ محمد اعظم شاہ

(نثر) جوش و خروش

کلمات الشعرا

دیباچہ دیوان

(دیوان میر معز و ناصر علی سرہندی کی تدوین بھی سرخوش نے کی)

ان کے علاوہ خود سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی مزید دو تصنیفات کا ذکر کیا ہے

(۱) مثنوی در تعریف خسخانہ۔

(۲) رسالہ روائح کہ در تتبع لوائح مولوی جامی نوشتہ۔

گلِ رعنا کے مصنف کا بیان ہے کہ سرخوش کے دو دیوان تھے شعر قدیم و شعر جدید جن میں قصائد، غزلیات، رُباعیات اور متفرق نظمیں تھیں۔ لیکن یہ تصنیفات سرخوش کے فرزندوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے تلف ہو چکی ہیں۔

جملہ تصنیفات میں صرف تذکرۂ کلمات الشعرا ہے جو دستبردِ زمانہ سے بچ کر آج ہمیں سرخوش سے رُوشناس کراتا ہے۔ باقی تصنیفات کے اتلاف کا باعث خواہ وہ ہو جو گلِ رعنا میں درج ہے یا کچھ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکا ہے۔ دیوان کے متعلق سروِ آزاد کے ایڈیٹر نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کلکتہ میں طبع ہوا۔ لیکن باوجود سعیِ بسیار اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی[۱]۔

خصوصیاتِ کلام

اب ہمارے پیشِ نظر سرخوش کے کلام کا صرف وہ حصّہ رہ جاتا ہے جو مختلف تذکروں میں درج ہے (یہ صرف معدودے چند اشعار ہیں) یا خود کلمات الشعرا میں جو کچھ درج ہے۔ اس قلیل مواد پر سرخوش کے کلام پر قطعی رائے قائم کرنا دشوار بھی ہے اور نامناسب بھی۔

۱ے غالباً سروِ آزاد کے ایڈیٹر نے مرزا یحییٰ خان سرخوش کا دیوان دیکھا ہے جو ۱۹۰۶ء میں حبل المتین پریس کلکتہ میں طبع ہوا تھا یہ سرخوش مظفر الدین شاہ قاچار کے عہد کا ایرانی شاعر ہے۔

تاہم معاصرین اور قریب الوقت تذکرہ نگاروں کے الفاظ کی روشنی میں سرخوش کے باقی ماندہ کلام سے جو کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

تشبیہ، تمثیل و پیچیدہ طرزِ ادا سرخوش کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ وہ باکی طرز سے رغبت رکھتے تھے۔ طبیعت کا میلان نازک خیالی کی طرف زیادہ تھا۔ میر معز اور میرزا محمد علی ماہر اکثر ان کی تلاش کی داد دیا کرتے تھے۔ ان ... غزلوں کے علاوہ میرزا بیدل اور ناصر علی سرہندی سے اکثر طرحی مشاعرات ہوتے رہتے تھے جن میں تمام معاصرین سرخوش کی غزلوں کو بہت سراہا کرتے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر عارفانہ ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ خود سرخوش کو اس بات کا احساس تھا کہ معاصر شعرا میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ اس احساس کا اظہار خود کلمات الشعرا میں اس طرح کرتے ہیں۔

"شبی فقیر در خواب می بیند کہ مرد بزرگ عصا در دست گرفتہ ایستادہ است۔ (مرزا خلیل مذکور دیہ سرخوش کے ہمعصر تھے۔ ان کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہے) فقیر را ملازمت ایشان میکناند ومیگوید حضرت سلامت سرخوش است شاعر من از میرزا امید میم کہ این کدام بندگی است۔ میگوید حضرت مرتضیٰ علی ولی اللہ کرم اللہ وجہہ من دو بارہ سر در قدم مبارکش گذاشتم۔ دست بر پشت من زدہ مرا برداشتند فرمودند کہ سرخوش ہیچ تو شاعری در عہد تو کس نخواہد بود و فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنین است حال آنکہ ہیچو من در عصر من اکثر اعزہ ہستند۔ مرزا بیدل کہ از اہل اللہ بود گفت کہ تو ہم شاعر و ہم عارف صاحب جاہ و صفت کمالی بیت

فرمایا یاد کہ تا پاک کو دکی از راہ عقل — عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

مرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یافتن است ہیچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست"

تاریخ گوئی

سرخوش کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ راسخ۔ ملا مفید بلخی۔ صائب۔ ناصر علی سرہندی۔ محمد علی ماہر۔ میر معز وغیرہ بہت سے اعزہ کی تاریخ وفات نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ بہت سی تاریخیں کلمات الشعرا میں درج ہیں۔

ہجو

ہجو گوئی کی ایک مثال اوپر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ہجو کے متعلق سرخوش کا عقیدہ درج کیا جاتا ہے۔

"اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست و زیبا نہ۔ بندرت این ناکسان آلودن عار می داند و مقرر شعرا است که قابل مدح را قابل ہجو نیز می دانند و دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو۔ اما بہر حال ہجو شان لازم است ؎

جز ہجا کلک سزاوار نیست	مار کہ زہرش نبود مار نیست
گاو یست زمین گرفتہ بر شاخ	بر پوزش عقربی نمایان
پیچیدہ بسرش چو باد نخوت	نیشی زند شس با مر یزدان
آن گاو بہ پیش اہل دانش	صاحب دولت بود بدوران
اینہم ز غرور حشمت و جاہ	بر تابد چونکہ سر ز فرمان
بر پوزش ہست نیز لازم	نیش ہجوی ز نکتہ سنجان

خود ستائی

اگرچہ نقاد نگاہوں کو سرخوش کی تحریریں جا بجا خود ستائی کی جھلک نظر آئیگی۔ لیکن اس کے لئے سرخوش کو مطعون کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تنقید کرتے وقت مصنف کے احول اور رواج زمانہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ سرخوش بد قسمتی سے ایسے زمانہ میں ہوئے جب کہ ہندوستان میں شعر و شاعری ارباب دولت کی سرد مہری کا شکار ہو چکی تھی۔ بادشاہ کا ذہن خشک شاعروں کی ثنا خوانی کا متحمل نہ تھا۔ اور بمصداق الناس علی دین ملوکھم۔ امرائے عہد اپنے بادشاہ کی روش کی پیروی کرتے ہوئے شاعروں کی قدر افزائی تو در کنار ان کے پرسان حال بھی نہ ہوتے تھے۔ ان حالات میں اگر سرخوش کو اپنے مرتبہ شاعری کا اظہار کرنے کے لئے دو چار کلمات کہنے پڑے تو ان کے لئے انہیں مطعون کرنے کے بجائے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے۔

کلمات الشعرا

سبب تالیف

کلمات الشعرا کا سبب تالیف خود سرخوش نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ ہو۔

"پوشیدہ نماند عزیزانی کہ پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرہ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانیدہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ ذکر ہمین ہا مرقوم۔ بخاطر فاتر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد بر داشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارند ؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان معنی تازہ یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بجاست لہذا شمہ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایہ معنی یابی را بمعراج کمال رسانیدہ اند و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافتہ و با بعضی نسبت ہمعصری داشتہ آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم در آوردہ بہ کلمات الشعرا موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آوردہ"

سن تصنیف

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات الشعرا تاریخی نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں لکھا گیا۔ لیکن اس میں بعض حالات ۱۱۱۵ھ تک کے

ملتے ہیں مثلاً اس میں ناصر علی کی وفات کا ذکر ہے جو ۱۱۰۸ھ میں واقع ہوئی نیز سرخوش اپنے ایک برادرزادہ جس کا نام اسداللہ ہے کی تاریخ پیدائش "شیر خدا" لکھتے ہیں جو بحساب ابجد ۱۱۱۵ھ ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ ۱۱۱۵ھ میں یا اس کے بعد دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس بات کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو نسخہ (ہ) کے خاتمہ پر تحریر ہیں۔

"از وقتیکہ بہ تسوید این نسخہ غریبہ پرداختہ ام چہار پنج مسودہ بدستخط خود نگاشتہ مرتب ساختہ ام۔ ہر مسودہ را یاران از غایت شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفتہ بردند و جا بجا شہرت دادہ۔ اگرچہ مقصود حاصل یکیست امّا در کثرت عبارات تغیّر و تبدیل واقع گشتہ و اشعار بعضی اعزّہ دیگر داخل شدہ۔ قصّہ کوتاہ کہ این نسخہ ناسخ جمیع مسودہ ہاست ہر کہ سابق دارد بتسوید و این را بجان برابر دارد۔ از کاتب این نسخہ التماس آنکہ بنوعی کہ فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشتہ ہمین قسم سطر بموافق سطر بنگارد۔ والسّلام"[1]

شہرت و اہمیّت

سرخوش کی زندگی میں ہی اس تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ اس کی نقلیں اتار کر لے جاتے اور دور و نزدیک اس کی اشاعت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرخوش کی دیگر تصنیفات کا جو حشر ہوا یہ تذکرہ اس سے بچ گیا۔ اور آج اس کے نسخہ جات اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ کوئی مجموعہ مخطوطات فارسی ایسا نہیں جس میں اس کے نسخے موجود نہ ہوں نیز فارسی تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے نسخے اس کثرت سے ملتے ہوں۔

اس کی اہمیت کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد تذکرہ ہے جو اس زمانہ کے شعرا کے حالات سے ہمیں روشناس کراتا ہے جبکہ یہ طبقہ کسمپرسی کے

---

[1] افسوس ہے کہ کاتب نسخہ (ہ) نے مصنف کی التجا کو ملحوظ نہ رکھا۔ کیونکہ اس میں بھی وہی خامیاں پائی جاتی ہیں جنھوں نے سرخوش کو دوبارہ نظر ثانی پر مجبور کیا۔ مثلاً اس نسخہ میں بھی آمانی کے بیان میں نظیری نیشاپوری کے شعر درج ہیں۔

عالم میں تھا۔ اور امرائے عہد کی زہرہ گداز بے اعتنائی کے طفیل اپنی روشنی طبع کا ماتم کرتے ہوئے تقریباً ہر شاعر عزلت گزین ہو چکا تھا۔ کلمات الشعرا کی ورق گردانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں شعر و سخن کی کساد بازاری کا زمانہ ہے لیکن اس زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی۔ کمی تھی تو محض قدر دانوں کی۔

ماخذ

کلمات الشعرا میں جن شاعروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے اکثر و بیشتر سرخوش کے ہمعصر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جن سے سرخوش کو ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے یہ تذکرہ زیادہ تر مصنف کے چشمدید حالات پر مبنی ہے۔ مزید برآں اس کو مرتب کرنے میں سرخوش نے میر معز موسوی خان کی بیاض موسوم بہ گلشن فطرت۔ بیاض محمد علی ماہر اور بیاض محمد زمان راسخ سے کافی مدد حاصل کی۔ اس میں جو اشعار درج ہیں وہ انہی تین اُستادان سُخن کے انتخاب کردہ ہیں۔

طرز تحریر

یہ تذکرہ بہت آسان و سادہ عبارت میں لکھا گیا ہے۔ سرخوش نے عام فہم لیکن صاف و شُستہ انداز میں اختصار کے ساتھ اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ غیر ضروری عبارت آرائی اور لفاظی سے حتیٰ الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔

نسخہ جات

میرے تصرف میں کلمات الشعرا کے پانچ نسخے تھے۔ چار نسخے پروفیسر شیرانی کے مجموعہ میں ہیں اور ایک پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ میں۔ یہاں پر ان نسخوں کے متعلق چند الفاظ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

نسخہ (ا) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۲ خوشخط نستعلیق کل ورق ۱۰۹۔ نقطے نادارد۔ جہاں دیئے بھی ہیں تو بے ترتیبی سے۔ کہیں کہیں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کاتب کا نام اور نسخہ کی تاریخ درج نہیں۔ خاصا پرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمل ہے۔

نسخہ (ب) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۳ نہایت خوشخط نستعلیق۔ شعرا کے نام سرخ سیاہی سے

لکھے ہیں۔ شروع میں کئی نام چھوٹے ہوئے ہیں۔ طرز تحریر نسخہ (ا) سے بالکل مختلف ہے کہیں کہیں ترتیب میں بھی فرق ہے۔ حالات و واقعات میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ کاتب کا نام و سن تحریر درج نہیں۔ زیادہ پرانا معلوم نہیں ہوتا۔

نسخہ (ج) مجموعہ پنجاب یونیورسٹی۔ نسخہ دہم شہر رمضان سنہ ۱۲۶۱ھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بہت سے حالات و واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

نسخہ (د) مجموعہ شیرانی ع۱۹۹۹/۱۰ ناقص ہے۔ تاریخ درج نہیں۔ کافی پرانا معلوم ہوتا ہے کچھ صفحات کم ہیں۔ ترتیب غلط ہے۔ اس پر ایک مہر ثبت ہے جس پر "غلام حسین سنہ ۱۲۴۱ھ" لکھا ہے۔

نسخہ (ہ) مجموعہ شیرانی ع۱۴۹۴ مکمل ہے۔ نسخہ (ا) سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دستخطی عبارت یہ ہے:-

"ہزاران شکر و سپاس بجناب رب الناس کہ بہین توفیق رفیقش نسخہ کلمات الشعرا تصنیف محمد افضل تخلص سرخوش بعون اللہ تعالیٰ مالک الملک ذی الجلال و الاکرام بیدک الخیر و ہو علیٰ کل شیٔ قدیر۔

بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲۵۴ھ از دست خیریت خان صورت اتمام پذیرفتہ"۔

ان نسخوں کا آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ مجھے اس کے مرتب کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے اس پر بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ اس کے باوجود بہت سے مقامات ایسے رہ گئے جو صاف نہیں ہوئے۔ ایسے مقامات نقل کر کے اپنے دوست مولوی غلام احمد نگلیمی کے پاس حیدرآباد میں بھیجے تاکہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے ان کا مقابلہ کر کے درست کریں۔ لیکن معلوم ہوا کہ کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نہایت بدخط شکستہ و ناقص ہے جس کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم انھوں نے کوشش کر کے ان عبارات کا مقابلہ کیا اور جو الفاظ پڑھے نہ گئے ان کی شکل اتار کر بھیجی۔ افسوس ہے اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بہرحال میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش تصحیح پر صرف کی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی یہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

(دلاور)

فہرستِ کُتب

فہرست مجموعہ مخطوطات انڈیا آفس
فہرست مجموعہ مخطوطات عجائب خانہ لندن۔ریو
فہرست مجموعہ مخطوطات بانکی پور
فہرست مجموعہ مخطوطات اودھ۔سپرینگر
جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم
مآثر الکرام جلد دوم
نشترِ عشق
مجمع النفائس
تذکرہ طاہر نصرآبادی
تذکرۂ حسینی
مرآت الخیال
مخزن الغرائب

بسم الله الرحمن الرحیم

سخن جانست و دیگر گفتگو جانان[1] من بشنو   اگر هر لحظه جان تازه[2] خواهی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی که حقیقت[3] انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرف مخلوقات ساخته و نعت نبی امّی که نوک[4] قلم از عار شق نکرده بشق القمر پرداخته. فقیر حقیر سر خوش واضح می گرداند که سخن قدیم است ولایزال زیرا که کلام از جمله صفات سنیّهٔ الٰهی است و چون ذات قایم ولایزال است صفاتش نیز می باید که قدیم ولایزال باشد. غرض تا بهار نطق در جوش است هر زبان با لفاظ رنگا رنگ گلفروش. در جمیع افواه والسنه رتبهٔ کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیاده وافزون است بیت

آب بود معنی روشن غنی   خوش[5] اگر بسته شود گوهر است

گواه صادق این دعوی مصرعهٔ برجسته. بسم الله الرحمن الرحیم. که دیباچه طراز و عنوان آرای قرآن است وبیت برجستهٔ بلند ابروان را جای بالای چشم های خوبرویان و خوش نگاهان. حکماء گویند که در بدن آدمی عجائب بسیار است. اما دو چیز بغایت غریب و نادر است که عقل و ادراک آن عاجز و قاصر است. اوّل جستن نبض که بی نطق خبر از اعتدال و اختلاف امزجه میدهد و اطبّاء از ان بسقم و صحّت ایشان مطلع میگردند. دوم شعر یعنی کلام موزون که گوهری بر باد بیش نیست. بچه فصاحت و بلاغت و لطافت و نزاکت ترکیب می یابد که موجب یادگار و باعث زندگی تام در روزگار میگردد. سخن سنجان به نسبت آن از همه گر ممتاز اند و بتلمیذ الرحمانی معزز و سرفراز. چنانچه ملا ظهوری فرماید.

بیت

ز حیوان بنطق آدمی برتر است[6]   پس آدم تر آنکو سخن ور تر است

نسبت شعرای کرام با نبیا علیهم السّلام اقرب واقع است زیرا که رجوع هر دو طائفهٔ عالیه همیشه بمبدء فیاض و عالم غیب است چنانچه مولوی نظامی در مخزن اسرار فرماید

پیش و پس قلب صف کبریا   پس شعرا آمد و پیش انبیا

---

۱ د: جانان من بشنو ۲ د: تازه میخواهی ۳ ج: خلقت ۴ د: که از شق نوک قلم عار کرده ۵ ج: صاف ۶ د: بهتر

بیقین باید دانست که ذکر احوال و استماع اقوال این عالی فطرتان خالی از فائدهٔ کلی و منفعت تام نخواهد بود. و پوشیده نماند[۱] که عزیزانی که پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرهٔ شعرا پرداخته اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده تا بسخنوران عهد خویش رسانده اند. اکثر تواریخ و تذکره تا زمان عرش آشیان اکبر پادشاه رقمی گشته. در هر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در هر تذکره ذکر همین نامرقوم بخاطر عاطر گذشت که از روی نوشتهٔ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد؎

مکرر گرچه سحر آمیز باشد — طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید که چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازه یابان بسیار است و اشعار جواهر عیار ایشان بیاضی بر روی کار. اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نموده آید به بجاست[۲]. لهذا شمهٔ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جهانگیر پادشاه تا نازک خیالان عهد عالمگیر شاه که پایهٔ معنی یابی را بمعراج کمال رسانده اند. و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری[۳] دریافته و با بعضی نسبت هم عصری داشته. آنچه بگوش خورده کم و بیش موافق ترتیب حروف تهجی بقید قلم و ضبط تحریر[۴] در آورده "کلمات الشعرا" موسوم گردانید و تاریخ نیز از نام بر آورده. هر که از نعمت الوان این خوان احسان فائده بردارد امید که این ریزه چین زلهٔ کرم را بفاتحهٔ خیر یاد آرد؎

[۵] داخل اهل سخن نیست پیش دانا — هر که نامش نبود در کلمات الشعرا

میر الهی

در عهد جهانگیر پادشاه از ولایت همدان بهندوستان آمده. شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده. دیوانی مشهور دارد. چون نام مبارک الهی تخلص کرده تیمناً ابتدا از وی نموده شد. از وست؎

روی در هم میکشد[۱] از روی ما آئینه هم — چین پیشانیست گویا آیه[۲] در شان ما

دهر انتقام آن کشد اکنون ز من که داشت — آسوده چند روز به پشت پدر مرا

نیم چو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ چشم — خوشه سان در کیسه پنهان میکند دانه را

زبس طراوت رویش نمیتوان دانست — که شبنم است بگل یا گره به پیشانی

---

۱ ج: نماید ۲ ا: بجاست ۳ ا: بعض ۴ ا: تحریر ۵ د: "داخل اهل سخن نیست براهل ذکا. آنکه فیضی نبرد از کلمات الشعرا"

۱ د: میکشد ۲ ب: آیتی ۳ ب: ما

میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بود بهند نیامده - دیوانش مشهور است - اشعارش خالی از دقت آفرینی نیست - از وست

کدام روز که سرمشق انتظارم نیست — کدام شب که سر گریه در کنارم نیست
خاطرم زیر فلک از جوش دلتنگی گرفت — دامن این خیمهٔ کوتاه را بالا زنید
گشتم غبار و از سر کویت نمی روم — دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی
شکستی کز دل افتادگان خیزد خطر دارد — مبادا شیشه یارب ازین طاق بلند افتد

میان ناصر علی این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود

نکند فیض ادب رنج خموشی ضایع — هر سوالی که نکردیم جوابی دارد
شش جهت مشت غباری شد و پرواز گرفت — برق جولان که در خرمن خاک افتاده است

فقیر بجای مشت غبار، مشت شرار مناسب تر میداند. گر قبول افتد.

میرزا ابراهیم ادهم

سید عالی نسب صفوی نژاد است - در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده - دیوانه مشربی بی باک بود - جنون ساخته داشت - با همه بندگان بشوخی پیش می آمد طبعش بطرز ایهام میلی تمام داشت و از تمامی مثنوی زلالی سه بیت انتخاب کرده - الحق آن هر سه بیت انتخابیست - یکی در تعریف باغ و بهار گفته

نزاکت آنچنانش نخل[1] بستی — که بار رنگ شاخ گل شکستی

دویم در وصف اسپ بادرفتار گفته است

ز چستی جستنش بو سایه در دشت — چو زاغ آشیان گم کرده میگشت

سوم در تاریکی شب چه خوب میگوید

کواکب می نمودی در زمانه — چو چشم گربه در تاریک خانه

گویند روزی در مجلسی وارد میشود - امرد پسری را در پهلوی عزیزی می بیند - رفته در طرف دوم آن عزیز

---

[1] ب: کوشش ۴۵۲ : نقش،

نشیند واظهار گرمجوشی میکند وآشنائی بهم میرساند وآهسته درگوشش میگوید که "چونست کاین
مرا برای ماتنه کنی" او گفت "صاحب چه می فرمایند این خود پسر منست" می گفت "همچنین اپس غلط
ردم بدیگری می باید گفت" یک بیت در تعریف فقر خوب گفته ازوست ہ

ایکه آرام دلِ خود بجهان می خواهی — بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

ن اشعاره ہ

جامه گلگونی که از خونریزیم آزرده نیست — گر منش دامن بگیرم خون من خود مرده نیست
چمن چو پای وصل کیست کز جو دخیابانش — سر سرمیرود چاک گریبان تا بدامانش
برای نثار قش زسنز منار گیها — اگر جان نمیداشتم مرده بودم
ادهم صبح است وقت می نوشیدن — شوم است بمخمور سحر خوابیدن
آن نشئه که در می صبوحی بینی — برخیز که در خواب نخواهی دیدن

امانی

خان زمان خلف مهابتخان خانخانان سپه سالار طبع رسا داشت دیوانی رنگین گذاشته ازوست ہ

گر نیم مایل رخسار تو حیرانی چیست — ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست
در رهِ عشق صلاح از من رسوا مطلب — کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست
بیا د کعبه چه سر میزنی خدا اینجاست — بطوف مرده کجا میروی صفا اینجاست
در باغ چسان توبه توان کرد امانی — هر شاخ وگلی ساقی پیمانه بچنگ است

ظفر خان احسن

خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن صاحب طبع عالی بود دیوانی رنگین با مثنوی پر مضامین ترتیب
اده اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت و قتیکه ناظم کابل بود میرزا محمد علی صائب

ہ ہ: بهاکنی - دب: "تعنیه" کنی - تنه شدن در اصطلاح بعضی یعنی قبول کردن و راضی شدن است مانند تن در دادن (فرهنگ
ندراج) ۵۲ ج: بگیرم ۵۳ ب: جویان ۵۴ ب وه: "در طبابت نیز وقوف را کار میفرمود" ۵۵ د: رشیدا ۵۶ بعض نسخه ها
ل ب وج: این دو بیت نیز دارد - دلیکن هر دو بیت از ان نظیری نیشاپوری است - رجوع شود بدیوان نظیری ہ
پای تا بسرش هر کجا که می نگرم — کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست
بغیر دل همه نقش و نگار بیمعنی ست — همین ورق که سیه گشت مدعا اینجاست
۵۷ د: هر شاخ گلی ۵۸ ج: ابوالحسن قزوینی - ه: ابوالحسن تبریسی

تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده مدّتها گذرانید۔ خان قدردان در احوال پروازیش سعی موفوره بجا آورده با نواع مراحم والطاف پیش می آمدند۔ تذکرهٔ اشعار شعرای کامل که حاوی ربط آشنائی داشتند مثل صائب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و قزوینی و دانش و میر صیدی وغیرهم که دران زمان کوس سخنوری مینواختند انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده بر پشت هر ورق صورت آن معنی سنج نیز ثبت کرده بود یک ورق که بر و شبیه کلیم بوده فقیر دیده و صورتش را زیارت کرده ام۔ از وست ؎

به تیغ بی نیازی ناتوانی قطع هستی کن[۱] ___ فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن

وله ___ بهر کجا که رسیم[۲] وصف دوستان گوییم ___ برای یار فروشی دکان نمی باید[۳]

وله ___ از سبزه تیغ بر کمر گل بهار بست ___ گر تو به خضر[۴] رفت شود جان نمی برد

زهر مستیم کی کار با جام شراب افتد ___ مرا از گفتگوی باده سرخوش می توان کردن

عنایت[۵] خان آشنا

خلف ظفر خان جوان دلچسپ بود دستی در انشا پردازی نیز داشت۔ احوال سی ساله پادشاهی شاهجهان پادشاه غازی را از ملا حمید وغیره فصیح[۶] تر نوشته۔ اما به اعتقاد فقیر از منطوقه "خیر الکلام ما قل و دل" این نیز بهره نداشت۔ از وست ؎

درد و درمان را بهر گرعرض عشق ادبها ___ زخم برداریم و بگذاریم مرهم را بجا

ناقصان هم بدرش چشم طمع دوخته اند ___ کور پیوسته نظر جانب بالا دارد

بنشین بگوشهٔ اگر آزردهٔ ز خلق ___ پای شکسته تو بجای نرفته است

در سبکباریست آسایش ___ سایهٔ خوابیده قطع راه کند[۷]

نقل[۸]۔ گویند در امروی صاحب جمال بوده۔ در ایامی که خط سبزه پریزاد حسنش را در شیشه کرده۔ درویشی موزون طبع برائے دیدنش آمد۔ چون بار نیافت این بیت نوشته اندرون فرستاد ؎

ناز بیجا چه کنی چون برخت ریش آمد ___ شرم کن شرم که روز سیه ات پیش آمد

۱۔ ب: هستی ۲۔ ب: روم ۳۔ ۵۲ الف؛ شاید ۴۔ د: عنایت خان احمد ۵۔ الف؛ وانیخ تر ۶۔ ۵۶ الف: فقیر نیز ازین قبیل بیتی دارد۔ سرخوش۔ بوصل دوست محالست گر رسیدن ما ___ نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما" ۸۔ در نسخه "ب" این حکایت به آصف قمی منسوب است ؛

آصف قمی

دیوانی مختصر دارد۔ درزمان شاهجهان پادشاه بهندوستان آمد هیچ[1] جا رشدی نیافت۔ غیر ازین مطلع ندارد ؎

شعله ایم امّا زدود دل سیه پوشیم ما   چون چراغ لاله می سوزیم و خاموشیم ما

این بیت او هم خالی از مزه نیست ؎

یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم   درمیان نور و ظلمت جوهر آئینه ام[2]

بکمالات صوری و معنوی ممتاز مولوی محمد سعید اعجاز

مجموعهٔ مکارم اخلاق و گل سر سبد انفس و آفاق است۔ بیشتر عمر شریف او در تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل میگذرد و بیشتر اوقات بشغل درس علم دینی و افادت و افاضت مصروف است۔ گاه گاه بحسب صفائی ذهن و جودت طبع بفکر شعر نیز می پردازد و داد خوشخیالی و نازک بندی میدهد۔ درین بیت ناصر علی تصرف بجا کرده که همه اعزه پسندیدند ؎

خیال بیکسی ما[3] وفا بیادش داد   بجای شمع دل آورد بر مزارم سوخت

دل آوردن و سوختن اندک تردّدی داشت۔ مصرعه۔ بجای شمع دل یار بر مزارم سوخت۔ گفته درست کرد۔ و در وقت رفتن بلاهور مطلع عارفانه بکیفیت تمام گفته بود۔ بیت

کشیده ام زجنون ساغری که هوش نماند   دگر معامله با پیر می فروش نماند

فقیر در جوابش مطلعی بعرصهٔ ظهور جلوه داده ؎

سر خوش گداخت حیرت[4] حسن تو ام خروش نماند   چو برگ گل ز تبسم جز لب خموش نماند

من اشعاره ؎

خمار آلوده شوخی از چمن برچیده دامان شد   شکست رنگ گل بیتاب اچاک گریبان شد
تقاضای تبسم گل میکند از انفعال او   نگاهی گر[5] حیا دزدید شوخی های مژگان شد
شب که بی روئی تو گلشن غنچهٔ دل تنگ بود   شعلهٔ آواز بلبل آتشی در سنگ بود
برق جولانی که گرم صید ازین وادی گذشت   بر طپیدن های نبض جادهٔ صحرا تنگ بود

---

[1] ه: هیچ جا رشدی نکرد [2] این شعر از نسخهٔ ب و ج افتاده است [3] ه ب: ما [4] ج: حسرت [5] ب: گر،

دل غمدیده را اسباب راحت[1] میشود کلفت — فتد از مرهم کافور گل در چشم داغ من

شکستم رنگ دل آئینه وار از بی‌نشان جستم — در برروی خود وا کردم و محو تماشایم

ملا محمد سعید اشرف

از خوش خیالان زمان است در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت بهندوستان آمده. نواب زیب النسا بیگم خلف بزرگ بادشاه دین پناه از روی قدردانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خویش نگاه داشته. معنی یاب خوش خیال است. اکثر تلاش بطرز ایهام میکند. عجب صاحب قدرت است که در خانهٔ میر معز موسوی‌خان دیده ام که نشسته با هم حرف میزند و سخنهای همدیگر می شنود و می خواند و قلم بر میدارد و مثنوی و غزل و رباعی تازه[2] بر روی کاغذ می نگارد گاهی سر بگریبان تفکر فرو نبرده. مثنوی قضا و قدر قریب هفتصد بیت بهمین دستور بحضور یاران گفته و نوشته. در وی تلاشها کرده و معنی های تازه یافته. در ماتم سوداگر زاده که بدریا مرده گفته

نبودی چون دران دریا میسّر — کف خاکی که افشانند بر سر

بیاری از سر هر دو یتیمی — فرستادی گهر گرد یتیمی

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید و غیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته. در این مصرعهٔ میرزا صائب

ع عیبی بعیب خود نرسیدن نمی رسد

روبروی[3] ویش دخل بجا کرده گفت یک بای دیگر میخواهد یعنی عیبی بعیب خود نرسیدن نمی رسد. میرزا صائب و دیگران از حاضران بغور و فکر بسیار بکنه دقت این خطا واقف گشتند. من اشعاره

از تغافلهای پی در پی مگر یارش کنم — پا زنم چندان به بخت خود که بیدارش کنم

خاکساری سرفرازی میشود در میکشی — شور مستی چتر می سازد دم طاوس را

چو آن آبی[4] که شوید طفل در روی مشقی خود را — هزاران حرف در هر قطرهٔ اشکی نهان دارم

جلوهٔ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوه تمکینت دو بالا کرد فریاد مرا

کی شود آزاد از زلف گره گیرش کسی — دانهٔ زنجیر در دام است صیاد مرا

۱؎ ب، الف ت ۲؎ ب و ج: تازه مضمون ۳؎ در نسخه "ب" این واقعه در ذکر میر معز موسوی‌خان مرقوم است - در نسخه "د" در ذکر محمد سعید اعجاز نوشته شده است ۴؎ این بیت از نسخه "ج" افتاده است

گرد خط آخر برای چهره‌ات اکسیر شد — این غبار از بهر خلت خاک دامنگیر شد

از پریشان حالی آخر کار من صورت گرفت — بسکه مو آمد بکلکم خامهٔ تصویر شد

در نامهٔ زمانه بجز حرف جنگ نیست — گویا که از سیاهی لشکر نوشته‌اند

محمد ابراهیم انصاف

جوان طالب علم بود طبع سخنوری نیز درست داشت بخدمت میر معز موسوی خان شعر میگذرانید معنی تازه فکر میکرد در عین جوانی بقضائی ربانی ودیعت زندگانی سپرد[۱]. من اشعاره

سوی پستی است در سرمایهٔ رفعت نهان راهی — بود این کوه را هر تختهٔ سنگی بر سر چاهی

نسازد غم به بیتاب محبت شادمانی هم — گران باشد برین بیمار مردن زندگانی هم

حائل خورشید وحدت رنگ هستیهای ماست — چون زمین از پیش بردارند روز و شب یکیست

اگرچه این معنی از مولوی روم است که فرموده اند

چون زمین برخیزد از جو[۲] فلک — نی شب و نی سایه باشد فی ولک

اما چون بیت خوب بسته بود فقیر نیز این معنی را شوختر ازین بسته درست کرده

سرخوش، حائل خورشید وحدت شد غبار هستیم — چون بساط خاک برچینند روز و شب یکیست

محمد صادق القا

در فن مؤرخی[۳] که تعداد آن بالوف گشته[۴] وقوف تمام دارد و هوائی خیالات بلند در سر بیتی که قریب الفهم بود ایراد یافت

زبسکه حیرت دل شد نثار[۵] پردهٔ چشم — نگه چو صورت دیباست تار پردهٔ چشم

بعد[۶] فکر یازده سال از خط پشت لبش — حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرو نویس

میر محمد احسن ایجاد[۷]

از نجبای سادات سامانه است. در خوشخیالی و نازک بندی یگانهٔ زمانه صاحب فکرهای بلند است و از علوم متداوله نیز بهره مند. غزلهای طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید و نثر را بطرز خاص خود

---

[۱] حیات [۲]ج: روز [۳] ذکر این شاعر در بعض نسخه‌ها مرقوم نیست [۴]ج و [۵] بتاریخی [۵]ج: گشته [۶]ب: نیاز

[۷] این بیت از اکثر نسخه‌ها افتاده است [۸]ج: اتحاد

می نگارد۔ [1] دهرویست باخلاق حمیده متصف وظاهر و باطن آراسته۔ وصحبتهای بزرگان دریافته وبهمه جا مقبول بوده واین چند بیت آئینه دار افکار اوست) ؎

بسکه پرگردید گوشم از صدای عندلیب — بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب
گر سراغی گیری از عاشق فغان آئینه است — در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب
شب ناله دوزخ شررم گرم اثر شد — خاکستر دل بال و پر افشان سحر شد
طومار هوا یکقلم از شعلهٔ آهم — چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد
جلوهٔ معنی ندیدم در صفای قیل وقال — سبز شد هر جا سخن آئینه در زنگ بود
شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی — مشت خاکی از بدن تا بر سر ما ریختند
حال سنگینی هجران تو انشا کردم [2] — سطر در نسخه نوشت چو زنجیر در آب

ملا اعلی تورانی [3]

فقیر مشرب صاحب همین یکدو [4] بیت بود۔ از وست ؎

هر که شد خاک نشین برگ و بری پیدا کرد — سبز شد دانه چو با خاک سری پیدا کرد

از انجا که مقرر سخنوران خوشچیال است ؎

بیک بیت دعوی مسلم بود — اگر مصرعه اش مصرعهٔ هم بود

موافق این قول درین اوراق نام اکثری مرقوم گشت۔

میرزا عبد الرسول استغنا

شعر [5] بطرز قدیم بسیار گفته یکدو بیت از و بخاطر است ؎

بکین چون [6] منی آن دوستی دشمن چه می آید — غریبم۔ خاکسارم۔ عاجزم از من چه می آید
میتوان آورد استغنا سفارش نامهٔ — چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست [7]

---

[1] این عبارت فقط در یک نسخه است (نسخه ا) [2] ب: کردیم [3] (ا: آملی تورانی۔ د: علی تورانی ایما [4] ج و ب: صاحب همین بیت بود و بس [5] نسخه ب: بخشی شکار شاهزاده محمد اکبر بود [6] ب: خون من بجای چون منی۔ نسخه (د) بجائی هر دو بیت مذکوره بالا۔ فقط همین یک بیت ازو ؎ جگر خون می کند رنج عزیزان راحت ما را — فلک دولت بهر کس میدهد منت بما دارد [7] در بعض نسخه ها مثل ب و ا و ج؛ بعد ذکر این شاعر حالات شیخ بهاؤ الدین بهائی و باسط درج است۔ لاکن ذکر ایشان در نسخه (ا) مرقوم نیست۔ در نسخه (د) بجائی باسط۔ باقر دا ماد نوشته است۔ ذکر هر دو سخنوران در نسخه (ب) این طور است۔ (بقیه حاشیه صفحه ۱۰ پر)

بینش کشمیری

تمام دیوانش را سراسر سیر کردم غیر ازین دو بیت تلاشی بنظر نیامده از وست ؎

هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست — آئینه چون شکسته شد آئینه خانه است

در راه وصال تو زبس چشم براهم — چون جاده بود خاک نشین تد نگاهم

باقر تبریزی

بسیار خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده ام از وست ؎

بی تو شب ماه تیره روزان — چون چشم سفید گشته تار است

همچو غنچه تا بکی در بند خود باشد کسی — خیمه زن چون لاله بیرون از سواد خویشتن

ابو الحسن بیگانه

بهند نیامده دیوانش پیش میر معز موسوی خان بنظر افتاده این چند بیت او از زبان میر معز شنیده ؎

احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی — از سوختگان قصهٔ جانکاه چه پرسی

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد برآورد — ای سیل بسر منزل من راه چه پرسی

آئینه ز عکس تو در آغوش گداز است — آگه نه از حال دلم آه چه پرسی

هر شیشهٔ دل خورد ز نیرنگ تو سنگی — هر پارهٔ این شیشه صدا کرد برنگی

رفیع خان باذل

برادر زاده محمد طاهر وزیر خان عالمگیر شاهی صاحب طبع رسا است و جوان قابل کتاب معارج النبوت[۹۳] در زمین شاهنامهٔ فردوسی بنظم در آورده و در انجا تلاشها کرده حملهٔ حیدری نام نهاده

(بقیه حاشیه صفحه ۹)

شیخ بهاء الدین بهائی تخلص

از فحول علما مذهب امامیه است ـ تصانیف عالی دارد گاهی بفکر شعر نیز می پرداز داین قطعه از وست ؎

مرا از روی تعصب معاندی پرسید — پدر زروی چه معنی نداشت روح الله

جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — باحمد عربی جمع خلق را از الله

مبشر از پی آن کو بشارت آرد زود — روا بود که دو منزل یکی کند در راه

باسط

از مستعدان زمانه است در ولایت ایران تعلم علم افراخته ـ جامع علوم عربیه بود بفکر شعر هم توجه داشت ؎

به بی ستون نظری کردم و یقین دیدم — که کار تیشهٔ فرهاد نیست کار دل است

[۹۱] باقر تبریزی [۹۲] این بیت از نسخه ف افتاده است [۹۳] ج: معراج النبوة

قریب به چهل هزار بیت رسیده ـ من اشعاره ؎

عشق را با هر دلی نسبت بقدر جوهر است — قطره بر گل شبنم و در قعر دریا گوهر است

عارض گلرنگش از می شمع ایمن می شود — از برای آتش گل[۵۱] آب دامن می شود

بسکه شرح غم ز دل مضطرب احوال دهم — بکبوتر چو دهم نامه پر و بال دهم

هرگاه بر دو مستی چشم تو ز هوشم — لبریز شود چون خم می سینه ز جوشم[۵۲]

چه نشاط باده بخشد بمن خراب بی تو — به دل گرفته ماند قدح شراب بی تو[۵۳]

ملا جامی لاهوری نامدار خانی بیخود تخلص

شاعر غرا صاحب دیوان ضخیم بود و قصاید و قطعه ها بسیار دلچسپ رسا داشت[۵۴] ـ در تاریخ یابی کارهای دست بسته میکرد ـ چنانچه تاریخ تولد میرزا اسمعیل خلف ارشد نواب عمدة الملک[۵۵] امیر الامرا اسدخان که الحال ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ[۵۶] خطاب دارد ازوست ع

"ز برج اسد رو نمود آفتاب"

تاریخ تولد شرف یار خان پسر کلان کامگار خان "شرف یار کامگار" یافته ـ وقتیکه در خانهٔ نامدار خان پسر اول بانام حمزه مرزا تولد شد تا شش روز جشن ملوکانه کردند هر روز قطعه تاریخی گذرانیده داد تلاش داده ـ چند مصرعه در مادهٔ تاریخ نگاشته می آید ـ ازوست ـ

'نونهال نامدار جعفری آورد گل'

'زر کامل عیار جعفری زیب جهان آمد'

'آمد در نامدار و شهوار'

۵۱ب: او ۵۲ج: میخانه ۵۳نسخه ب اشعار ذیل هم دارد :ـ

تو جهان رسیدی از من که بخواب هم نیائی — بکدام امیدواری بروم بخواب بی تو

دل داشتیم دادیم ـ جان بود عرض کردیم — چیزی که یار خواهد صبر است ما نداریم

از فدای خویش حظی کاملی برداشتم — کز میان جان و جانان حائلی برداشتم

صد جگر خون از کجا هر روز صرف غم کنم — منکه از ملک عدم با خود دلی برداشتم

تخم اشکی ریختم چیدم گلی رسوائی — دانه افشانده بودم حاصلی برداشتم

۵۴ب: هم صحبتم بود ۵۵ب: عمدة الملک ۵۶ب: سپه سالار'

'بگفت آن گوهر والانجابت از دو سو دارد'

چنین تاریخ هرگز کس نگفته | کس از هند و عرب یکنغمه نشنفت
بمن گفتند تاریخی او اکن | که سازد سال هند و با عرب جفت
دم صبحی بفکر این معمّا | بمژگان دیده راه فیض میرفت
که این یک چشمه طفل توامان دار | ز بطن غیب رو بنهاد و لم خفت
پی تاریخ هند و عرب دل | ز هجرت یکهزار و شصت و نه گفت

برای تولد پسر امیری تاریخی گذرانیده ترشحی از سحاب کرمش ندیده - برعکس گفته بتقریبی گذرانید که مادهٔ تاریخ این است ع

"........[1]......"

قصه حسن[2] و دل را نظم کرده در روی داد سخن دری داده - که این دو بیت در تعریف ساقیان مجلس از ان مثنوی اوست ؎

یکی را ساده رخ آئینه آسا | یکی را جوهر از آئینه پیدا
گلستان یکی بی سنبلستان | یکی را بوستان گرد[3] گلستان

بنام نامدارخان گفته حسن نامدارخانی نام نهاده و تاریخ تصنیف آن هم ازین نام برآورده - از مشفقان فقیر بود - وقتیکه برای خود سر خوش تخلص پیدا کرد - اول پیش او رفته ظاهر ساخت او بسیار خوش کرده فاتحه خیر خوانده مقرر ساخت - سجع خاتم او ع

"جامی از جام محمد بیخود شد"

بعد از وفات او فقیر از همین سجع تاریخی بی کم و کاست برآورده ؎

رفت جامی بیخود از عالم | در ریاض جنان مخلد[4] شد
هاتفم[5] گفت مصرعهٔ تاریخ | جامی از جام محمد بیخود شد

همین قسم فقیر تاریخ فوت[6] فضایل خان شیخ سلیمان از نام برآورده و باد ای خوش در رباعی بسته

---

۱ مادهٔ تاریخ فحش بود لهذا حذف شد ۲ ج: حسن ابدال را ۳ ا.ذ.ا: کرده ۴ مجلد ۵ ب و ا.ذ.ا: سجع اولعد فوت شد تاریخ ۶ ب: تاریخ قضای شیخ سلیمان'

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا — وارست ز قید هستیِ بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات — پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

گویند وقتیکه پیش نواب جعفر خان نوکر شده - پایه در مجلس نشستن نداشت. قطعهٔ بدین مضمون در لوح گذرانیده که دو[1] بیت از آن قطعه است ؎

همین طاعت حق نماز است و وی — گهی بنده ایستد گه از پا نشیند

اجازت نشستن و مصاحبت حاصل کرد۔

روزی[2] در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدار خان مهمان بود۔ و یکچه پر از شراب در پهلو داشت۔ هر لحظه جامی بدست خود پر کرده میخورد و همچو بلبلِ مست شعر خوانیها میکرد۔ چون یاران بنماز برخاستند رفت و با جماعت نماز بگذارد و گفتم اخوند صاحب این چه طور نماز است۔ گفت با یا نماز بکیفیت[3] همین است۔ بعد از ان بمیرزا لهراسپ بیگ گفت شما شعرهای این جوان شنیده اید۔ گفت تا حال این جوان را موزون هم نمی دانستم بعد از ان بفقیر تکلیف کردند مطلعی تازه گفته بودم برخواندم ؎

کجاست دیدهٔ جویای ره کجاست ترا — وگرنه هر مژه انگشت رهنماست ترا

اخوند لب بتحسین و آفرین کشود و گفت هزار غزل ما بیک بیت شما نمی رسد۔ روزی نامدار خان با یافی کلاونت که منظور نظر عاطفت ایشان بدرجهٔ کمال بوده از حمام برآمده در جامه خانه برای رخت پوشیدن نشستند چون فارغ شدند گفتند لائق پنجهزاری منصب است۔ ملا بیخود حاضر بود بعرض رسانید که اگر نواب بادشاه باشند۔ از جملهٔ اشعار آبدار اخوند بالفعل دو رباعی بخاطر بود ایراد یافت۔ رباعی

هر کس که دل از مدار دنیا برداشت — عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است بلی — گاو است کسی که بار دنیا برداشت

سگ سنی و خر شیعه اگر مشهور است — در خصمی شان بیکدگر مشهور است
دانا نکند[4] تعصب از هیچ طرف — دندان سگ و گوشت خر مشهور است

---

[1] در نسخهٔ (ا) همین یک بیت است که نوشته شد۔ در نسخهٔ (د) بیت اول این قطعه هم درج است و آن اینست -

بود طاعت فرض همچو نمازم — بفرماگهی بنده از جا نشیند

[2] از این جا تا آخر بیان این شاعر از بعض نسخه‌ها افتاده است [3] (ا) بکیف [4] د: نکنند

بحری[۵۰] ساحل میرزا عبدالقادر بیدل

استاد فن است بسیار گو و خوب[۵۲] گو است امروز در دار الخلافه کوس رستمی مینوازد و بداد معنی یابی و نازک بندی میرسد دیوانها و مثنویات متعدد دارد و نثرهای رنگین نیز می نگارد در این عهد شاعر غرا چون او نیست[۵۳] وجود شریف او غنیمت است[۵۴] بسیار خوش خلق و آرمیده. بیتی در تعریف کوه از وست ؎

هزن بر سنگ او زنهار دستی که مینا در بغل خوابیده مستی

این چند شعر از زادهای طبع او است. از زبان میر محمد زمان شنیده ام ؎

بر روی ما چو صبح نه رنگی شکسته است گردی ز دامن طپش دل نشسته است

ما لاف همت از مدد عجز میزنیم پرواز ما چو رنگ به بال شکسته است

عرصهٔ آفاق جای جلوهٔ پاس نالهٔ نیست نی گره از تنگی این بیشه پیدا می کند

بمحفلی که دل آیینه رضا[۵۵] طلبی ست نفس درازی اظهار پای بی ادبی ست

ذوق آغوش دوئی در وصل نتوان یافتن بی خبر مجنون ما محمل شد و لیلی[۵۶] نشد

شب که دل از پاس[۵۷] مطلب باده در جام کرد یک جهان حسرت بطوفان داد و آهش نام کرد

عشرت ما چون نگاه از بس تنک سرمایه است سایهٔ مژگان توانا صبح ما را شام کرد[۵۸]

حیرت آهنگم که می فهمد زبان راز من گوش بر آیینه نه تا بشنوی آواز من

رباعی

زاهد آنسوی فطرتت هر دانند در معبد شوق نیستی فردانند
یکره خبر از کاغذ آتش زده گیر تا سوختگان چه سبحه میگردانند

---

۵۱ ج: سرآمد سخنوران کامل ۵۲ ب: خوش ۵۳ ب: در فقر و توکل بادشاه وقت خود است. هفت هزاری امرای نامدار خاکش می آیند و مثنویهای متعدد باسم محیط اعظم و طلسم حیرت و چار عنصر و طور معرفت وغیره دارد. در همه جا نکته سنجیها کرده. ۵۴ ج: تصنیفات شریفش یازده (۱: پانزده) آثار در آمده. فقیر شاهنامه فردوسی و مثنوی مولوی روم را سنجیده با وجودیکه بتقطیع کلان بر قلم بود هفت و نیم آثار بوزن در آمد. پنج هزار بیت در دیوانش ردیف میم است ۵۵ ا: ضیا ۵۶ ا: لیلی شد و محمل نشد ۵۷ ا: یاس ۵۸ ب: بچشم بسته خیال حضور حق بستن
اشارتیست که این جا نگاه بینا نیست

رباعی
هر تیره دروئی که حسد شامل اوست — بر تهمت پاکان نظر باطل اوست
روپلپه بسقف خانه آویز و ببین — دودی که ز شمع سرکشد مائل اوست[۱]

برین رباعی خود بسیار محظوظ اند۔

رباعی
هر چند طلب بصد فنونست اینجا — دریوزهٔ دیدار جنونست اینجا
از هیبت چشم و مژه غافل نشوی — دستی دگر از کاسه برون هست اینجا

ایضاً
آهنگ جلالی که بمش زیر شود — چو وا نگری جمال تاثیر شود
آن بادهٔ شعله گون که وارد خورشید — در ساغر ماه چون رسد شیر شود[۲]

فقیر سرخوش باشارهٔ میان ناصر علی چند بیت ایشان را از راه شوخیها پیش مصرع رسانیده مطلع ساخته اگرچه ایشان شنیده محظوظ نشدند از روی غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را میباشد بر نمی‌تابند۔ اما یاران منصف پسند بودند۔ چنانچه ایشان فرموده اند

بیدل: به فرصت نگهی آخر است تحصیلم — برات رنگم و بر گل نوشته اند مرا
سرخوش: ز بی ثباتی عشرت سرشته اند مرا — برات رنگم و بر گل نوشته اند مرا
بیدل: عوارض[۳] کثرت هست فرات وحدت ما را — خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
سرخوش: دوئی کی ذات وحدت را بکثرت رهنما گردد — خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
بیدل: شخص پیری نفی هستی میکند هشیار باش — صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست
سرخوش: جلوه گاه نقش پیری تختهٔ مشق فناست — صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست

---

۵۱ ب: زندگی را از قد خم عبرت آگاه میکنم — وقف رعنائی بساطی نا شستم ته میکنم
صورت پرستی از غلط بر دم تیا ز معنی — هر چند کعبه سنگ است تسکین برهمن کو
کم ظرفیم از همت خویش است وگرنه — دریاست می ریخته از جام جهانم

درزمین غزل حافظ شیراز که فرموده غزلی بتغییر قافیه کرده بود دران غزل بیتی بحسن ادا فرموده فقیر نیز بشوق آن مطلع گفته

بیدل: درهای فردوس بود امروز — از بی دماغی گفتیم فردا
سرخوش: جام می عشق دادند ناگاه — از خویش رفتیم الله الله

۵۲ براهمت مرده ام از زیارت خانه سنگم — تو می آئی ببین آسوده آتش در هزار من
۵۳ ا: خواص ۵۴ د: مشک

بیدل — گل جام خود عبث بشکستن نمی دهد — صافِ طرب بشیشهٔ رنگِ پریده است

سرخوش — دستِ نشاط دامنِ از خود رمیده است — صافِ طرب بشیشهٔ رنگِ پریده است

بیدل — بی تکلف مرگ هم آسان نمی آید بکف — از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

سرخوش — نیست از شمع اجل آسان نگاه افروختن — از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

حکایتی در مثنوی محیط اعظم میرزا بیدل به یازده بیت تمام کرده بود. فقیر سرخوش در دو بیت رباعی بسته[۱]-

رباعی سرخوش — واعظ گفتا که نیست مقبول دعا — زان دست که آلوده بجام صهبا

رندی گفتا که تا بود جام بدست — دیگر بدعا کسی چه خواهد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماهر شنیده ام که زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایت را می گفت. که شب زمستان بود و یاران در صحرا فرود آمده بودند ناگاه آتش سرد گشت. یکی از میان جمع برخاست که چوب پیدا سازد گذرش بجانب گورستان می افتد. تابوتی در آنجا می یابد بسر برداشته می آرد. یکی در راه پرسید که از عزیزان که مرده است میگوید آتش. بس این همه را زلالی در دو بیت بسته و همیشه در میان سخنوران فخر میکرد که من چنین کارهای دست بسته میکرده ام[۲] و آن این است ؎

شبی رندی در ایّام زمستان — بسر تابوت می برد ی شتابان

یکی پرسید از و کای یار دلکش — که مرده از عزیزان گفت آتش

۱ ب: حکایت بیدل — نصیحت گری وعظ آماده داشت — نفس گرمی حرمت باده داشت

که بر الفتِ می بیفشانده دست — خمارِ می فضل نتوان شکست

به بزم طرب دست ساغر کمین — ندارد دعائی اجابت قرین

نخستین کف از جام می ساده کن — دگر خویش را رحمت آماده کن

بجوشید رندی که ای بیخبر — ز حرفی که گفتی نبردی اثر

بمستان ز تمهید انکار می — عیان گشت تعظیم اسرار می

که تا جام می بر کف همت است — دلش هرچه خواهش کند خجلت است

دو عالم بچنگ و دعا خواستن — بساطی است در کوری آراستن

در فقر لن خواه شاهی طلب — زمینائی می آنچه خواهی طلب

دمی کارزو شد ز می کامیاب — دعای دگر گو مشو کامیاب

دلی جای رحم است اگر آگهی ست — بدستی که از جام و مینا تهی ست

۲ ب: کسی هست در عالم که چنین طبع آزمائی کند. یاران موزون طبع همه سرفرو انداختند،

فقیر تمام خلاصهٔ مطالب کتاب منطق الطیر شیخ فرید الدین عطارؒ در رباعی بسته و سوای آن چندان مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی ها بسته در رسالهٔ روائح که در تتبع لوائح مولوی جامی نوشته بتفصیل مرقوم است. و چند رباعی خود نیز بجهت استشهاد قول خود چون دو گواه صادق در اینجا می آرد۔

رباعی

سی مرغ ز شوق بال و پر بگشودند — در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چون آخر کار — دیدند که سیمرغ همه تنها بودند

"

دزدی شب تار کو بکو می گردید — از هیچ دری بمقصد دل نرسید
در خانهٔ خویش رفت و کالا دزدید — چون روز نظر کرد متاع خود دید

و یک رباعی در منقبت گفته ام و این را باعث نجات خود میدانم. رباعی

در فضل و کمال مصطفیٰ بی همتاست — اسلام قوی ز یاری شیر خداست
عشق ایشان نسبت هیچ شناسند — هیچ دو الف که یازده آن پیداست

رباعی بیدل

آن چار خلیفهٔ رسول معبود — کز ابجد وضع شان عشر شد موجود
بی نقطه شک بذات یکتا بینی — چون جمع کنند یازده خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون و دو دیگر در منقبت چار یار با صفا فرستاد۔ رباعی

وهمی باشد بذات پاک احمد — تفریق دو از دو امام امجد
کین جلوهٔ موجهای دریای صمد — چون سیزده است آشکارا از احد

رباعی

اصحاب کبار را کم از هم مشمار — یکسان یکجان بدان تعصب بگذار
دل را در سر هوای هر چار بود — دال است سر دل عیان قرین چار

---

۱۵ و: ورد آخر کار ۵۲ و آنها ۱۵ ب: رباعیات سرخوش

شاهی پی یاد مرگ هر شام و سحر — میکرد در آگهی بتابوت نظر
چون کرد شبی پدید [illegible] در ریش — برداشت ز پیش چشم تابوت دگر

از شمع بسوخت بس حکیم عالیجاه — درخواست دعا بند [illegible] شاه
گفتا چه کشاید از دعا پیر دهن — زین حال طبیب را بکن زود آگاه

تیری برسید بر تن مرغ هوا — گفتا که شدت بسوی من راهنما
گفتا ز تو چیز است بمن پیوسته — بنشسته است که آن سوی تو شد بال کشا

[illegible]

رباعی

از چار خلیفهٔ رسول مختار قائم شده چار رکن دین ابرار

والی که بود آخر احمد وال است بر اثبات خلافت این هر چار

چندربهان برهمن[۵۲]

طبعی درست داشت شعر بطور قدما گفته و صاف میگفت و سلیقهٔ انشاپردازی نیز داشت در هندوان غنیمت بود[۵۳] - روزی در پیشگاه خلافت و جهانداری او را حکم شعر خوانی شد این بیت تازه گفته بود برخواند

مرا دلیست بکفر آشنا که چندین بار بکعبه بردم و بازش برهمن آوردم

شاهجهان برآشفت فرمود که این بدبخت کافر مرتد است بایدش کشت - افضل خان بعرض رسانید که این بیت سعدی مناسب حال اینست که فرموده

خر عیسی اگر بمکه رود چون بیاید هنوز خر باشد

بادشاه تبسم کرد بطرف دیگر مشغول گشت - این را از دیوان خاص بدر کردند - این بیت بنام او مشهور است اما بتحقیق پیوسته که از هندوی دیگر است

ببین کرامت بتخانهٔ مرا ای شیخ که چون خراب شود خانهٔ خدا گردد

روزی میرزا محمد علی ماهر از وی پرسید که این شعر از شما ست گفت شاید که گفته باشم بخاطر نیست

---

۵۱ ب: رباعی فقیر سرخوش که معنی آن تعلق بحکایتی دارد تا آنان خبر نشوند هیچ وجه دخل نباشد - رباعی اینست

رفتند عزیزان همه زین محفل غم چون گل ندهم جام می از کف یکدم

خواهم که سبو سبو کشم بادهٔ ناب زان پیش که در سبو آیم من هم

قصه چنین است - گویند که بر دروازهٔ شهر بقالی دکان داشت - هر جنازه که از آن دروازه گذشتی او یک سنگریزه در سبوی انداختی تا بعد ماهی یا سالی شمار کند و بداند که اینقدر مرده ازین شهر درین مدت برآمده - قضارا بعد از چندگاه او هم درگذشت - شخصی آنجا رسیده پرسید که بقالی اینجا برای شمار مرده سنگریزه در سبوی انداخت چه شد - عزیزی گفت او هم در سبو آمده - در رباعی دیگر عجب حالی بسته ام و در توحید درست کرده ام - رباعی

باشی بسر حباب گرامی همدم وحدت نخورد ز جوش کثرت برهم

در هندسه نه ایچون مضاعف سازی هر چند که بشمری نه آید به رقم

[illegible] نه شمرده میشود و شمرده در هندسه تعبیر نه است - باین صورت که هشت و یک نه است - همین دستور هر قدر کسی که بشمارد بهمین صورت میگیرد - و دیگر رباعیات نادر و غریب هر یک در محل خود نقل خواهد شد. ۵۲ ذکر این شاعر از نسخه ب افتاده است

۵۳ و: در واقع تخلص داود ۵۴ د: جواب نادر گفت

اینجا هم حریفی بکار برده. چون بیت برجسته از وی یاد نبود بهمین قدر ذکر او اکتفا نموده شد. اشعار راست براست نوشتن فقیر را خوش نمی آید[1]

بهونت[2] رای بیغم بیراگی

مردیست از علائق دنیوی برجسته و از قید ما[3] و منی و توئی رسته طبعی دارد پیش فقیر مشق سخن میکند و اصلاح میگیرد و کارش روز بروز در ترقیست این چند بیت از فکر اوست ؎

در فضای عشق جانان بوالهوس را کار نیست | هر سری شایستهٔ سنگ سزای دار نیست
دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن | کار در بیکاری دل بود دیگر کار نیست
تا چو صبح از جیب دل خورشید می آید برون | وه چه جام است این که جمشید می آید برون
مرا ابروکمانی میکشد در بر ولی ترسم | که این در بر کشیدنها چو ناوک در رم اندازد
مده از دست دامان یقین چون اعتبار نیست | که این دنیا هم در خوبی از معشوق کمتر نیست

قصه از کتب هندی در زمین شاهنامه بنظم در آورده و مطالب تصوف را خوب توضیح نموده.

ملا علی رضا تجلی

در زمان سعادت عنوان شاهجهان از شیراز بهندوستان آمده شاعر خوش خیال بود در قصاید و غزلیات و مثنویها معنیهای تازه تلاش کرده و فکرهای بلند دارد و این اشعار از زادهای طبع اوست ؎

فغانم بی تو[4] شبها دل خراشد مرغ و ماهی را | بچشم صبح چون داغیست کاندر و سیاهی را
هجر جانسوز چه یکروزه چه صد ساله[5] یکیست | نقطه و دائرهٔ شعلهٔ جواله یکیست
در قطره قطره خونم پیکان آبدار است | چون استخوان که پنهان در دانه انار است
بکوری بگذرد بیمهر رویش عید نوروزم | بود بی نور صبحم چون بیاض چشم قربانی

---

[1] ا: فقیر بیتی در نعت و منقبت گفته و مشهور گشته ؎ محمد یکی با علی ولی است | چو یک کس که نامش محمد علی است
میرزا بیدل گفت که این بیت بنام میر حشمتی شنیده ام گفتم حشمتی صاحب این تلاش را نیست. شاید توارد شده باشد من خود بگفته دست از این برداشتم. هردو داخل ثواب شدیم. یک بیت برهمن اندک مزه داشت نگارش یافت ؎
چه اختلاط باریابی عقل شیدا را | بطور خود بگذارید لحظه ما را

[2] نامش بهونت رای فقط در نسخه (ا) نوشته است. در دیگر نسخه ها محض بیغم بیراگی مرقوم است. اما ذکرش از نسخه ب افتاده

[3] د: مای و توئی [4] د: می خراشد [5] د: یکساله.

بسکه دارد عضو عضوم رو بسوی خواهش دوست — پای خواب آلوده ام در خواب بیند کوی دوست

بیتو از چشم ترم شورش جیحون پیداست — چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیداست

بسکه در وحشت غبارم باد در پیش نقش بست — گرد تصویر او شد هر کجا گردم نشست

بیتو بر من ماهتاب امشب شب دیگر شده است — نور شمعم چون طلای کشته خاکستر شده است

محبت شمع فانوس است کی پوشیده می ماند — غم او عاقبت در پرده رسوا میکند ما را

چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک — برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد

مرا هم مشرب پیاله از روز و شب دوران — بود گر سرنگون جام جهان لبریز خوناب است

محمد تقی

از تازه گویانست اما بر حقیقت حالش کما هی اطلاعی نیست. یک بیت او از زبان میر معز یافته اینجا ایراد می یابد

مست نازی و سر خانه خرابی داری — از سر کوچه ما میگذری خوش باشد

عبداللطیف خان تنها

دیوان صوبه پنجاب خواهر زاده میرزا جلال اسیر فکر شعر بلند و طبع انشا پردازی رسا داشت.

این چهار بیت از زاده های طبع اوست

یاد هم بکنج غمکده تنها نشانده رفت — گفتم که من غبار توام دامن فشانده رفت

بیداغ عشق خون رود از چشم دل مرا — آید بگریه طفل چو خاموش شد چراغ

بلند از چو چشم او چو مژگان گشت فریادش[1] — ز خاموشی چو حال هر مرا آهسته پرسیدم

خجلی زاهد شود از گریه رسوا بیشتر — میشود از بارش روی جوش سرما بیشتر

بتی دارم که بر بالای همچو سرو گلفامش — قبا چسپان بود از بسکه شیرین است اندامش

بجو ساغر چو موج باده کی گردد زبان من — برنگ شیشه از می تر بود سخنهای من[2]

---

۱ در نسخ ج - تخلص این شاعر ثابت نوشته است ۲ ا : چرخ ۳ این مصرع ساقط ب و ۴ بیت ذیل هم دارد -

جز بکشتن آتش ندا پل جهان صاف هم
صیقل آینه گرد وصف بشکست تنها

میر تشبیهی[۱]

همین یک بیت رسمی از وی بگوش خورده[۲]

مست آنچنان خوش است که گوید بروز حشر — من کیستم شما چه کسانید این چه جاست

دو بیت فقیر نیز یاد گفته[۳]

مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر — چون سر کشد ز خاک بگوید پیاله کو
کسی به حشر ز اندوه پاک برخیزد — که با پیاله چو نرگس ز خاک برخیزد

حافظ[۴] محمد جلال تلاش

سرگرم کار است و فکرش خالی از تلاش نیست پیش فقیر مشق سخن میکند از وست

بسکه در خون تحیر غوطه زد اندیشه ام — چون رگ یاقوت خوابیده است پای ریشه ام
خانه زادان وفا را ناله می باشد مدام — شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را
همه از عید بر شاه و گدا گم میکند خود را — تو رفتی بر سمند ناز و من از خویشتن رفتم

میر مفاخر[۵] حسین ثاقب

عموی میر محمد زمان راسخ از سادات نجیب است طبع معنی یاب و ذهن سلیم دارد و خوش فکر و صاحب تلاش است[۶]۔ در سرهند سکونت داشت و همانجا درگذشت از وست

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما — گم بود آواز پا در شیون زنجیر ما
غبار پرده نشیند بسیما آفتابش را — که شوخیهای رنگ از رخ بر اندازد نقابش را
ز هر ره رهنما افتادگیها می شود — هر کجا پای بلغزد جاده[۷] پیدا می شود
ز بسکه طاعت آلوده با گناه کنم — بسجده همچو نگین نامه را سیاه کنم
قطع امید دهد قوت بازوی طلب — بر پر ریخته پرواز توان کرد اینجا
ز دستگیری غربت بپاست جلوه من — چو موج ریگ روان گرد راه خویشتنم

۱۔ ج: ملک تجار ۲۔ ب: دیگر احوالش اطلاع نیافته ام ۳۔ این ابیات سرخوش فقط در نسخهٔ ب است ۴۔ ه: حافظ محمد جلال تلاش ۵۔ ج: میر محمد مفاخر جام ۔ د: میر مفاخر حسین ثاقب ۶۔ ب: فقیر را بکرات با وی اتفاق افتاده ۔ دیگر احوالش اطلاع ندارم که یافته و چه شد ۷۔ ۱۱۰۵ ه ۔

روزگار عمر همت کرد در چشم سیاه — پر غبار از دامن افشانده شد کاشانه ام
اشک چشم سرمه آلودم درین سرگشتگی — شام غربت میبرم با خویش هر جا میروم
بذوق[1] نالهٔ امروز میتوان جان داد — که عندلیب سرودی بیاد مستان داد
میرود از دست امشب بادهٔ لعلی مرا — آنکه در روزنه نشین خندهٔ زیر لبست

جهانگیر بادشاه

با وجود مستی و بی پروائی و شغل جهانبانی و فرمانروائی، گاه گاه بحسب اتفاق و تکلیف وقت زبان الهام بیان را بگفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان میکرد و طبع عالی دشوار پسند خورده گیر و دقت آفرین داشت گویند روزی شاعری قصیده در مدح این بادشاه عالیجاه گفته آورد و شروع در خواندن کرده همین که پیش مصرع مطلع برخواند ع

ای تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتها

فرمود که از عروض و وزن و تقطیع شعر خبر داری. گفت ندارم. بزبان مبارک راند اگر عروضی میبودی گردنت میزدم. شاعر متحیر درماند که آیا چه خطا واقع شده. پیشتر[2] خواند فرمود که این مصرع را وقتیکه تقطیع کنند چنین بوزن در می آید.

ای تاج دو مستفعلن. لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن. تا انتها مستفعلن

بدیهی است. شاعر را باید که از همه قبائح شعر باخبر باشد. خانخانان غزل ملا جامی را طرح کرده بود که این مصرع از انست ع

بهر یک گل منت صد خار می باید کشید

بندگان حضرت عالی در باغی نشسته بودند هوای ابر و وقت باده نوشی بود بدیهه این مطلع فرمودند

جام[3] می را بر رخ گلزار می باید کشید — ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

این دو رباعی از زادهای طبع مبارک است.

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده — اندوه دل وسوسه ناکت خورده
مانندهٔ قطره های باران بزمین — جاگرم نکرده که خاکت خورده

---

[1] این دو بیت در بعض نسخه ها نیست ۵۲ ب : در گرداب حیرت افتاد ۵۳ ب : اندوی الطاف پیشتر طلبیده فرمودند ۵۴ : جام مل

هرکس بضمیر خود صفا خواهد داد | آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد
هر جا که شکستهٔ بود دستش گیر | بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه نو عید را دیده این مصرع بر زبان مبارک راند ع

هلال عید بر[1] اوج[2] افق هویدا شد

مخدرهٔ معلی نورجهان بیگم که او نیز طبع موزون و فکرهای بلند و رسا داشت - بدیهه مصرع آخرش رساند ع

کلید میکده گم گشته بود پیدا شد

بادشاه تحسینها کرد الحق مصرع خوبی رساند - روزی بادشاه پیراهن با تکمه های لعل پوشیده بود بیگم این بیت برخواند ے

ترا نه تکمهٔ لعل است بر لباس حریر | شده ست قطرهٔ خون منت گریبان گیر

مستحسن و پسندیده افتاد - غرض که عهد جهانگیری عجب عهدی بود - عیش و عشرت در عالم بدرجه کمال بود هر کسی خاطر جمع داشته و فراغ بالی طبع عالی بادشاه عالم پناه در همه اثر کرده مرفه و آسوده حال بسر میبردند - روزی در شکارگاه آهوی بسیار سیر کرده - درین اثنا یوز[4] خاصه آهوی سیاه را افگند بر زبان مبارک رفت ع

چیتهٔ بادشاه زد کاله

یعنی یوز بادشاه سیاه آهوی را افگنده - ابوطالب کلیم حاضر بود - مصرع دیگر بدیهه رساند ع

گشت صحرا ز خون[3] او لاله

پنج هزار روپیه از بهلهٔ[5] خاص همانجا انعام شد - سبحان الله چه همت و چه بخششها حق تعالی مارا در زمانهٔ انداخته که هر چند زمین را با آسمان دوختم روی دلی یعنی توجهی هم از کسی ندیدم تا بصله چه رسد ے

بران گروه بباید گریست کز پی ما | حکایت کرم روزگار ما گویند

یکی از صاحب همتان زمان شاهنشاه همت خان بود - فقیر مدتی خدمت او کرده - ساقی نامه و تعریف شخانه در طرح او گفت - دران مثنوی بها داده معنی یابی داده تلاشها کرده - این دو بیت از شخانه است ے

---

[1] ۱۵۱: بر اوج فلک [2] ۲ ب: پلنگ [3] ۳ ب: زخون پر از لاله [4] ک: بهله پوستی باشد که باندام پنجه پوست دوزند و میرشکاران بر وست کشند و باز و شاهین و چرغ را بدست گیرند (هفت قلزم) [5] ۵ ب: بخشی الممالک -

سر انگشتش بجو از یک اشارت — دهد سرمایهٔ دریا بغارت

به دُرکی همتش دستی رساند — که آبی بسته را ناپاک داند

یکروز مهربان شده فرمود که چوبداری رفته خانهٔ میرزا سرخوش دیده بیاید. رو بمن کرده گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برائی شما علیحده کرده ام چون مختصر بیست بخانهٔ شما می فرستم دیگر روز تغافل زد. چند روز فقیر از خانه بر نیامد که مبادا عطیهٔ ایشان بیارند و هر او در خانه نیابند انتظارها کشید آخر معلوم شد که قول آن ترک بکار برو نمد که شاعری در مدحش قصیده گفته آورده سر مجلس برخواند. ترک شنیده محظوظ شده گفت فردا بیا چندمن غلهٔ[2] بتو میدهم. شاعر خوشحال شده دم صبح باربردار و جوال و ریسمان برده خانه اش برد. ترک از خواب بیدار برخاسته بیرون آمد. شاعر گفت. بموجب فرمودهٔ (شما) باربردار وغیره لوازم برائی بردن غله آورده ام امیدوار عنایتم. گفت عجب مرد ابلهٔ بوده. تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد. باربردار و جوال و ریسمان چه دخل دارد. فقیر نیز بیک رباعی رسوائی عالمش ساخت.

ای پنجهٔ تو ز دامن همت دور — بر دولت بی فیض تو باغرت مغرور

بی همتی و نام تو همت خانست — برعکس نهند نام زنگی کافور

عاقل خان ناظم صوبهٔ شاهجهان آباد بطالع ما از اسخیای روزگار بود. روزی که هزاری اضافه بی تلاش و تردد برائی این آمد. قصیده برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. مطالعه نموده نفس بر نیاورد گویا جان بحق تسلیم کرد. فقیر تاریخی گفت ؎

خان عاقل خطاب جاهل دل — که چون او نیست غافل و نادان

بگذرانم قصیده در مدحش — بستد و خواند چند بیت از آن

نقش دیوار شد بفکر صله — ماند حیران چو صورت بیجان

شد یقینم که سر گذشت و بمرد — ورنه میشد زبانش گرم بیان

سال تاریخ فوت او جستم — گفت هاتف بمرد عاقل خان

تاریخی برائی اضافهٔ آن بی خیر و برکت نیز گفتم. قطعهٔ تاریخ

---

[2] این عبارت تا آخر در بعض نسخه ها نیست ۔ ب : غله گندم بتو صله این میدهم۔

چون هزاری اضافه عاقل خان | یافت ناکرده کوشش مطلق
دل بصد حیف گفت تاریخش | آه آمد اضافهٔ ناحق

دیگر از کریمان عصر ما، خواجه بختاور خان بود. سرای نزدیک به دهلی[1] آباد کرده، بختاورنگر نام نهاده و جمیع شعرای پای تخت را تکلیف تاریخ آن نموده. تاریخ هیچکدام پسند نیفتاد. فقیر خاطرخواه تاریخی گفت. از بادشاه تا امرای عظام هر که شنید خوش کرد و همان تاریخ بر کتابهٔ آن سرای کندیدند ۵

در همایون عهد عالمگیر شاه | زیب تاج و تخت و فخر دین و داد
بهر تعمیر سرائی دلکشا | خان بختاور کف همت کشاد
رونقش از گلشن[2] مسجد فزود | آبروی دیگر از تالاب داد
چون شد این معموره دلکش بنا | عقل بختاورنگر نامش نهاد
خواست طبع سرخوش از بام سخن | سال اتمامش ز فیض بامداد
شاد و خرم روبه آمد راهرو | گفت بختاورنگر آباد باد

روزی از راه خوش طبعی گفتم که آنچه بهترین سرای چرخ شاه ربع آنرا خود هر آئینه سزاوارم که بیابم. گفت البته مطلب از ساختن رباط و سرای نام است که در عالم بماند. زر ما خرچ کردیم و در و نام شما نیز شریک پس نصف زر از شما باید گرفت[3]. روزی رباعی با این صنعت و خوبی گذرانیدم گفت از اتفاقات است. رباعی

ای نام خوشت نقش ضمیر سرخوش | مدح تو همیشه دلپذیر سرخوش
دست از ز حالش مدار[4] گر همه دست | بختاور خان و دستگیر سرخوش

روزیکه این رباعی گذرانیدم التفات ظاهری بسیار کرد.

ای باطن تو ز راز شاهی[5] آگاه | بختاوری از نام تو روشن چون ماه
تو پیر و شاه و شاه بود پیر و حق | شاه سایهٔ کردگار و تو سایهٔ شاه[6]

باوجود این همسری فیضی ها فقیر بعد فوت او تاریخی هم گفت ۵

---

[1] ب: بدیهی [2] ب: از گلشن و مسجد [3] ب: سرفرو افگندم و گفتم راست می فرمایند [4] ب: چون [5] ب: راه
[6] ب: فرمودند بیک واسطه ما را هم سایهٔ خدا گفته.

دریغ از جهان بخت ور خان گذشت — نماند آب در گلستان سخن
خرد خواست تاریخ فوتش ز دل — بگفتا[1] که کو قدردان سخن

این قصه یاد می ماند که شاعری در مدح دولتمندی قصیده گفته گذرانید ترشحی از سحاب کرمش ندید. بعد از چندین مثنوی بنام او گفته آورد هیچ التفات نکرد. باز قطعه مشتمل بر عرض احوال خود آورد چیزی او را نه بخشید. باز آمده بر در خانه اش نشست. آن دولتمند دون همت دید. گفت عجب حریصی بوده. قصیده گفتی چیزی ندادم. مثنوی گفتی محروم برگشتی. قطعه آوردی هیچ نبردی. حالا بچه امید بر در خانه من نشسته. گفت نشسته ام که بمیری و مرثیه ات نیز بگویم.

درین دار الخلافه میر ابوعلی امجد خان بخشی و واقعه نگار صوبه. صاحب احسان و فیض رسان است. فقیر وقتیکه بوعلی بود قطعه گذرانید. قطعه

بوعلی آن سید عالی نسب — با لعلی هست ولی بن ولی
شیر بود بچه شیر ژیان — بوی علی یافتم از بوعلی[3]

مهربانی[2] زبانی بسیار فرموده. چون بخطاب پدر که امجد خانی سرفراز شد. روز محله خود این رباعی برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. رباعی

تا دیدم که شده اختر دولت تابان — صبح اقبال و جاه گشته خندان
چیزی که بجا شده همین شد بجهان — کامجد خان شد نتیجه امجد خان

بمطالعه در آورده خوش وقت شد. فقیر را نزدیک تر نشاندند. از جمله دو اسپ فقیر یکی را برطرف[5] نمودند. هر چند الحاح کردم که دو ساله طلب در سرکار است عوض این اسپ میسر نخواهد شد که این محله خود بحال باشد. اسپ دوم چابک و جوان است. ع

بدان را به نیکان ببخشد کریم

مفید نیفتاد. فقیر نیز یک رباعی هجو در کار دولت ایشان گفت. رباعی

امجد خانی که نیستش بخشش یاد — از دولت او کس نرسیده بمراد
گویند بمادح بار زری بخشد — این بی همت مرا جز آزار نداد

---

[1] بگو قدردان سخن [2] این عبارت فقط در نسخه (ا) است [3] و [4] همچنین در همه نسخه ها.

یک امیر در عهد ما نواب بخشی الممالک روح الله خان مرحوم بود که هجو کنندهٔ خود را نهال کرده. گویند عبدالله بیگ نام منصبداری قطعه در هجوش از راه واسوختگی نظر بر رتبه و اعتبار سکندر خدمتگار انداخته مشهور ساخت مصرع آخرش اینست[۱] ع

رفته رفته این قطعه به نواب رسید مطالعه نموده فرمود که او را حاضر سازند. چون بخدمت آمد آن قطعه را بدستش داد و بگفت این شما فرموده دید. رنگش پرید عرض کرد که نواب سلامت این گه را من خورده ام. تبسم کرد و گفت پریشان حال هم بسیار خواهی بود. گفت نواب سلامت پریشانی و درماندگی من خانه خراب را باین کم طالعی و بی سعادتی بهم رسیده. فرمود که مراتب او برنگارند همراه برده بنظر انور گذرانیده اضافهٔ دوچند و خدمت واقعه نگاری جای برایش گرفته و بخانه آمده یک اسپ و خلعت خاصه و هزار روپیه از طرف خود انعام داده رخصتش فرمود. دران ایام که خدمت خانسامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیده بزمین قصیدهٔ شاه طاهر دکنی ع

تنگ چشمان شگوفه چون سپاه اوزبک

در اهل سخن آن قصیده مشهور است. گفت. یک بیت فقیر اینست ؎

ترک شوخی نکند زان سبب استاد ازل	پیچ اطفال کشیده است فلک را بفلک

معرفت میرزا کاظم منشی و میر غیاث الدین منصور فکرت فرستاد. این هر دو بزرگ باحسن وجوه گذرانیدند. نقلی نیز در میان آوردند که چون ملا وحشی جواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان ملا شاه برآشفتند پیش یک صاحب سخن رفته شکوه کردند که ببینید بی ادبی ملا وحشی را که قصیدهٔ شاه بابا را جواب گفته. آن عزیز گفت که بی ادبی دیگر آنکه به از شاه بابا گفته. نواب خوش وقت شد برای فقیر خدمتی که دلخواه بود تجویز فرمود. حاکم معزول پیغام داد که اگر بحال شوم دو هزار روپیه نذر میگذرانم. فرمود که حالا بسر خویش دادم. بیست و هفت سال است که بسبب آن خدمت در دارالخلافه بآسودگی تمام بسر برده هزاران بهم رسانده و خورده. خدا ایشان غریق رحمت کناد.

دیگر از زمرهٔ امیران حافظ نور محمد میر سامان سرکار نواب گوهر آرائی بیگم. مرد جواد زمانه ماست. چون فیلی از حضور باو انعام شد فقیر این رباعی گذرانیده. رباعی

[۱] فحش است لهذا حذف شد.

چون کرد شهنشاه عنایت ز حضور — فیلی که از و چشم بد دوران دور
شد جلوه‌نما نور محمد بر وی — چون نور تجلّی خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت و برخاست فقیر سر فرود افگنده برخاستم چنانچه کلاونتی بامید تمام پیش امیری رفت و سلامی کرد آن امیر نیز دست بر سر گذاشت ـ کلاونت برگشته و گفت برابر شدیم حالا چه گویم وجه توقع ماند ؏

نی شمع محفلی نی گل چمنی — بنگر بچه روزگار افگنده مرا
در تیره خاک هند کریمی ندیده ایم — از طوطیان کریم کریمی شنیده ایم

دیگر از آشنای رازهای قدیم فقیر شیخ سعدالله نومسلم که به پیش دستی دیوان خالصه شریفه سرافرازی دارد و پدر و عمّش که خواجه رام رای مردمی تخلّص همسایه بودند با هم دوستی داشتیم ـ چون این ناخلف بدولت رسید و برای بعضی خویشان و آشنایان خود خدمتها فرستاده ـ فقیر را نیز هوس شد برای بعضی مطالب ضروری دو کلمه بوی فرستادم ـ کتابت وانکرد ـ تا بجواب چه رسد ـ هرچند گذرانند ه ابرام نمود ـ گفت فرصت ندارم فقیر نیز قطعه و رباعی باین مضمون گفت ـ قطعه

شخصی که روی[1] او نه نماید خدا بکس — سعدالله است بر غلط امروز نام او
چون کور کش بدست فتد صیدی از قضا — ناگه فتاد وحشیِ دولت بدام او
از سادگی نوشتمش احوال خویش[2] را — این باده را ز سهو فگندم بجام او
دم بر نیایدش[3] بجواب کتابتم — گویا که سرمه ریخت سوادش بکام او

رباعی

ای سعدالله با نحوست منسوب — حاصل نشد از تو ام جواب مکتوب
ان شاء الله در همین نزدیکی — بینم چون چنز بهوج ترا هم مغضوب

اگرچه هجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار میداند ـ و مقرر شعر است که قابل هجو را قابل هجو نیز می دانند ـ و دولتمندان این زمانه نه قابل مدح اند و نه قابل هجو اما بهر حال هجو شان لازم است ؏

جز هجا کلک سزاوار نیست — مار که زهر ش نبود مار نیست

---

[1] ن: صورتش [2] ن: خویشتن [3] ن: نیابدش ـ

گاو یست زین گرفته بر شاخ ‌ ‌ ‌ بر پوزش[۱] عقربی نمایان
پیچد بسرش چو باد نخوت ‌ ‌ ‌ نیشی زندش با هر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش ‌ ‌ ‌ صاحب دولت بود بدوران
این هم ز غرور حشمت و جاه ‌ ‌ ‌ بر تابد چونکه سر ز فرمان
بر پوزش نیز هست لازم ‌ ‌ ‌ نیش هجوی ز نکته سنجان

استغفر الله سخن در کجا بود و بکجا کشیده ام - باز بر سر مدعا -

آصف خان جعفر[۲]

از امرای[۳] جهانگیر شاهی بود و سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشت - از مثنوی خسرو شیرین صاحب دیوان است - دو سه بیت از و بسیار مشهور است

زشوقش[۴] آنچه آنجا دید فرهاد ‌ ‌ ‌ مرا اینجا قلم از دست افتاد

در استدعای فرهاد وقت جان کندنش گفت

بتو دارم سپهرا حاجت نو ‌ ‌ ‌ که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون جز این غمم دامن نگیرد ‌ ‌ ‌ که جز من در غم او کس نمیرد

از دیوانش نیز شعری شنیده شد

هر کس که شبی نشست با تو ‌ ‌ ‌ بسیار بروز ما نشیند

مرزا عبدالرحیم جیشی[۵]

شاگرد ملا خیالی است - محمد علی ماهر و این هر دو پیش ملای مذکور مشق سخن میگذرانیدند از وست

کسی که دل تو زگیرد کجا نگهدارد ‌ ‌ ‌ من و دل از تو گرفتن خدا نگهدارد

---

[۱] پوز بمعنی بینی چارپایان [۲] تخلص این شاعر در بعض نسخه ها مختلف است - چنانچه در ج: جافی است و در ب و کا: جعفرا - اما جعفر صحیح است - رجوع شود به مجمع النفائس - خان آرزو [۳] ب: از امرای اکبر شاهی بود در اوائل عهد جهانگیر شاهی ودیعت حیات سپرد [۴] ج: زشوق آنچه آنجا دید فرهاد - همچنین در مجمع النفائس [۵] تخلص این شاعر و هم تخلص استادش در همه نسخه ها مختلف است - چنانچه ج: جنت - ا: جشتی - ب: چشتی - اما جیشی که از نسخه د: گرفته شد صحیح است - رجوع شد به مجمع النفائس - همچنین تخلص استادش در نسخه ب: حالی و در د: حیاتی در ج: جامی و در کا: جلالی است - فقط در نسخه ا: خیالی است و این صحیح است مطابق مجمع النفائس -

آقا نجف قلی[1] جرأت

طبع رسا داشت از وست ؎

انجم افروز شب از ناله جانکاه نست — آسمان[2] کاغذ آتش زده آه منست

میرزا محمد ایوب جودت

سرامد صاحب کمالان و سرحلقه سخنوران است. مضامینش همه بلند و معنیهاش عالی. حافظه‌اش بمرتبه تمام و مدرکه‌اش بدرجه کمال. در قصاید و غزل و رباعی داد تلاش میدهد. من اشعاره ؎

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش — برنگ خار ماهی شانه میروید ز پهلویش

نه تنها زلف او وا رو گره در خاطر عاشق — که برگردیده است از من چو مژگان هر سر مویش[3]

چه امکان وا رود از لعل تمنا گره مطلب‌ها — شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لب‌ها

چه غم از دست برد ناله وارد داغ هجرانم — چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم

راز خلق افشا نه سازد هر که ترسد از خدا — بند بند از هم جدا شد قرعهٔ رمّال را

ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران[4] را — ز بالا هر که می بیند سوی پستی هراس آید

کیست کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود — ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود

هنر را آنقدر الفت بجسم ناتوانم شد — که جوهر وار چون دندان ماهی استخوانم شد

مردان ازین بیابان رفتند لنگ لنگان — بنگر که پای چوبین منصور از دار است

بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان — بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد

علاج سوز پنهانم ز افلاطون نمی آید — که هضمم از طبیدن ماند چون یاقوت بیمارم

دلی بی کینه دارم کز جز الفت نمی داند — بود یکسورهٔ اخلاص قرآنی که من دارم

حکیم حاذق

از امرای معتبر پادشاهی بود و دیوانی ضخیم ترتیب داده اشعارش بطرز قدما راست براست است و این بیت او خالی از دردی نیست. و در سخنوران مشهور است ؎

دلم هیچ تسلی نمی شود حاذق — بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

[1] ب پ ج: نجف علی جرأت [2] ه: آسمان کاغذ آتش زده از آه نست [3] ب: که برگردیده از من همچو مژگان هر سر مویش [4] ب: خاکساریرا

وزین دوبیت نیز تلاشی کرده مشهور است و از لطافت خالی نه

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا [۱] — بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل — میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

وله

نمود فاش بدانسان که گو شهان شنید — سکوت من[۲] سخن نارسیده بر لب را

حسین مشهدی

خوش فکر بود این دوبیت او از میر معز شنیده شد

یاقوت با لب تو دم از رنگ میزند — این خون گرفته بین که چه بر سنگ میزند

از تو تا دوست یک نفس راه است — تو حجابی و حجر الله است

میر حشمتی[۲]

در اکبر آباد یکشب باوی اتفاق صحبت افتاده بود - با شیدا صحبت داشته دیوانی ضخیم بطرز قدیم دارد یک بیت او اندک مزه دارد

موی سر کردم سفید و هیچ کارم سر نشد — دست و پای میزنم اکنون که آب از سر گذشت

روزی نقل کرد که شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت روزی بمن گفت میر تو در شعر جای شکسته بند آورده ، گفتم گردن شما بشکنند شکسته بند بیارم[۳]

محمد بیگ حقیقی

در گجرات بسر میبرد طبعی درست داشت از وست

در حقیقت دگری نیست خدائیم همه — لیک از گردش یک نقطه جدائیم همه

۱؎ ج وله : روزی پیش ملا شیدا این مطلع خود را برخوانده بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا - بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا شیدا گفت صاحب این شعر در امردی گفته باشند حکیم بر آشفت و او را در حوض غوطه‌ها داد - بیت دوم نیز خالی از ادائی نیست

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل — میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

۲؎ ب : این ۳ ۵ ا : میر حشمت - ب وله : میر حشمتی ۴؎ در اوائل مشق بمن یازده سالگی مطلع گفته بودم

بر چشم او خطی نه ز ابرو کشیده اند — مدی بود که بر سر آهو کشیده اثار

بالای چشم ابروی مشکین آن غزال — مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

یاران از دیوان فیضی مصراع آخر بر آوردند و فقیر از این بیت خاقانی بفکر این فهم معنی افتاده بود که گفته است

آسا قه بفرق شه کامیاب — چو مد الف بر سر آفتاب

یاران در جواب این مطلع فکرها کردند. محمد فاروق باری مطلع رسانید ؎

قطره نگریست که از بحر جدائیم همه　　بحر بر قطره بخندید که مائیم همه

گویند روزی مست بخانهٔ آمد که در آنجا گذر پریان بود. شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ در دست داشت نظر بر آن کرده گفت ع

چه رنگ است این چه رنگ است این چه رنگ است

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچکس نبود آواز برآمد ع

بمینای زمرد گون می لعل

چنانچه همه حاضران مجلس بشنیدند.

شیخ محمود حیران[1]

می خواست که بتقلید ناصر علی راه رود. راه اصلی خود هم گم کرده. حیران است ؎

آهو شنیده ایم و ندیدیم جز رمی　　نقش جهان بگردش چشم که بسته اند

امشب[2] که بزم بی رخ تو دل طپیده است　　نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است

ره میبرد بگوش نگه چون صدای چاک　　چشم جهان ز شوق تو جیب دریده است

بنیرنگی دل صد داغ من گردیده پامالش　　که نقش صد چمن طاوس نقش پا بود بنالش

بخلوتخانهٔ دل رفت و پیدا کرده عالم را　　درین آئینه خود بنشست تمیز من باید تمثالش

محمد ابراهیم خلیل

محمد ابراهیم[3] اصالت خان خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدرآباد خلیل تخلص میکرد و طبعی درست داشت و با فقیر یار بود ؎

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم　　تشنه لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق بیش از تیغ تیزی کرده است　　بی قیامت رستخیزی کرده است

۱۔ ب: ا: عنوانی ۵۲ ذکر این شاعر از نسخه ب: افتاده است. ولیکن این همه اشعار در ذکر محمد بیگ حقیقی مرقوم است ۵۳ لا: امشب که بزم بی تو رخ دل طپیده است ۵۴ لا: که ۵۵ در نسخه ب: ذکر این صاحب سخن بدین طور آمده است محمد ابراهیم خلیل تخلص که اصالت خان خطاب داشت والحال نجیب خان شده است خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدرآباد است. خان مهربانِ قابل. دوست صاحب همت. عالی نسب و عیاش طبع و خوش صحبت و خوش خلق و خوش رو است و خوش ذهن. با فقیر مولف مدتی همسایه هم صحبت بود. گاه گاه فکر شعر هم میکرد.

روزی نجابت خان برادر کلانش بایشان این بیت در خط نوشت

دو نعمت است که بالاترین نعمتهاست　　شراب خوردن و در پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید رفتم - دیدم که دست شراب است و بر روی سبزه ترمی غلطید همراه دیده گفت که جواب این بیت نود باید گفت که به برادر عزیز انگارم - فقیر بدیهه نظر بحالش کرده گفت

خوش است جام می ناب با تو نوشیدن　　چو گل شگفتن و بر روی سبزه غلطیدن
بغافلان طرب برق چشمکی زد و گفت　　برون نرفته[۵۱] ز خود ناخوش است خندیدن
یک از فواید عزلت[۵۲] خود این بفرست است　　که پا شکسته نیارد[۵۳] پیاده گردیدن[۵۴]

میرزا خلیل

جوان قابل و خوش خلق و منشی بطبیعت رسا بود چندی در ملازمت نواب قدسی القاب زیب النسا بیگم خلف[۵۵] شاه عالمگیر شرف اندوزی داشت - زیب المنشآت را که تالیف آن بیگم والا صفات است ترتیب میداد[۵۶] - منه

حاجت بگفتگوی ندارد بیان ما　　سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما
سامان نو بهار به این تازگی کجاست　　رنگ شکسته ریخته وار و خزان ما
برای خاطر مجنون بهشت نالان است　　هوا که بیست اگر خانه گریبان است
غم وطن نبود در دل مسافر عشق　　بچشم او چو رسا سرمه صفاهان است
پیرانه سر نخوری گفتم دگر تو دانی　　در ماهتاب منشین با خرقه کتانی[۵۷]

شبی فقیر در خواب می بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفته استاده است میرزا خلیل مذکور فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید که حضرت سلامت سرخوش است شاعر - من از میرزا پرسیدم که این کدام بزرگی است میگوید که حضرت مرتضی علی ولی الله کرم الله وجهه - من دوباره سر در قدم مبارکش میگذارم دست بر پشت من زده سر مرا برداشته فرمودند که سرخوش هیچ تو شاعر در عهد تو کسی

---

۵۱ و : برون نجسته ز خود ۵۲ ب : غفلت ۵۳ ه : بباید ۵۴ ب : بسیار محظوظ شده هر سه بیت میرزا در جواب نوشت دیر صحبت‌ها بسیار عیش ها کردم - خدا سلامت دارد ۵۵ ب : صبحگاهان ۵۶ ب : بعد از آن منصب از بادشاهی شده پیشدست میر بخشی شده چندی خدمت واقعه نگاری جائی داشت - حالا ودیعت حیات سپرده - با فقیر بسیار گرمجوشی ها میکرد ۵۷ ب : در

نخواهد بود[۵۱]۔

محمد حسین خالص

در عهد عالمگیر شاه از ولایت بهند آمده بطرف دکن اکثر گذرانیده۔ قصاید و مثنوی و دیوانی مختصر دارد۔ اشعارش پخته است اما بطرز قدیم۔ این بیت را قوالان در ترانها بستهاند و میخوانند۔ اما میدانستم که از شعرای قدیم است در دیوانش بر آمده ؎

غبار راه گشتم سرمه گشتم توتیا گشتم — بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم

بهر صورت که گردیدم نبردم راه در کویش — نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بهار از من — بهار از تو گل از تو هر دو عالم از تو یار از من

مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد — چمن از تو گل از تو بلبل از تو ناله زار از من[۵۲]

نواب عبدالرحیم خانخانان

خلف بیرم خان از امرای عمده و خوانین عظام اکبر شاهی و جهانگیر شاهی بوده در شجاعت و ملک گیری یگانه و در سخاوت و بخشش حاتم زمانه۔ در فهم و فراست ضرب المثل و در دقیقه یابی و ادا فهمی بی بدل در داد سخن دادن ادا ها نموده که چشم کسی ندیده در جود و کرم کارها دست بسته کرده که گوش احدی نشنیده۔ چنانچه تفصیل احسان و بخشش آنجناب در کتاب "مآثر رحیمی" که میر عبدالباقی تالیف نموده مشروحاً ایراد یافته شیخ فیضی بخشی الممالک اکبر بادشاه در مدحش چنین درفشانی کرده ؎

خانخانان عهار کا نعامش — طبع را رخصت شگفتن داد

داشت چون اعتماد بر شعرا — صله پیش از مدیح گفتن داد

ملا تقی الدین شوستری غیوری تخلص این رباعی در مدحش گفته۔

غیوری — خانخانان سر ملائک را تاج — آوازه اش از نسیم و گل گیرد باج

۵۱ب ورق ۸: و فقیر مدتی در تردد بود که قول شاه ولایت چنین است حال آنکه هیچو من در عصر من اکثر اعزه هستند میرزا محمد بیگ گکهر که از اهل الله بود۔ گفت که تو هم شاعری و هم عارف صاحب دو صفت کمالی ؎

قرنها باید که تا یک کودکی از راه عقل — عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازه یا بیست هیچو تو صاحب تلاش در عهد تو نیست۔

۵۲ ج: قطرهٔ ابر چو خالص بزمین آمد گفت — خاک بر فرق کسی کز وطن آید بیرون

هرگه که بتخت معدلت بنشیند — موسیٰ است بطور مصطفیٰ در معراج

صاحب سخنانی که دران عصر بودند همه بمدح و ثنای آن سپه سالار بخت جوان رطب اللسان بودند۔ باد فروشان در اشعار بزبان هندی مبالغه ها از حد گذرانیده بصلات و انعامات لائقه مفتخر و مباهی گشته اند۔ خود نیز گاه گاه طبع آزمائی میکرد و برباعی و بیتی و دوهره زبان را گل افشان می نمود۔ معنیٔ «کلام الملوک ملوک الکلام» از عبارتش واضح و لائح است۔ یک رباعی و یک بیت ایشان بالفعل بخاطر بود قلمی گردید۔

رباعی

درقصهٔ عشق مرد ناگویا به — اندیشهٔ عشق و خون دل یکجا به
تا قدر وصال دوست ظاهر گردد — همچو شب قدر وصل ناپیدا به

وله

نیم فضول که جویم وصال همچو توئی — بس است همچو منی را خیال همچو توئی

فقیر سرخوش درجواب این بیت گفته

کجاست درک حقیقت مجال همچو توئی — بود ز خویش گذشتن کمال همچو توئی

چون ذکر احوال کریمان محرک سلسلهٔ شوق جود و عطا ست۔ و باعث سرنگونی ممسکان حیله گر بی حیا نقلی چند از سخاوت و احسان آن کان کرم بقید رقم در می آید۔

نقل۔ برهمنی بی برگ و نوا بدست یکی از مقربان معروض داشت که من و تو هم لقیم از حال من اینقدر غافل چرائی۔ نواب سپه سالار شنیده او را طلبیده بر پهلوی خود نشانده و تفقد احوالش نمود وقت رخصت نقد و جنس آنقدر بخشید که از ورطهٔ افلاس بر آمد۔ مقربان التماس نمودند که این هندو چگونه نسبت هم لقمی بنواب دارد۔ فرمود که سمپدا و بپتا[1] هردو خواهرانند۔ سمپدا که عبارت از تونگری باشد در عقد من است و بپتا که معنیش مفلسی باشد در حبالهٔ اوست۔

نقل۔ گویند ملا نوعی که یکی از مداحان این خدیو کشور کشا بود۔ قصاید و ساقی نامه در مدح آن سپه سالار گفته۔ مکرر صلات و انعام لائقه یافته۔ یکدفعه بجائزهٔ ده هزار روپیه نقد و خلعت خاصه و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سربلند گشته۔ چنانچه ملا رستمی گوید

ز نعمت نوعی رسید آن پایه — که یافت میر معزی ز دولت سنجر

[1] سمپدا و بپتا هردو الفاظ زبان هندی است۔

زگلبن املش صبا چمن گل امید　　　شگفت تا که بمدح تو شد زبان آور

عرفی و نظیری وغیرہما ہر که مدحت این ستوده زمانه گفته صله و جائزه بکام آرزو یافته۔

نقل۔ گویند جهانگیر بادشاه بادفروشی را بسبب تقصیری فرمود که زیر پائی فیل اندازند۔ باد فروش فریاد برآورد که بادشاه سلامت من بادفروشم ضعیف و حقیر چه لائق پائی فیلم مرا در پای بلبلی شکنجشکی و صعوه باید انداخت۔ زیر پائی فیل خانخانان را باید انداخت۔ بادشاه تبسم نموده از سر قتلش در گذشت۔ نواب سپه سالار شنیده چند هزار روپیه انعام بآن بادفروش فرستاد۔

نقل دیگر گویند بادفروشی شعری بزبان هندی گفته آورد مضمونش آنکه جفت سرخاب که روز واصل و شب از هم جدا می باشد نر با ماده میگوید که وقت آن رسید که شب که در میان من و تو پرده مفارقت می اندازد از عالم برطرف شود ما را وصال دائمی میسر آید۔ ماده گفت چگونه گفت نواب خانخانان جواد دست به بخشش و بذل کشاده خزائن تمام عالم را بخشیده دست بکوه سمیر می اندازد و زرش را نیز بغارت میدهد۔ شب که آفتاب در پس آن پنهان میشود دیگر توانا نشد۔ در عالم همیشه روز خواهد بود و ما باهم یکجا خواهیم بود۔ مقرر اهل هند است که سمیر کوهی است از طلا و محیط است بکره زمین و بحساب آنها هر روز آفتاب در پس آن غروب می شود و هم از افق آن سر بر می زند۔ نواب گنج بخش فرمود که چند ساله عرض کرد سی و پنج ساله ام۔ فرمود عمر آدمی چند است گفت نهایت صد سال۔ فرمود که سی و پنج سال وضع کرده شصت و پنج ساله طلب این بحساب پنج روپیه یومیه شمار کرده بدهند که تا باقی عمر محتاج کس نماند۔

نقل۔ گویند طعام می خورد و خدمتگاری که بر سرش ایستاده مگس رانی می کرد بگریه در آمد۔ پرسید چرا گریه میکنی عرض کرد که از انقلاب زمانه۔ فرمود که تو چه کسی و پسر کیستی۔ گفت فلان بن فلان خان۔ نواب بر سبیل امتحان پرسید که اگر دولتمند زاده بگو که در مرغ کدام چیز لذیذتر است گفت پوست مرغ۔ نواب رحیم دل فرمود که دستهایش بشویند برابر خود بسفره نشانده و در صدد احوال پرسی وارزش شد۔ و در اندک فرصت بپایه دولت رسانید۔ بعد از چندگاه خدمتگاری دیگر از راه تقلید بگریست۔ نواب قدردان استفسار احوالش نموده۔ همان طرز تقریر نمود۔ فرمود اگر صادقی بگو که در گاو کدام چیز لذیذتر است۔ مقلد احمق گفت پوست گاو۔ نواب خنده کرده واو را نیز از

فضل و کرم محروم نگذاشت۔

نقل۔ روزی که بحکم جهانگیر شاه مهابت خان بتقریبی نواب را در قید داشت۔ سرهای دو پسر رشید ایشان را بریده در خوانی گذاشته و خوان پوش انداخته پیش نواب فرستاد۔ نواب بتلاوت قرآن مجید مشغول بود۔ خوان آورده پیش نظرش گذاشتند پرسید که چه چیز است آرنده عرض کرد که نواب مهابت خان تربزها برای شما فرستاده چون سرخوانها وا کردند سرهای پسران خود را دید۔ تبسم کرد و گفت مهابت خان برای ما تربزهای شهیدی فرستاده۔

نقل۔ گویند روزی با راجه مان سنگهه نرد بازی میکرد و باهم شرط بستند هر که بازی ببازد یکبار آواز گربه کند۔ قضا را نواب بازی باخت از جا برخاست و عزم رفتن محل کرد۔ راجه دامن گرفت که شرط ما بجا آرید۔ گفت می آیم۔ درین لفظ ادای آواز گربه کرد۔

نقل۔ گویند مصوری شبیه زنی غسل کرده نشسته و کنیزی بر کف پای او سنگ پا میزند کشیده در سر سواری گذرانید۔ یکنظر دیده بر بالش پالکی گذاشته برای مجرای بادشاه رفت۔ وقت برگشتن مصور خود را نمودار ساخت۔ فرمود که پنجهزار روپیه بدهید۔ صورت گر عرض کرد که تصویر من پنجهزار روپیه زیاده نمی ارزد۔ اما صنعتی که درین کرده ام اگر نواب واقف شده داد من میدهند میگیرم۔ فرمود صنعت کار تو همین است که در وقت سنگپا زدن خارشی در کف پا می شود اثر بشاشت از آن در رنگ رخسارهای این تصویر نمایان کردم۔ مصور گردپالکی آن دقیقه یاب گردید۔

حکایت۔ درویشی ملکی صفات در پرگنه از جاگیر نواب مدد معاش داشت۔ عامل آنجا سند مجدد ازو درخواست نمود۔ درویش بخدمت نواب آمده عرض حال کرد۔ بمنشی امر شد که پروانه در باب معافی محصول این درویش بنگارد۔ و مجلس سرود گرم بود۔ درویش را وجد و حال دست داد برقص آمد و بفرحت تمام چرخها میزد۔ هرگاه از پیش نواب میگذشت۔ در عین حال میگفت که پروانه نوشتند۔ نواب میفرمود می نگارند۔ باز چرخهامی زد و هرگاه پیش نواب گذشت در عین حال میگفت پروانه نگاشتند۔ مهر کردند۔ نواب بتاکید تمام نویسانده و مهر نموده بدستش داد۔ بر سر گذاشته رقص ها کرد۔ چون مجلس تمام شد درویش مرخص گشت۔ مصاحبان بخنده در آمدند که عجیب صوفی طاماتی بود۔ صوفی در وقت حال باید که بی خبر و مدهوش بود۔ نواب گفت

کامل الحال بود چون خطرهٔ پروانه دران وقت در خاطرش بند میشد برای رفع آن میگفت که زود پروانه حاصل شود که وجد بفراغ دل بکنم۔

مرزا خلقی[۵۱]

خوش سخن بود همین بیت ازو بارست افتاد ؎

رسید بر سر بالین بوقت نزع یار | چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد

قاسم خان خازن[۵۲]

یک[۵۳] بیت نیز ازو بگوش خورده خالی از ادائی نیست ؎

نگاهم را بدام افتاد عکس شعله پردازی | خمش ای هم نفس یکدم که در صید پریزادم

میرزا رضی دانش

در عهد شاهجهان بادشاه بهند آمده گوی بلاغت از اقران ربوده۔ بسیار خوش اندیشه و صاحب تلاش و معنی یاب بوده۔ شاهزاده[۵۴] بلند اقبال ولی عهد بادشاه عالم پناه این بیتش را گوش کرده طرح نموده ؎

تاک را سیراب کن ای ابر نیسان در بهار | قطره[۵۵] تا می تواند شد چرا گوهر شود

هر کس موافق طبع خود در جواب آن تلاش کرده۔ شاهزاده نیز بیتی رسانده ؎

سلطنت سهل است خود را آشنای فقر کن | قطره تا دریا تواند شد چرا گوهر شود

من اشعار دانش ؎

رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت | روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

خدا از دست دشمن کار محتاجان برون آرد | خم می محتسب بشکست عید باده خواران شد

شکست شیشه و می ریخته است دل تنگم | بهال برگ خزان دیده می پرد رنگم

دران وادی که من میگردم آبادی نمی باشد | سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوئی

۵۱ج: میرداعی ۵۲ج: قاسم خان دیوان ۵۳نسخهٔ ب: در ذکر این شاعر عبارت ذیل نیز دارد:۔
"یک دو مرتبه او را در خانه دیدم بسیار بر خود مغرور بود۔ ابتذال شعر هر کس برمی آرد۔ کمالش این بود که معنی نابستهٔ نداره فقیر چند شعر خود برخواند۔ گفتم ابتذال برآرد۔ در باتد تحسینها کرده شاعر پخته بود"
۵۴ج: داراشکوه ۵۵د: قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود۔

همچو دزدی که بباغ از گذر آب رود — از رگ تاک بمیخانه رهی پیدا کن
باغ را از رخنهٔ دیوار می بینم مباد — باغبان تا در کشاید موسم گل بگذرد
بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت — دولتِ تیزی که می گویند شمشیر تو بود
تو چون سیل از بر مستان گذشتی — چو صحرا سینهٔ چاکی بما ماند
نشان آب حیاتم چه می دهی ای خضر — کجاست سرمهٔ از دیدهٔ نهان گشتن
فرصتی خواهم که یکشب با تو بزم آرا شوم — میکنم تا شمع روشن صبح روشن می شود
کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمی خواهد — خورم گر آب شیرینی بیاد م کوهکن آید
چون سر زلفش بدستم افتد از خود می روم — همچو طفلان اول شب خواب میگیرد مرا
روز وصل تو گم کنم خود را — نو بدولت رسیده را مانم[۱]

میرزا رفیع دستور

در اول عهد جهانگیری درگذشته در سخنوری و نکته سنجی دستور العمل بوده - دو رباعی از و بخاطر هست

ای درد توام قرین قرین را چه کنم — دین پردهٔ روی تست دین را چه کنم
ز اندیشهٔ غیر تو تهی سازم دل — فکر تو حجاب تست این را چه کنم

از مهر شهود عکس آن بدر منیر — گردی شده نور دلبری عالمگیر
عالم همه آیینه و انسان در وی — جامی است ز آیینه که شد عکس پذیر

ملا دانا

بعنوان نشیگری در سرکار[۲] امرای عظام بسر میبرد - صاحب تلاش و معنی یاب بوده - این چند بیت از زادهای طبع اوست

در عشق ابلهی ست بتقلید گفتگو — این راه را چو سایه بپای کسان مپو
بر بند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر — بفروش خویش را و نگهدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون هلال — مصرعهٔ برجسته باید گو پس از ماهی رسد

---

۱ ب: لب تشنه تیغیم بگو قاتلِ ما را — کو آب که شیرینی جان زد دل ما را
۲ ب: در سرکار امیر خان منسلک بود۔

محمد امین ذوقی[1]

صاحب مذاقِ چاشنی سخن بوده - یک بیت از و بیاد است ؎

گناهم را عذابی باید از دوزخ فزون ترسم   که سوزاندم بداغ هجر فردای قیامت هم

عاقل خان رازی[2]

در عنفوان[3] جوانی مشق شعر کرده کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفته بیشتر مطالب نسخهٔ امواج خوبی بنظم آورده - چند تصنیف بی مزه دیگر هم دارد این دو بیت از وست ؎

عشق که آسان نمود آه چه دشوار بود   هجر که دشوار بود یار چه آسان گرفت

تنها نشسته ایم و طلبگار چون خودیم   مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم

میرزا حسن بیگ رفیع

پیش نذر محمد خان والی توران بخدمت منشی گری علاقه داشت - چون بهند آمد بادشاه قدردان شاهجهان او را بمنصب پانصدی سرفراز ساخت و در عهد عالمگیر شاه بخدمت دیوان بیوتات کشمیر شرف اندوز گردید آخر در دار الخلافه باجل طبعی درگذشت[4] - چون بادشاه او را خدمت جائی میفرمود - بنودی تغیر نموده بحضور می طلبید این بیت گفته گذرانید ؎

یک زمان فاصله نیست سفرهای مرا   رفتن و آمدن من به نفس می ماند

بر این بیت خود اکثر فخر میکرد - شهرت تمام دارد ؎

عمر گر خوش گذرد زندگی خضر کم است   ور بنا خوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد که بنا خوش درست نیست یا ناخوش می باید گفت یا بناخوشی - مرزا شنیده "بتلخی گذرد" درست کرده - اما شعر از مزه افتاد - دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد مثنوی در تعریف شاهجهان آباد گفته چنانچه در تعریف تخت مرصع کار گوید ؎

---

[1] ج: دریا [2] و: رازی ج: رجا [3] نسخه ب: اینجا عبارت ذیل دارد :-
"نواب عاقل خان رازی صاحب صوبه دار الخلافه شاهجهان آباد - امیر با تدبیر - عادل - انصاف گستر - رعیت پرور نیک نیت حق شناس صوفی مشرب است - خلق خدا در سایه احسان و الطاف او آسوده و مرفه الحال در عالم جوانی مشق شعر بسیار کرده - کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی روم عارفانه فرموده - گل و بلبل - شمع و پروانه - قصه پادشاه و ... مالت را بنظم آورده نام نهاده - در اینجا داد سخنوری داده خدایش دیرگاه داراد"

[4] ب: یکچند با فقیر هجو کی بود شبها با هم صحبت میداشتیم - در جالاکی طبع فقیر حیران میشد مرد بی بدل بود خدایش بیامرزد -

اگر پاسبانش شود مست خواب | بروبش فشاند ز یاقوت آب

درصفت عمارات عالی بنیاد پادشاهی خوب گفته ؎

خدا[1] ز فقش را بجایی رساند | که آتش زهمرایی سنگ ماند

درتعریف انار باغ حیات بخش گفته ؎

انار دلکش آن تازه بستان | بود بی دانه همچو نار پستان

نواب علیة[2] العالیه بیگم صاحب این بیت را بسیار خوش کرده پانصد روپیه صله دادند. این رباعی

درتنزل احوال خود گفته بعرض عالمگیر شاه رساند که بیت آخرش این است ؎

گفتم[3] قدمی پیش روم پس رفتم | در بخت نظیر پای معکوسم من

این چند شعر از زادهای طبع اوست ؎

چو رشته از گهر گر لباس پوشانی | برآورم سر خود را همان به عریانی

چو غنچه نکهت بود در میان خرمن گل | نشسته ام بدل جمع در پریشانی

خوشم که غیر نگنجد میانهٔ من و تو | چو خاتم و نگین بست خانهٔ من و تو

از وطن یاری نیاید با من شیدا برون | آمدم مانند دست از آستین تنها برون

خویش را آشنای حرف مکن | لفظ امتحان کاتب باش

ای حریص این همه فریاد ز دل تنگی چیست | شکرها کن که دولت جای طپیدن دارد

چها[4] کنم دل او گر شود بفرمانم | جنون بسر زده را دسترس بسنگ مباد

بی لب لعل تو می خوردیم دل راز شراب | محتسب بنشین که ما را باده خود کرد[5] احتساب

سید پاک گوهر میر محمد علی رائج

از سادات سیالکوت مرد بیست قلندر وضع۔ آزاد مشرب. مشق سخن را پخته کرده. صاحب فکر

ومعنی بلند است از وست ؎

جز هوای نبود این همه ما و من ما | خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

۱ھ د: قضا ۲ھ لا: علیة العالیه ۳ھ ب: خواهم ۴ھ د: چها کنم که دل او شود بفرمانم ۵ھ ب: باده خود گیرد حساب.

هر که را دنیا و دین هر دو به مطلب باشد	در نظر جلوهٔ قرآن مذهب باشد
ای حریفان را براهت رفته از سر هوش ها	ز انتظارت دیدهٔ قربانیان آغوشها
ز چین ابروی او جوهر شمشیر میریزد	ز ند مژگان چو بر هم یک نیستان تیر میریزد
که جز بر صفحهٔ وحدت توان بست نقش او	ز رنگ خود مصوّر رنگ این تصویر میریزد
رهت زسعی وصل یار ورنه مطلب آسان بود	نمی شد گر برون از آستین دست تو دامان بود
بجنگ ما و من روزیکه از وحدت کمر بستیم	زخود بیرون شدنها در کفم شمشیر عریان بود

سیّد والا نسب محمد زمان راسخ

از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جهانست طبعی عالی و فکر رسا دارد - و در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میدهد - صفائی ذهن و حدت طبع او بمرتبه کمال است - فقیر سرخوش مطلعی گفته بود - میر معز وغیره صاحب سخنان همه خوش کرده و پسندیده بودند - هیچکس جای انگشت نداشت ؎

سرخوش   باندک تلخی اندوه عشر تهانمی ارزد   به تشویش خلال این نعمت دنیانمی ارزد

میر شنیده گفت لفظ تلخی بیجاست - همان ساعت فکر کرده لفظ کاوش بجای آن رسانیده[۲] فقیر را بین قدر اصلاح او را استاد خود میدانم[۳] - و در شهر سرهند بولبعت حیات سپرد - تاریخ رحلت آن عزیز الوجود فقیر چنین یافته ؎

محمد زمان راسخ خوش خیال	در بغا بجان آفرین جان سپرد
چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست	خرد گفت بادل که راسخ بمرد

دیگر مادهٔ تاریخ این مصرع است ع

راسخ دم بود محمد زمان

این شعرها از زادهای طبع اوست - ادائی دارد ؎

بادی از شام غم ناله خموشان کردیم	مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم
جامهٔ صبر به بالای جنون تنگ آمد	هر چه از دست بر آمد بگریبان کردیم

[۱] این بیت در بعضی نسخه ها نیست ۵۲ ا - ۲ الحق جانی این لفظ در قالب شعر دمید ۵۳ ب - ۳ در اکبرآباد مدتی باهم صحبت داشته ایم - ۴ مشق ها کرده ایم -

زگلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد — گشاد بال قمری باغ را چاک گریبان شد
خرابی های عاشق بر فروزد رنگ رخسارش[۱] — پریدنهای رنگم آتشش را باد دامان شد

از ظهور عشق عالم یک تجلی بیش نیست — ریخت رنگی در پریدن طرح این کاشانه نیست

بود از ورد وحشت تشنه در خون طپیدنها — شود دامن ته پا صید را گرد رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم — چو چشم خفته بگذشتم ببال آرمیدنها

اثر بنالهٔ عاشق ز اضطراب خود است — چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش است ز جام شراب تشنه لبی — جبین بادیه را صندل از سراب خود است

یاد چشم سرمه آلودش ز خویشم می برد — میکند گرد رم آهو ز خود پنهان مرا
جلوه گاه آه گرمم گر شود صحرا نها — خشک گردد می چو خون نافه در پیدا نها

خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست — میپرد همچون شرر از شوق چشم وا نها

گشت خون از زور عشق آخر دل غم پیشه ام — از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام
هر[۲] قدم در بی ستون خون دل گم کرده ام — با شکست شیشه می جوشد صدای تیشه ام

میر روحی

برحقیقت او کماهی آگاهی نیست یک شعر او بمن رسیده و خوش آمده ؎

بکیش سخت دلان هم فسردگی ننگ است — گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

آقا رضوی[۳]

یکتا بیت او از بیاض شاه ماهر انتخاب شده است ؎

بر ندارد عشق هرگز دست از دامان حسن — گر بسوزی سرو را قمری سمندر می شود

محمد[۴] رضی کشمیری

یک بیت او بنظر خوش گذاه اهل سخن گشته - خوش اندیشه بوده است ؎

محبت را بس از قطع محبت لذتی باشد — که شاخ نخل پیوندی بر از اول ثمر گیرد

۱ ب: حسن رخسارش ۲ ج: هر قدم در بی ستون غم دل گم کرده ام ۳ ب: رضی ۴ ب: محمد بن ضیا کشمیری ج: محمد ضیا کشمیری -

ملا رضوان

از ولایت آمده در لاهور توطن گرفته بود[۱] ـ صاحب دو بیت بیش نبود ـ دران دو بیت نیز

ابتذال برآورده بیچاره را پیمانه ساختند ؎

گر ساقی کمر در خدمت میخانه می بندد
که چون نرگس بهر انگشت خود پیمانه می بندد[۲]

معنی این رباعی را تازه یافته بود و یاران پسند نمودند ـ مطلع بخاطر نیست ؎

چون پیر شدی مشو ز مردن غافل
صبح شب مهتاب نهان می باشد[۳]

حاجی محمد جان قدسی یک بیت در جواب بیت اولش رسانده ؎

یکجام خادم نبود کاش چو نرگس
بودی بهر انگشت مرا ساغر دیگر

زکی همدانی

از احوال او کماهی اطلاع نه ـ این سه بیت از وست ؎

نه نکهتی ز گلی نی پیامی از خاری
درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بود از زخم ورنه فرقی نیست
میان چاک دلی و شگاف دیواری

اگر حریف بلای هلاک خویش مخواه
چرا که آرزوی مرگ عافیت طلبی ست

زمانا[۴]

در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود ـ این چند بیت اوست ؎

درد سر کیفیت پیمانه فرزانگی ست
نشئه آسودگی در بادهٔ دیوانگی ست

می تغافل از تو می بینم نه روی دل ز جور
گر چنین است آشنائی صرفهٔ بیگانگی ست

قوت بال طلب تا هست کوتاهی مکن
از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی ست

آنچه می روی تو منظور نظر داشته ایم[۵]
آستین است که بر دیدهٔ تر داشته ایم

اشک ما در ره طلب تخت روان بست مرا
زحمت کام ازین پای به سر داشته ایم

---

۱ ب: سرکار شاهجهان آباد نیز آمده با آگره ... میکرد ۲ ب: این بیت که در سخنوری فخر میکرد از دیوان محمد جان قدسی ابتذال آن دیده شد ۳ ب: فقیر این معنی را چنین درست کرد ـ سخن خویش ؎

قند یاقوت ز آب رنگ پیش لعل می نوشش
بود صبح شب مهتاب گوهر دندان گو خندش

۴ ذکر این شاعر در نسخه ب نیست ـ ۵: زمان ۵ ج: داشته ام ـ

محمد قلی سلیم

در زمان شاهجهان بادشاه از ولایت بهند آمده داد خوشخیالی و معنی یابی داده - در ملازمت نواب اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید[1] - وشعرهای برجسته دارد - از وست ؎

چشم تو زبیماری خود بر سر ناز است — مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خرابا تم و غمم این است — که بادهٔ آتش سوزان کاسهٔ چوبین است

دل چو شد گرم تری جلوهٔ معشوق کند — ماهی موم با آتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چو کاغذ آتش زده — داغهای سینه ام باهم بجنگ افتاده است

تو آن از دانهای سبحه دانست — که دلها را بدلها هست راهی

نوبهار است و چمن در پی سامان گل است — ابر بر روی هوا و دو چراغان[2] گل است

بسته کمر کنیم از قبضهٔ کمان او — در کشتن من تیغش افتاده بیک پهلو

بیماری چشمش را تعویذ چو بنویسند — از پردهٔ چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد — که مونتوانند از شرم کرد شد سفید اینجا

کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم — در هند سیه بختی خود شاه سلیم

سالک یزدی[3] و سالک قزوینی

هر دو همعصر بودند - در عهد شاهجهان بادشاه در هندوستان آمده کوس سخنوری نواختند[4] - در تلاش سخن و کوشش معنی یابی هر دو کامل و استاد فن - اما غیرت آنقدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کرده اند - این چند بیت از سالک یزدی[5] است ؎

شکست شیشهٔ خاطر ز ساغرم پیداست — چو لاله داغ دل از کاسهٔ سرم پیداست

جواب نامهٔ من غیر ناامیدی نیست — ز دست سودن بال کبوترم پیداست

از بس پریشت کرده ام آشفته نالها — چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

---

[1] نواب هرگاه ذوق شعر خوانی پیدا می کرد میفرمود که دیوان سلیم که مضامین هر شعر در دست بیارید - یعنی بحر مواج بود - معنی از هر کسی یافت می بست - سوای این از خود هم شعرهای برجسته دارد [2] ب : حریفان [3] ب : هروی [4] ب :
در اواخر عهد شاهجهان و دیعت حیات سپردند [5] ب : هروی -

در دور رخت[٥١] زلف بصد قیمت جانست — دیوانه زبس پر شده زنجیر گرانست

عجب مدار که طوطی شود شریک هما — شکر ز درد تو در شیر استخوان دارم

ز دست یکسر ناخن مدد نمیخواهم — برنگ غنچه بدل شوق جامه در دارم

از ما به اسیران قفس باد بشارت — کز بیضه بیک[٥٢] منزلی دام رسیدیم

صحبت ما عاقبت با دوست در خواهد گرفت — ما سراپا خار خشکیم او سراپا آتش است

من اشعار بلاغت شعار سالک قزوینی

کبک از حیرت رفتار قیامت زا یش — بسکه ایستاده[٥٣] بره ریخته خون در پایش

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش — طاوس اسیر است به گلدام پر خویش

چین بر جبین ز جنبش هر خس نمی زنند — دریا دلان چو آب گهر آرمیده اند

ساير[٥٤] مشهدی

شاعر خوش خیال بوده و بهند نیامده - این چند بیت او از بیاض میر معز موسوی برداشته شده[٥]

پر تو عمر چراغیست که در بزم وجود — به نسیم مژه بر هم زدنی خاموشست

میخانها ز گردش چشمی خراب شد — خم گرد باد بادیهٔ اضطراب شد

چون گرفتاری من دید محبت فرمود — که دگر دام نسازند قفس نفروشند

قافلان بیگ سپاهی

خوش فکر بوده و همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته یک بیت صائب را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر -

صائب — مجنون بریک بادیه غمهای دل شمرد — یا در زمانه که غم دل حساب داشت

---

٥١ ب: خطت ٥٢ ب: به یک منزل در دام رسیدیم ٥٣ ب: استاده ٥٤ ب: "سایر مشهدی و قافلان بیگ سپاهی" نیز همعصران یکدگر بودند - فقیر بحقیقت ایشان نیز مطلع نیست - اما اینقدر میداند که هر دو خوش فکر و تازه خیال اند - سایر در هندوستان نیامده و قافلان بیگ سپاهی همراه ایلچی هندوستان بایران رفته با شعرای آنجا صحبت داشته خصوص با صائب مکرر هم صحبت بود یک بیت صائب بالمشافه تعریف بسیار کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد مشار الیه پیش فقیر نقل کرد - آن بیت اینست ~ مجنون بریک بادیه غمهای دل شمرد — نادر زمانه که غم دل حساب داشت — صائب بازین هم اند اما او را همین خوش آمد ٥٥ د: چند بیت -

اشعار میرزا صائب ازین هم بلندتر است مگر آنعزیز را همین خوش آمده - منه

رسید یار من از گرد راه میخواهم — کمر کشاید و خنجر بمن حواله کند

شد سفید از گریه چشم بسته شد راه نظر — رشته کی از پنبهٔ نمناک می آید برون

از آن میان که تو داری گذشتن آسان نیست — ز دجله گر گذری آب تا کمر باشد

حکیم سیدا[1]

صاحب این شعر است خوش فکر معلوم میشود ؎

در انتظارت ای ثمر دل شگوفه وار — چشم سفید گشت و تو در دیده بوده ای

حاجی محمد اسلم سالم[2]

از نوکران عمدهٔ اعظم شاه عالیجاه است - بسیار خوش فکر و معنی یاب است - این بیت او آئینهٔ خیال بلند اوست ؎

نه بند[3] دبر قفاد یار دست جور ظالم را — همان پیش است پیکان از هوا چون تیر برگردد

فقیر سرخوش نیز بشوق این معنی قصد کرده - بلکه تیری بر تیرش زده ؎

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوی فلک — وقت برگشتن بود پیکانش آخر سوی تو

محمد صالح[4] ستار

بطرف بنگاله بوده - بسیار خوش ادا است - از وست ؎

کباب میکند در می پرستی همت مینا — که گر یک ساغرش کمتر دهی زنار می بندد

میرزا سنجر

در زمان شاهجهان سرامد سخنوران بود - این چند بیت از وست صاحب تلاش بود ؎

چشم بر راه سند میخواران که کی باران شود — ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

از آب زر بخنجر شیرویه نقش بود — کین را نسب به تیشهٔ فرهاد میرسد[6]

داغم به نمک خشک شد و زخم بالماس — آگه کن از این تجربه مرهم طلبان را

---

[1] ج: حکیم سعید - د: سعید - ب: سعید [2] ج: حاجی محمد اسلم سلیم [3] ب: در قفا [4] ب: محمد ستار [5] سامان [6] در نسخه ب همین یک بیت نوشته است - و بگر هر سه شعر در ذکر ستار درج کرده است -

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ   کلبهٔ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

سیاح

صاحب همین بیت است دیگر از وی شعر خوب بگوش نخورده

دلی با[51] عقده در جمعیت سامان نمی باشد   صدف را تا بود گوهر لب خندان نمی باشد

میر سید علی سید

سیار[52] تخلص داشت در ولایت با میر معز هم طرح بوده مشق او را نیز کم از مشق میر نیز توان گفت[53] این چند بیت از زاده های طبع اوست

از باده برفروخته حسن فرنگ را   خطش بشیشه کرده پریزاد رنگ را

در بحر وجودش دو جهان نقش بر آبست   با هستی او هستی ما موج سرابست

معماری اقلیم دل ما نتوان کرد   چندان که در و دیده کند کار خرابست

نموده می شفقی چهرهٔ فرنگ ترا   بناله[54] بالش گل تکیه داد رنگ ترا

فتد گر جانب بستان[55] گذر آن شوخ سرکش را   کند گلگون پیاده های رنگ لاله ابرش را

بقدر خویش در هر نشئه هر کس عالمی دارد   سپهری چون حباب می نباشد رند مهوش را

خوش آن ساعت که بینم در کنار خویش جانش را   چو گل وا کرده باشم غنچه بند قبا بش را

نیم غافل کند گر جلوه بر خاکم پس از مردن   جواب از دل طپیدن می دهم آواز پایش را

فرنگی زاده در اصفهان دل برده از دستم   که هند از تیره بختی های من باشد خیالش را

چنانم دیده لبریز از خیال آن بدن باشد   که هر مو بر تن سیمین او مژگان من باشد

ز بس در اهار و نداز خود ز شوق گفتگوی او   صدای پا بگوش آید چو جانان در سخن باشد

نگارین کی شود سید کف دریا دلان هرگز   حنای پنجهٔ مرجان ز خون خویشتن باشد

بصحرای که ناز[56] از جلوه گرداند عنانش را   جواهر سرمه سازند آهوان ریگ دامانش را

مرا افکند وحشتهای عشق او بصحرای   که از مژگان شیران[57] سبزه باشد آهوانش را

۵۱ج: بی عقده ۵۲ب: خلف میر رضی بیوتات کشته برادر خورد میر احمد خان داماد شاهنواز خان سید تخلص میکرد و بهند نیامده ۵۳ب: خطاهم بطرز ولایت بسیار شیرین می نویسد. اشعار او را میر معز بهند آورده ۵۴ب: بتار ۵۵ب: صحرا ۵۶ج: یار ۵۷ج: شیرین —

چسان آرم در آغوش آن بت گیسو مسلسل را — که نتواند بخود همخوابه دید از ناز محمل را
جسن را فتراک گیرای بدست انداز اوست — شوخ چشمان را رگ گردن کمند ناز اوست
هرکجا گردد شکار افگن قیامت میشود — شور محشر گوش بر آواز طبل باز[1] اوست
این چه رنگست که از عکس گل رخسار[2] تست — جوهر آئینه ابر شفق آلود شود

سید[3] علی خان

خوش نویس جواهر رقم خان خطاب داشت[4] گاهی فکر سخن میکرد چون تخلص نداشت نامش را بجای تخلص اعتبار نموده شد - از وست

نغمه سوخته فریاد خموشی دارم — ناله در گرد سرمه فروشی دارم
بیا بلبل باهنگی که میدانی بجش هوی — که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کوی
من آن مرغم که آهنگ نوی[5] در هر قفس دارم — صفیری میکشم تا نعره داری از نفس دارم

میر جلال الدین سیادت[6]

در لاهور توطن داشته صاحب فکر معانی و تلاش بلند بود اما چون من طالع شهرت و قبولیت نداشت[7] ع

مجو رفعت اگر چون مو نخواهی سر خود را — مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را
تماشای جهان اهل عدم را در نظر باشد — توان از خانهٔ تاریک دیدن حال بیرون را
ما لذت حیات ز غفلت نیافتیم — چون نشهٔ شراب که در خواب بگذرد
نمی خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد — که چون طاوس از زینت گره بر بال من افتد
خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را — که دل بسان مگس در کتاب می میرد
چو آفتاب لب بام آخر وصل است — رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما
مگر ستارهٔ بخت شرار کاغذ بود — که تا نسوخت مرا از سرم نگردد گذر

۱ب: ناز ۲ب: رخسارش ۳و۴ب: سید عنایت خان ۵ب: خدمت داروغگی کتابخانه سرکار والا داشت ۶ب: نوی ۷ه: جمال الدین سیادت - ب: سعادت خلف میر جمال الدین محدث بوده ۷ب: وقتیکه برای مطلع شاهجهان آباد آمده بود - یک دو صحبت فقیر را باوی اتفاق ملاقات افتاده - مرد عزیزی بوده - قریب یک جزو در بیاض من اشعار بخط خود نوشته - در شعر های تازه یافتن و خوب بستن کوتاهی نکرده -

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم | بچشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم[۵۱]

ملا سیرابی[۵۲]

در عهد جهانگیر شاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود. گویند روزی در مجلس نواب قلیچ خان حاضر شد. نواب فرمود که ملا سیرابی با هم فکر میکنیم شعرهائی ما را شنیده. عرض کرد نشنیده ام عنایت فرمایند مستفید خواهم شد. فرمود که سفینهٔ من بیارید. بیاض آوردند. بدست گرفته چند غزل بی سروپا و چند بیت بی معنی و نامربوط برخواند. سیرابی چند جا دخل کرده اظهار استادی خود نمود. نواب برآشفت و زبان بفحش و دشنام کشود. شاعر سر فرو کرده می شنید بعد ازان برخاست و عرض کرد که نواب سلامت. این نثر نواب به از نظم نواب است. از اشعار او بالفعل دو شعر بنظر درآمده. ازوست

در چشم[۵۳] ترم رنگ جهان برق و سراب است | تا دیده بهم برزنم این خانه خراب است
مژگان من از گریه بسیار فرو ریخت | آخر فتد آن نخل که نزدیک بآب است

حکیم سرمد

مجذوب وضع سروپا برهنه بود بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت و گاه گاه فکر[۵۴] رباعی میکرد. داراشکوه خلف[۵۵] بادشاه از راه موحدی او را دوست میداشت پیش بادشاه تعریف او کرد[۵۶] خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برائی تفتیش و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد. خان معزالیه آمده او را دید و باز بخدمت شاه رفت و اظهار احوال او به این بیت نمود

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است | کشفی که ظاهر است[۵۷] ازو کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیر شاه بسبب الحاد و عریانی بفتوای علمای زمان بقتل رسید. از سرمد است.

رباعی

سرمد چه طلسم را که در وا کردم | در شام دریچهٔ سحر وا کردم
هر چند که خواب را ز سر وا کردم | دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

---

۵۱ نسخه ب این بیت نیز دارد. مست ساغر بکف انجمن تصویرم | که خود بخود نیز از باده کشیدن رقصم ۵۲ ب: سرابی ۵۳ ل: درچشم جهان رنگ جهان برقی سرابست ۵۴ ل: شعر بمکرر. رباعیات او مشهور است بیشتر رباعی میگفت ۵۵ ب: پسر کلان شاهجهان ۵۶ ب: پیش بادشاه تعریف کرده طلب حضور نمود. روزی که داخل اردوی معلی شد. حضرت خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش .... ۵۷ ب: درو ت: بیرو.

سرمدکه زجام عشق مستش کردند — بالا بردند و باز پستش کردند

میخواست خداپرستی و هشیاری — مستش کردند و بت‌پرستش کردند

هرکس که سر حقیقتش باور شد — او پهن‌تر از سپهر پهناور شد

ملا گوید که بر فلک شد احمد — سرمد گوید که فلک با احمد در شد

سرخوش

خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان محمد افضل سرخوش از خانه‌زادان شاه عالمگیر است. یکچند در عالم جوانی در پی دولتِ دنیا و تلاش منصب و جاه سرگردانی بسیار کشید. آخر[۱] بتوفیق الله در شاهجهان آباد گوشهٔ عزلت اختیار نموده خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست؎

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا — دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا

دولت بیدار عرفان داد حق نعم البدل — کرد گر گردون دون محروم از دولت مرا

بکرم الهی اکثر عزیزان کامل را که درین عصر بودند دریافت و با جمیع خوش‌خیالان که درین زمان کوس سخنوری مینواختند صحبتها داشت و استفاده‌ها نمود اما اعتماد هیچ کمالی بر خود ندارد. مگر گاهی بخاطر میگذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته‌ام هر آئینه بی نصیب نخواهم بود. جمال همنشینان اثری کرده باشد. چنانچه مرزا صائب فرماید؎

اگرچه نیک نیم خاکپای نیکانم — عجب که تشنه بمانم سفال ریحانم

گفته‌اند که شناخت عارف و شاعر و خوانندهٔ اصول موسیقی باخبر و غیرهم بسیار دشوار است مگر تحقیق شود که با کدام کامل صحبت داشته و با کدام هنرور اختلاط ورزیده. قیاس حال او از آن عزیز کنند چنانچه مولوی معنوی فرماید؎

گر تو نشناسی کسی را از ظلام — بنگر او را کوش سازیده[۲] امام

چند شعر از زاده‌های طبع ناقص خود می‌نگارد که باری بایــن وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان در آید. این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است؎

---

[۱] ب: آخر چون دید که سعی بجای نرسید، بوسیلهٔ خدمتی بعلوفهٔ قلیل قناعت نموده در شاهجهان آباد پای در دامن عزلت کشید. خدمت درویشانرا سرمایهٔ سعادت دانسته از فیض صحبت ایشان بهرهٔ تمام حاصل کرد.
[۲] ک: سازنده.

سرخوش

هوشیاری را حباب یاد میدانیم ما   بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما
تیزی ساز دبقتل عاشقان شمشیر را   این قدر هم نعم ازو بسیار میدانیم ما

چنین گر میگداز و ضعف جسم ناتوانم را   حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را

تجلا نیست در شب هجران زتب مرا   کز فرقت تو خیمه زده جان بلب مرا

کجا فقیر بدل جا دهد توانگر را   زمین فرو نبرد هیچو قطرهٔ گوهر را

بیهوده ایم بسکه زهٔ گلعذارها   از فرق پا چو شانه گذشتست خارها

مبند دل بزر و مال در جهان سرخوش   بهر دو دست صدف سان مجیب گوهر را

آئینه دار حسن بود ذرّه ذرّه ام   گشتم سپند آتش خود چون شرارها

کنم ز باده گوارا بدل غم او را   توان بآب فرو برد تلخ دارو را
چه گفتگوی که چشمش نمی کند با من   ازو بپرس که داند زبان آهو را

نفس را غالب چو بینی از لباس تن بر آ   راهزن چون تیغ برداری ز پیراهن بر آ

نظری بگل شبنم زده افتاد مرا   آمد از زخم نمک سوده جگر یاد مرا

ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را   بخاک سرمه کشتی شعلهٔ آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را   میکنم چون خامه خود پامال حرف خویش را

نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم   چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیرها

عمر چون تصویر صرف رازپوشی شد مرا   هر دو لب چسپیدهٔ شوق خموشی شد مرا
شکوه پادشهانست کشتگان ترا   جنازه تخت روان است کشتگان ترا

کوزهٔ دولاب شد هر دانه اش   بسکه گریه سبحه بر تقوی ما

منعما از حرص زر باقیست تار و حساب   تشنه آخر تشنه خیزد گر شود دریا بخواب
رشته داری از تعلق ساز نقص عزلت بهست   لقمهٔ تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی کبی پرواه ازین وادی گذشت   چشم آهو هیچو ابر تیره از باران پراست
رام گشته وحشی مطلب بناکامی مرا   بخت من چون چشم آهو در سیاهی نشست

نیست شاهی جدا ز فقر که طبل   گرهم ار پوست کاسهٔ کشکول است

تا مرا یکپای ثابت در طریق یار گشت — پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بیهوده دل زهد[۵۸] کشان وسوسه ناک است — از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشه انگور عیان شد که درین باغ — شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

شریک صاف دلان اند خامشان در رنج — شکست آینه زخمی بروی تمثال است

غنچهٔ تبسم براه نازنینم بشکند — برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

بود واعظ ز علم باطن اعمی — که چشمانش چو عینک در کتاب است

ای حشر بخاک من بیتاب چه شور است — برداشتمت همین لحظه مرا خواب چه شور است

از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست — در همه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

از دامن وصال جدا نیست دست عشق — پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

شیرینی سخن به رعایت مقام است — کی حق این نبات ز حق نمک کم است

ز احسان بربند خنده دلوار دشمنی — زخمی دهان پرگار را لقمهٔ مرهم است

بر اوج جاه غرور دلی رسا گردد — به پشت بام دو بالا صدای پا گردد

کفر و دین متفق بوحدت اوست — سخن هر دو لب یکی باشد

ساز بزم عشرت ما پی رخصت از کار ماند — نغمه از بس نارسائی چون گره در تار ماند

تا نظر چیدن صیادم فتاد از زیر دام[۵۹] — دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

ساز هم در جنگ بر دل ساز جنگی میشود — نی چو گیرد وصل با پیکان خدنگی میشود

ناگهان گیر است کین پیوست از جان شسته — دل چو پر از داغ حرمان شد پلنگی میشود

رونق پیدا و از اضطراب ما بود — جوهر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پای خواب آلوده است — عرصهٔ کونین یک گام از شتاب ما بود

تنزل پیشه کی از تیره روزیها حزین باشد — که بالا شام اگر شد صبح در زیر زمین باشد

زمین و آسمان در میکشی قربانیت گردد — سرت چو گرد و از مستی جهان گرد سرت گردد

محال است این که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم — که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواهم شد

۵۸ ب: باده کشان، ۵۹ ب: بام

تن [1] ندهد اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود چاک شود

چنان بی روی او آمادهٔ شیون بود گلشن — که گر ناخن زنی بر ساغر گل در صدا آید

رزق را روزی رسان مقدار هر پیمانه داد — خوشه را چندین شکم داد و بهر یک دانه داد

از زر و مال جهان عریان تنان وارسته اند — غنچه سان اندر گره خود را چو گوهر بسته اند

نالهٔ ما صورتی بگرفت بلبل ساختند — لخت های دل بیک جا جمع شد گل ساختند

خط او شد سبزی که بخت ما بر داشتند — دود دل آمد بروی کار کاکل ساختند

آنچه کم از طاقت ما شد تمکینش فزود — صبر ما بردند در چشمش تغافل ساختند

مردم و از جستجوی او نیاسایم هنوز — میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز

بسکه از نامحرمان پوشیده دارم راز خویش — همچو خط سر تا بپایم سرمهٔ آواز خویش

نه بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش — ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش

چسان برخوانم آن مه نامهٔ مشتاق دیدارش — که خط را همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

بره هرن دست گذارد زادب گل بچمن — که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش

رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق — در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را بچشم کم مبین — هر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

ظلمت زدائی هستی من شد ضیای دل — گشتم نهان برنگ گهر در صفای دل

بسکه بگدازد ز شرم حسن آن رخسار گل — عطر ماند بر کفش چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور و لعل و دُر است — بر لبت لبس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم — آنکه می پوشد ز گرد سبزه در گلزار چشم

دین و دنیا خورد در هم تا که ما پیدا شدیم — از میان این دو کف همچو صدا پیدا شدیم

افغان من خبر دهد از حال خسته ام — بر تیر آه نامهٔ اعمال بسته ام

عشوه هر دم چشمکی میزد ز شوخی سوی من — من هم از پروا ز رنگ خود اشارت داشتم

---

[1] در بهار عجم این شعر چنین آمده است -

تن ندهد اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود پاره شود

جنبش لب در حدیث عشق بی لطف بود — از طپیدنهای دل با او حکایت داشتم
مداحتی کز نشهٔ سرخوش بعزلت یافتم — داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم

تا ز حرف جستجویش دم زدم — چون دو لب کونین را برهم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم — سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

ز بس سعی دگر هر گام در راه فنا دارم — چو برق از گرمی رفتار آتش زیر پا دارم

ز بس شرم تو ریزد رنگ خاموشی بکام من — چو شمع گر زبان جنبد عرق گردد کلام من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من — سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من
چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران — که باشد آستین چون غنچه دامن بر چراغ من
فزاید کاوش غم حسن شور انگیز سودا را — که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

هموار ز کس نه بیند آزار — نتوان کف دست را گزیدن

مردم از حسرت ز پیغامی دلم را شاد کن — ای که میگفتی فراموشت نسازم یاد کن
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بست — هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن
هرزه نالیهای ای دل سخت دردسر فزود — دور شو بی صبر از پهلوی ما فریاد کن

بصحرای مرا افگند حسن بی نشان او — که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او
گر الست از نه اکت نشهٔ می بر دماغ او — ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل ایاغ او
مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد — که برهم می شود از قلقل مینا دماغ او
چه پرسی ظالم از حال بخون آغشتهٔ تیغت — که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

شد آب بسکه پیش رخت از حیا نگاه — ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه
لبریز تا انگشت ز بس پا تا سرم — چون نی بود بدیدهٔ نازم صدا نگاه

شکار افگن درین صحرا گذر تا کرد تگ روی — چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی

ز گرداب گهر بیهوده‌های اهل دنیا را — بسا کشتی درین یک قطرهٔ آبست دریائی
کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسی — درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی بفانوسی
شراب از شرم لعلش بسکه هم رنگ گرداند — نمایم شیشهٔ صهباست یا در جلوه طاوسی

مهابی

خواهی که قدم براه حق بگذاری — باید که بکف دامن پیری آری
بی آئینه پنبه در نگیرد هرگز — یک عمر اگر در آفتابش داری
از باده مرا فزون شود عقل و شعور — ساغر خضر ره نشاط است و سرور
می روشنی طبع بود سرخوش را — روغن همه در چراغ گردد نور
در اهل جهان بود قناعت کمتر — مادر زاد است حرص و طمع بشر
بنگر که خورد طفل ز یک پستان شیر — در دست بگیرد سر پستان دگر
هر کس که بود ز سیم و زر زیب و فرش — باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
بنگر که چو شود جامه زرباف کهن — سوزند در آتش از پی سیم و زرش

شانی تکلو

صاحب سخن و استاد فن بود شعرهای برجسته دارد مثنوی در مدح شاه عباس فرمانروای ایران بسیار بتلاش گفته۔ شاه بیت او پسندیده او را بزر کشید ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست — بطاق ابروی مستانهٔ اوست
صد دور بهر ساعت در شهر تو می گردم — من گرد سر شهری از بهر تو میگردم
عشقم چنان گداخت که موران تربتم — عضوی نیافتند که تا خن فرو کنند
دیروز توبه کردم و امشب به پای خم — آن طاقتم نماند که می در سبو کنند

ملا آشنا

در اواخر عهد جهانگیری و اوائل جلوس شاهجهان بعرصهٔ هند آمده هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته شاعر غزل گو قافیه پیماست[۱]۔ در عهد خود یگانهٔ زمانه بود۔ روزی در مجلس سخنوران ذکر این

---

[۱] ب: باعتقاد خود معنی های تازه می یافت اما یاران ابتذال از هر یک شعر او بیرون می آوردند چنانچه شیخ فیروز سعد الله خانی را باوی در دار الخیر اجمیر اتفاق صحبت افتاد۔ هر بیت که او میخواند ابتذال آن می خواند۔ عاجز شد و گفت آخر هم من چیزی دارم۔ شیخ گفت ظاهر از شما باشد۔

شیدا — ای بروی تو کرده آئینه را چشم نیاز — شانه را دست دعا در شام زلف تو دراز

این بیت هم حرف زدنی پیش نیست۔ رساله در این ماده ترتیب داده هر چه شیدا گفته مع ابتذالش در آنجا نوشته۔ میر معز موسوی یک مطلع اش را روزی بسیار تحسین میکرد۔ فقیر گفت مطلع خوب است لیکن پیش مصرع خوب نرسیده۔ آخر بایه فقیر آنجا بهان معنی را مطلع دیگر ساخت و هر دو مصرع خوب رساند۔

مطلع او درمیان آمده۔ همه خوش کردند ؎

بسکه انباشته اشکم رخ کاهی از خون | مژه ام بسته بهم چون پر ماهی از خون

فقیر گفت پیش مصرعه خوب نرسیده است۔ بدیهه مطلعی ساختم ؎

بسکه میریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما | بسته از خون چو پر ماهی بهم مژگان ما

وقتیکه این مطلع قصیده را گفت و در میان آورد ؎

شیدا چیست دانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری | حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

یاران خوش کردند و در تراشیدن افتادند۔ چون بسمع مبارک[1] بادشاه دین پناه رسید۔ بید بلخ شده زبان بتکفیر او کشود که تعریف این ام الخبائث که حرمت آن بنص قرآن ثابت است چنین گفته۔ باید که از ملک ما بدر آید۔ چون حکم باخراج او صادر شد۔ بوسیلهٔ یکی از مقربان این قطعه گذرانید و بادشاه رحیم دل را بر حال خود مهربان ساخت ؎

شیدا جهان پناها شها بلند قدر جاه و جلال | بنا فریده خدا چون ترا عدیل و نظیر

بوصف می زده سر از من این دو مصرع خوش | که گشته ورد زبان همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است معنیش خاص است | بخاص و عام بود شهره همچو بدر منیر

چنین که مکیش اسرار مولوی جامی | که هست گفته او دور از در تقصیر

بوصف می ز صراحی دو باره قلقل می | بهار چهار قلقل گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بود که به ز منی | سخن چنین کند و هیچ نباشد بضمیر

مرا چو شاه براند کجا توانم رفت | بگاه راندن از کف کجا رود شمشیر

این بیت ملا جامی برای استشهاد ملا این جا نوشته شد ؎

از صراحی دو باره قلقل می | نزد جامی به از چهار قل است

بر قصیدهٔ خان زمان محمد جان قدسی ملک الشعرا که گفته ؎

عالم از ناله من بی تو چنان تنگ فضا است | که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده که همه صاحب سخنان پسندیدند۔

---

[1] ب: شاهجهان۔

مشهور[۱] است که شاعر ظریف طبع بی باک شوخ دهن هجوگو حاضر جواب بوده هجو اُستاد زمان طالب آملی که از امرای پادشاهی بوده چنین گفته ؎

شب و روز مخدوم ما طالبا | پی جیفهٔ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجای | که دنیاست مردار و طالب سگ است

بیت دیگر در هجو جناب ممسکی و بخیلی حکیم حاذق چنین گفته ؎

بیت[۲]

.... | ....

هجو میرزا امرالله پسر خانخانان که او را مُعظّمی میگفتند بسیار بلطافت گفته ؎

بیت[۳]

.... | ....

۵۴

گویند وقتیکه رایات عالیات بسیر کشمیر تشریف برد - در آنجا شالی کهنه چند ساله ذخیرهٔ سرکار جمع شده بود[۵] حکم شد که چهارم حصه شاگرد پیشه تنخواه نمایند - برات شیدا نیز بند شد - پیش اسلامخان دیوان اعلی رفته اظهار ابرام نمود - یساولان بی حرمتش کرده از پیش نظر راندند - چنانچه دستارش از سر افتاد - بانگ برداشت که نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو - چون قدری نزدیک بردند گفت - عرفی که من در دیوان شما یافته ام شما نیز بدیوان من خواهید یافت - نواب تبسم شده

---

۱ ب: چه تصرفات و گفتگوها و مناظرها کرده ۲ فحش است لهذا حذف شد ۳ این هم فحش است ۴ ج: روزی در مجمع شعرا نشسته بود - ناظری شاعر نابینا در آنجا حاضر گشت یک بیت تازه گفته بود در مجلس بی محابا برخواند ؎

خواه با ناظری و خواه بیگانه نشین | من که این شرم تما بر تو نگهبان کردم

ملا شیدا گفت مثل هندی مشهور است که زن نابینا را خدا نگهبان است ۵ ب: حکم شد که چهارم حصه طلب نقدی شاگرد پیشه وضع نموده شالی ذخیره تنخواه نمایند - دران ایام شیدا پنج روپیه یومیه داشت برات این هم بند شد پیش نواب اسلام خان که مدبر عظیم بود عرض کرد که من شاعرم و پادشاه این قلیل وجه بصیغهٔ تصدق فرق مبارک بمن میدهند شالی گرفتن بمن چه مناسبت دارد - نواب فرمود حکم عام است که شاگرد پیشه چهارم حصه شالی تنخواه نمایند - برای تو من ضابطه دیگر نتوانم کرد - اگر میخواهی بگیر و الا لا - شیدا سماجت و ابرام زیاده از حد نمود - نواب فرمود که دورکنید - بمجرد حکم یساولان و میر توزکان خفتش کردند چنانچه دستارش از گردنش بر زمین افتاد - گرفته بیرون کتهره افگندند - شیدا بانگ برداشت نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو - نواب فرمود که بیارید - نزدیک آمده گفت نواب سلامت عرفی که من در دیوان شما یافته ام - شما هم در دیوان من خواهید یافت - نواب خندید برات او دستخط معافی کردند -

بر آتش در دست گرفته دستخط معافی نوشت. اگرچه اشعارش مشهور است این چند بیت خوشگاه میر معز قلمی گردد.

مرا نیاز ترا ناز هر دو می زیبد ‌‌ ‌‌ چنانکه زیر و بم ساز هر دو می زیبد

چون غنچه دل ز دوست جدا شد گره مرا ‌‌ ‌‌ مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا

پنجهٔ اهل سخا در جانب دست گدا ‌‌ ‌‌ وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است

مرد غم را ز طرب تازه دماغی نبود ‌‌ ‌‌ خانهٔ آتش زده محتاج چراغی نبود

ساده لوحی که بیک غمزه دلم شیدا کرد ‌‌ ‌‌ آنقدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد

تو از تمکین من از حیرت نه ایمای نه تقریری ‌‌ ‌‌ بدان ماند که هم بزم است تصویری به تصویری

اگر گیسو برافشانی هوا در مشک تر پیچی ‌‌ ‌‌ و گر نظاره بنمای شب ما در سحر پیچی

فسونگرداند آن خاکی که از وی بوی یار[1] آید ‌‌ ‌‌ شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی

خورم ز دست غمت[2] خون ناب را تنها ‌‌ ‌‌ چنانکه میکش مفلس شراب را تنها

گهی بدیدن تو گه بسوی گل نگرم ‌‌ ‌‌ کند مقابله کس چون کتاب را تنها

چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل ‌‌ ‌‌ تبسم تو بود انتخاب خندهٔ گل

جفا نگر که بدیوان عشق می طلبند ‌‌ ‌‌ ز آب دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل

حریر شعله ما را در آب می بافند ‌‌ ‌‌ کتان ما بشب ماهتاب می بافند

بعشق خواب طلب میکنی برو غافل ‌‌ ‌‌ بکارخانهٔ مخمل که خواب می بافند.

یک ابر بر نیامده با چشم تر که ما ‌‌ ‌‌ یک لاله سر نکرده بداغ جگر که ما

گل خنده این قدر نکند روز و شب که تو ‌‌ ‌‌ بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما

عشق با حسن است در هر جا بصورت که هست ‌‌ ‌‌ حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرو

شهید[3] حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم ‌‌ ‌‌ بجای موی سر در ماتمم بند قبا بکشا

شادمان

از سلاطین زاده های قوم گکهر است. ملک ایشان مابین پنجاب و حسن ابدال واقع است.

۱- ب: یار ۲- ب: غمش ۳- ب: شهید حیرت عشق توای نازک بدن گشتم.

منصب ترک نموده در وطن گوشه انزوا اختیار کرده. طبعی درست داشت. دیوانی بطرز قدما ترتیب داده. اما آنچه در صاحب سخنان ازوی شهرتی دارد این بیت است ؎

شاخ شکسته گل ندهد لیک لف یار ... هر جا شکست خورد گل آفتاب داد

روزی شیخ عبدالعزیز داروغه عرض مکرر که عزت تخلص داشت پیش فقیر نقل کرد پادشاه عالمگیر امروز از من پرسید که شادمان سوای این بیت شعر دیگر هم خوب دارد. بنده عرض کرد یک بیت دیگر او نیز هم برجسته و هم تلاشی است. از وست ؎

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار ... سدی ببروی بحر ز گوهر نه بسته است

فقیر گفت پادشاه عالمگیر شعر فهم نیست بطالع شما جهانگیر شاه نبود و الا امید بود که کار بجا میکشید در حضور پادشاه این چه طور شعر بود که خواندید بیت فخریه اوست. از شعور شما بعید است. تامل کرد و گفت. فلانی راست میگوی خطای عظیم بود حق تعالی بخیر عفو کرد.

شوقی

ازوی این بیت شوق افزاست. غیر ازین بگوش نخورده ؎

اسیر[1] عشق و گرفتار قید تقدیرم ... چو شیر از دو طرف میکشد زنجیرم

میر[2] هادی شهرت

درین عصر در ایران هنگامه سخنوری را گرم دارد. شعر عارفانه میگوید ؎

بیاد لولی چو غنچه شب ز لنگ بنشستم ... سحر چو جیب صبحدم چاک شاخ در راهمان دیدم

فقیر سرخوش نیز ازین قبیل بیتی رسانده ؎

دست در دامن معشوق زدم دوش بخواب ... دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

شرف[3] الدین حسین

ازین عزیز نیز یک بیت از زبان میان ناصر علی شنیده شد ؎

حسرت نظر نکرده چشم سیاه کیست ... شور جنون صدای شکست کلاه کیست

---

[1] در نسخه ج این شعر در ذکر شادمان نوشته است ص۵۳ ب: میر محمد هادی شهرت تخلص در ولایت هنگامه سخنوری را گرم دارد ص۵۳ ج: محمد شرف الدین.

شریف تبریزی

یک رباعی او از سفینهٔ محمد علی ماهر نوشته شد. رباعی

پوشیدن چشم من بدامان ماند　　بر پای نشستنم بر فتن ماند
پابند بهیچ مانده ام بر سر راه　　چون حرف که بر زبان الکن ماند

شعیب

از دو بیت[۵۱] بنظر درآمده خوش فکر و صاحب خیال و تلاش است[۵۲]

لبت ز خنده نمک بر جراحت جان ریخت　　نمک ز تنگی جا از لب نمکدان ریخت
زمانه دفتر اوصاف حسن یوسف را　　ز شرم حسن تو برده بچاه کنعان ریخت

شوکت بخاری

بسیار[۵۳] نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بوده است. گویند از خاک توران مثل او بر نخاسته اشعارش در ایران و سخنوران شهرت تمام دارد

همچو گندم گر بعدم[۵۴] زاد سفر می بندم　　نان نه کرده خود را بکمر می بندم
از بهر قطع کردن نخل حیات تو　　چون اره دو سر نفس اندر کشاکش است
خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است　　گردیست که از آمدن خنده بلند است
شهادت نامهٔ ما قاصد دیگر نمی خواهد　　بره مکتوب ما را چون دم تیغ تو بر گردد
خانهٔ ما کم از عنقا کده نیست　　چشم عنقا چراغ خلوت ماست
دور از چشم تو کشاید دل از بستان مرا　　می نماید ترکش پر تیر نرگسدان مرا

---

۵۱ ب: نمیدانم که کجاست وکیست ۵۲ ب: از تازه گویان می نماید ۵۳ ب: صاحب تلاش بود در درست گفتن عاجز چنانکه ازین دو بیت معلوم خواهد شد

شوکت:　خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است　　گردیست که از آمدن خنده بلند است
سرخوش:　غبار خط که عیان از لب نگار شده　　که گرد آمدن خنده آشکار شده
شوکت:　ز بهر فنا با خاک یکسان بود از پستی　　پی داخل شدن چون شمع در ویرانهٔ سر خود را
سرخوش:　پست تر باشد زرنگ فنا از خاک هم　　تا نمدی سر برنگ شمع آنجا راه نیست

۵۴ ا: زعدم

از غبارم گردباد سر نخیزد بعد مرگ — بسکه دارد گردش چشم تو سرگردان مرا

عیار رنگ عاشق گرد از بخت سیاه کامل — طلای زعفران را جبهه هندو محک باشد

در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع وزویدم قد خود را[۱۵]

سواد هند را میخانه اندیشه میدانم — حنای پای سبز انرا می ته شیشه میدانم

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — که از وحشت بشام دیده آهو حنا بندد

نیست از حسرت دیدار تو چشمم خالی — نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد

آماده فنا لکن زندگی قبول — دست ره بست رعشه پیری حیات را

فزون شد از سواد خط فروغ حسن جانان را — صفا این مو میل سرمه شد چشم سلیمان را

غریق بحر وحدت جلوه کثرت نمی بیند — بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را

قامت خم باشد انگشت اشارت سوی خاک — خویش را پیران نشان از منزل خود میدهند

می نماید گردش گردون ضعیفان را قوی — مور مار حلقه میگردد بروی آسیا

یک داغ می نماید از دل هزار داغ — آئینه خانه است چراغان بیک چراغ

رشته نظاره خود بین کم از زنار نیست — چشم پوشیدن ز خود خود را مسلمان ساختن

زنهار از جاده افتادگی بیرون مرو — کین ره خوابیده دارد سر بزانوی بهشت

نمک از خنده دارد پسته لعل سخن گویش — ز شیرینی بود حلوای سوهان چین ابرویش

دیوانه کرد بسکه هوایت بهار را — باشد کف از شگوفه بلب شاخسار را

مبادا دل ز بیم شام هجرانش غمین باشد — بروز وصل میخواهم که عالم بیزبین باشد

چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده اند — عاشقان از پای خود تا خار را بیرون کنند

بود موج تبسم جنبش گهواره نازش — خبر از گریه ام آن طفل بی پروا کجا دارد

نمانده است نشانی بغیر نام ز من — مرا کسی که به بزم تو برد نامم برد

مرزا محمد علی صائب تبریزی

در ملک اصفهان کوس رستمی می نواخت - در تمام عالم آوازهٔ اشعار جواهر عیار خویش انداخته

---

۱۵ ب: سرخود را۔

از زمانی که زبان سخن آشنا شده چنین معنی یا ب خوش خیال بلند فکر بر روی عرصه نیامده. در چمن حیات دیوانش مشهور واشعارش عالمگیر بود. خنکار روم وغیره بادشاهان در نامه های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند. شاه برسم تحفگی وهدایا میفرستاد. و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان بادشاه بهند آمده چندی با ظفر خان در کابل بوده همراه او تا دکن سیر کرده باز باصفهان رفت. با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت. از ولایت این بیت بنواب نوشت ؎

دور دستانرا باحسان یاد کردن همت است   ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افگند

نواب پنجهزار روپیه صله این بیت بوی فرستاد. و قدرت سخن آفرینی وجدت طبع بحدی داشت که روزی راقم که یکی از شاگردان او بود. مصرعی مهمل طرز[۱] گفته آورد ع

از شیشهٔ بی می می بی شیشه طلب کن

صائب بدیهه پیش مصرع رساند ؎

حق را ز دل خالی ز اندیشه طلب کن

وقتی با یاران در راهی میگذشت سگی نشسته دید. حالت سگ اینست که در وقت ایستادن سرنگون و هنگام نشستن سر بلند می باشد. مصرع بر زبان آورد ع

سگ نشسته ز ایستاده سرفراز تر است

بعد اندکی تامل پیش مصرع رساند ع

شود ز گوشه نشینی فزون رعونت نفس

در پیش مصرع مطلع بابا فغانی تصرفی کرده که مستحسن جمیع سخن سنجان گردید ؎

فغانی	ببوی صبحدم نالان بگلگشت چمن رفتم	نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم
صائب	ببوی صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم	نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

همچنین کارنمایانها در سخن بسیار کرده استادان است. منه

---

[۱] ب: بسبیل امتحان گفته گمانش این که پیش مصرعهٔ این رسیدن از جملهٔ محالات است. الحق غیر از طبع صائب کرا مجال که چنین پیش مصرعه رساند و این را بیت معنی دار کند.

نماند ناله دل درد پیشهٔ ما را
بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را

ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم
بچشم انتظار افتاد دوران پریدنها :

بر روی غافلان جهان خندهٔ سپهر
از رود نیل کوچه بفرعون دادن است

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز
تنگ تر گیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا

چون قلم شد تنگ بر من از سیه روزی جهان
نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده ام

روی گردان نشود صافدل از دشمن خویش
آخر آئینه به بالین نفس می آید؟

بحر حیرت را تصور کرده بودم بیکنار
از غبار خط بدور عارضت حیران شدم

طاعت کند سرشک ندامت گناه را
بارش سفید میکند ابر سیاه را

زینت خود ساخت دولت هر چه ارد کرد فقر
مشعل شاه از کمین دلق گدایان روشن است

زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم
بجای گرد مجنون خیزد از دامان صحرایم

بآئین تمام از خم شراب صاف می آید
عجب پیل پریزادی ز کوه قاف می آید

نیست هر آئینه را تاب رخ گل رنگ او
هم مگر آئینه سازند از دل چون سنگ او

تو و دلجوئی عاشق زهی اندیشهٔ باطل
غبار خط مگر آرد بیادت خاکساران را

پیشانی عفو ترا پر چین نسازد جرم ما
آئینه کی بهم خورد از زشتی تماشاها

بچشم کم منگر جسم خاکساران را
که این غبار بدامان یار نزدیک است

نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش
کرشمه گرد [illegible] سایه افگن از زر گوشش

تماشای جمال خود چنان برداشت از هوشش
که بیرون آورند از خانهٔ آئینه بردوشش

ز شست صاف از دل بگذرد گر هم آنچنان تیرش
که از بوی کباب افتد بفکر زخم نخچیرش

هر که را دیدم سری دارد بپای یار خویش
از برای تیر آه من کمانی میشود

طلبگار خدا را منزل از راه دور تر باشد
بدریا چون رسد سیلاب آغاز سفر باشد

بیک کرشمه که در کار آسمان کردی
هنوز می پرد از شوق چشم کوکبها

بر کف دست اگر موی برون می آید
میرسد دست بموی کمر یار مرا

پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن
هیچ حاجت نیست خاک کربلا را زر شدن

این دو بیت بنام مرزا صائب شنیده بودم - حال معلوم شد که از دیگر یست ؎

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز - الخ

دوم این بیت که ؎

زینت خود ساخت دولت هر چه را ند کرد فقر - الخ

مرزا صائب اشعار دلپسند عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید - روزی در مجلس میر معز موسوی خان نشسته بودم - سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که مرزا صائب وفات یافت میر و دیگر اعزه که در آنجا حاضر بودند افسوس ها خوردند - فقیر گفت "صائب وفات یافت" تاریخ رحلتش بی کم و کاست می شود - میر حساب کرده درست بر آمد - فرمود که مگر پیشتر فکر کرده بودی - گفتم دو سال پیش ازین تاریخ حکیم صاحب را "صاحب وفات یافت" یافته بودم در "یا" و "حا" تفاوت دو سال دیده فی الفور گفتم - بهر دو تاریخ تحسینها کردند - گویند مرقدش در باغچه پر از ریاحین بر کنار رود واقعه است - صاحب سخنی در آنجا رسیده - این بیت نوشت ؎

ای صبا آهسته پا بر برگهای غنچه نه ــــ پاسبانان گلها صائبا خوابیده است[1]

میر صیدی[2]

نازک خیال و بلند فکر بوده - در زمان شاهجهان پادشاه بهشت آرامگاه غلغله این مطلع در مجمع سخنوران پای تخت انداخت[3] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش ــــ تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

دیوان رنگین و اشعار پر مضامین دارد - استاد فن و کامل سخن بود - گویند روزی بر لب جوی طرح ضیافت انداخته با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد - این مطلع برجسته از طبع رسایش سر برزد ؎

[1] ب: گل بنه [2] د: میر صلاتی [3] ب: از هر طرف تحسینها شنید به سر و تازه جا گرفت - روزی بیگم بر عماری فیل سوار شده برای سیر باغ صاحب آباد میگذشت - از بالای بام به بانگ بلند برخواند - مطلع

برقع برخ افگنده برد ناز به باغش ــــ تا نکهت گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده خوش شد - پانصد روپیه صله عنایت فرمود -

ازین خودکام یاران تنگ الفت می‌پرد ما را
که به صیادی ماهی خشک می‌خواهند دریا را

قضارا ماهی از آب برجست و در دامن او افتاد۔ آن را صله این شعر من جانب الله انگاشت ۔ بشگون نیک برداشت و روز دیگر ضیافت این عطیهٔ عظمی ترتیب داد فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده ؎

مطلعش
ازین بی‌رحم صیادان رهائی کی شود ما را
که آتش می‌زنند از بهر یک نخچیر صحرا را

بگلزاری که بیند ناز عرض لشکر حسنش
تماشا کن شکست فوج رنگ گلها را

این نیز مقبول سخنوران گردید۔ خان والاشان مکرم خان خلف نواب شیخ میر سپه‌سالار شاه عالمگیر بیک دست خلعت این منتظر فضل الهی را نیز سرفراز نمود حسن مطلعش را نیز جواب گفتم ؎

صیدی
براه انتظارش گر گداز تن چه خواهد شد
ز ضعف چشمی و پای چو نرگس بس بود ما را

حسنش
ز اسباب طرب چیزی دگر مسکش نمی‌خواهد
همین دستی و جامی چو نرگس بس بود ما را

من اشعار میر صیدی ؎

از باغ رفتی و دل بلبل بناله ریخت
گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت

بی تو بلبل میکشد بناله آهنگ مرا
بوی گل تسلیم تمکین میدهد رنگ مرا

در غبار دل هوس‌ها را نهان کردیم پاک
در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک

سرگشتگی بطالع من باب کرده اند
یک می بساغر من و گرداب کرده اند

عجب دارم از طالع ساغر خود
که در ساختن نیز گردیده باشد

سوخت رشک شعله شمعم که در راه طلب
از نظرها کرده پنهان جادهٔ پیموده را

کم طالعی نگر که من و یار چون دو چشم
همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم

کشتهٔ ناز تو آرام نمیداند چیست
گر بخاکش کنی آسودگی از خاک برد

زبسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت
توان شناختن از هم غبار سوختگان

در جهان بود از بس نشاطی و کنون
ما مکافات کش عشرت آن یارانیم

ندیدم جز قفس جای دگر تا دیده ام خود را
بجای دور ریختن ها کرده پرواز می پر و بالم

له ب: یار ـ له ب: بی‌طالعی ـ

در بزم او مجال نشستن نیافتیم — چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را
غباری دارد از خط ماه رخسارش که گر بیجا — مصوّر جمع سازد صورت خالی نمیگردد
هر از شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد — سخن گر رو برو گوید بمن پیغام میگردد
بعد مرگ افشان و خیزان در هوای کوی او — استخوانم چون پر افتاده آید سوی او

حکیم محمد کاظم صاحب

خود را مسیح البیان[۵۱] میگرفت۔ صاحب تخلّص داشت۔ اکثر شعر بطرز مولوی روم میگفت دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده۔ بر پشت سرورق هر دیوان تصویر خود منقّش کنانیده صورت و معنی خویش را در عالم جلوه میداد و مثنویها متعدد دارد هر یکی را نام خوشی نهاده۔ یعنی آئینه خانه و پری خانه و ملاحت احمدی و صباحت یوسفی و کمال محمدی۔ و مجموع کلیات را به "انفاس مسیحی" موسوم ساخته بر طبع و استادی خود مغرور بود۔ از غایت بر خود غلطی اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت۔ گویند روزی میر صیدی[۵۲] یار بدیدنش آمد او در خانه بکاری مشغول بود۔ میر ساعتی نشست۔ دیوانش بر رحل مثل مصحف تعظیم تمام نهاده بودند۔ بکشود۔ نگاهی کرد و برخاست و رفت۔ حکیم چون بر آمد و شنید که میر صیدی آمده بود به بی سامان خود گفت که چرا نگفتی که تا بر آمدن من بمطالعه دیوان محظوظ می شد[۵۳] باین تقصیر چند گرزه بآن بیچاره زد۔ این ماجرا بمیر صیدی رسید۔ روزی در دربار باهم دوچار شدند حکیم عذر خواهی کرد که چرا انتظار من نکشیدند۔ زود برخاستند۔ باری دیوان من آنجا بود بنظر گذشته باشد۔ حفظ کرده باشید۔ میر گفت یک دو صفحه خواندم اما عجب انصاف است که شعر شما گویند و صله بی سامان بیابد[۵۴] این چند بیت از وست ؎

قدح کج کرده انسکی نابت بهاییکن دارم — گل ابری بمژگان یادگاری زانجمن دارم
دلی دنبال چشم او روان از خویشتن دارم — پی آهو چون آهو میدود این دل که من دارم

---

[۵۱] و: مسیح البیان خطاب داشت۔ و: پانصدی منصب از قدیم الخدمتان عالمگیر بادشاه بود و صاحب تخلص میکرد [۵۲] ج: باشند [۵۳] ب: بحضور بعض عزیزان گاهی نثر میگفت که این چه طور شعر است که حکیم بر آن می نازد و انیاران تحسینها میخواهد۔ این را شنیده از فقیر آزرده شده گلهها میکرد۔

غافل آمد و بزم آن شوخ بی پروا شکست — می طپد در سینه دل ترسم خبردارش کند
در گلستان بارها چشم تر مالیده ام — برگ گل نبود شناسم گوشهٔ دامان کیست
ما بخود دوست ندیدیم کسی را هرگز — که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رباعی

بر لاله خط کشیدگان سنبل موست — گل را بگلاب شست کین صفحه روست
عالم همه اوست لیک نتوان گفتن — شد رابسر انگشت نمودن نکوست

ما را بخدای خویشتن راهی هست — در ظلمت تن نور شهنشاهی هست
چشمک زدن ستاره بی چیزی نیست — در پردهٔ عنبرین شب ماهی هست

پوشی تو اگر اطلس اگر باشی عور — کو آنکه ز نیک و بد به بیند یا دور
شرم از که کنی درین حصار نیلی — در خانهٔ تاریک چه بینا و چه کور

خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

آقا محمد صادق

دانشمند خانی فاضل کامل بوده گاه گاهی فکر سخن نیز میکرد و ساقی نامه بحسن ادا گفته[۱]۔ این بیت ازوست ؎

رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان — کز نزاکتهای گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی[۲]

خوش فکر بوده یک بیت ازو بگوش خورده اینست ؎

غم افزون شود چون دیگران گریند بر حالم — بلی دریا فزون میگردد از باران ساحلها

صامت

سوداگر در زمان شاه عالمگیر بهند آمده دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد و این دو بیت ازوست ؎

شگفتن غنچه بی رنگ و بو را میکند رسوا — همان بهتر که دست بی کرم در آستین باشد
ما را نگه چشم تو از چشم تو خوشتر — بادام صفای گل بادام ندارد

---

۱ ب: مرزا محمد علی ماهر اشعار خود پیش او میگذرانند۔ یک بیت او بخاطر است ۲ ب: صوفی۔

میر[1] ضیاء الدین دهلوی

خوش[2] اندیشه بود یکدو صحبت در اوائل جلوس عالمگیر او را دیده ایم - از وست ؎

نشسته در طلب دلربای خویشتنم — چو چشم می پرم اما بجای خویشتنم

جاده همراهی من تا بلب دریا کرد — عاقبت همره کوته قدمم تنها کرد

هر که با جانان نشد سرگرم با آرام نیست — خالی از آسیب نبود باده تا در جام نیست

گه دهان یار می بوسم ز مستی گاه چشم — پیش مستان هیچ فرق از پسته تا بادام نیست[3]

طالب آملی

صاحب[4] طبع و ذو کمال و خوش فکر و خوش خیال بوده و اشعار عالمگیر دارد - مرزا صائب و غیره سخنوران او را باستادی قبول دارند - این مطلع او در خاص و عام تمام شهرت دارد[5] ؎

بتن بوی کند گلهای تصویر نهالی را — بیا بیدار ساز و خفتگان نقش قالی را

گویند برای این مصرع شش ماه فکر کرده پیش مصرع رسانده ؎

زغارت چمنت بر بهار منتهاست — که گل بدست تو از شاخ تازه تر ماند

منه

جسمم[6] از غم فربهم نزار است — یک برگ گلم دو جامه وار است

آیم بکن ای شرم به نزدیکی آن کو — شاید بغلط یار ز من دست بشوید

شد ز نظارگیان خانهٔ همسایه خراب — مومن با تو که فرمود که بر بام برآ

خانهٔ تست دل و دیده ز باران سرشک — گر چکد آب دران خانه درین خانه بیا

هر سنگ که بر سینه زدم نقش تو بگرفت — آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد

گرمی عجب ز خوی تو نبود که در جهان — هر آتشی که مرد بخوی تو جان سپرد

خواستم تا سینه بخراشم بناخن جسم زار — در میان پنجه ام مانند مو در شانه ماند

لب از گفتن چنان بستم که گوئی — دهان بر چهره زخمی بود به شد[7]

---

[1] ج: میر محمد ضیاء دهلوی [2] ب: در مدرسه چوک لعل دروازه نشست گاه داشت - مرد غریب و خوش فکر بوده [3] نسخه ب: این شعر نیز دارد ؎

خالی ز رهبر است جهان ورنه چون عصا — یک گام هر که پیش نهد هادی من است

[4] ب: داماد شیخ عالم از امرایان جهانگیری مرد صاحب کمال و صاحب طبع [5] ب: هیچکس جواب آن نتوانست گفت [6] ب: جسمم [7] ب: تاریخ وفاتش "سر بعلی ابن ابی طالب باد" یافته اند -

حاجی طیب[۵۱]

صوفی مشرب بوده بیشتر رباعی فکر کرده از وست

رباعی

ای دل سفری ازین جهان دون کن | از بهر گریز رخنه در گردون کن
در خانهٔ تاریک ازین بیش مخواب | بنگر که چه وقتست سری بیرون کن
در خواب گه جهان من شیدائی | چشمی بگشادم از سر بینائی
دیدم که درو نبود بیدار کسی | من نیز بخواب رفتم از تنهائی

میر محمد طاهر حسینی[۵۲]

از مردم طالقان - در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه بهند آمده بود - پیشه تجارت داشت واز تاجران عمده و دولتمند بود وبحلیه تقوی آراسته بود - در زمان شاهجهان با ظفرخان اورا خلطه ومحبت عظیم بود خان قدردان از راه آشنائی ذکر کمالاتش را در حضور بادشاه نمود - بر زبان مبارک گذشت که اگر نوکری اختیار کند به پانصدی منصب سربلند می سازیم - خان معزالیه آمد وگفت اگر قبول این معنی نکنی از تو میرنجم میر این غزل در جواب انشاد کرد غزل

دیوانه ایم بر ما باشد لباس رندان | زنجیر گردن ماست زنجیرهٔ گریبان
بر ما بهیچ بسیار خواهیم بیجنون ؟ | یک نعره وار راه است از شهر تا بیابان
زافتادگان نیاید استادگی بخدمت | چون نقش پا بر ونم بر دن ز راه نتوان
چون تار سبحه نتوان از هر دری درون شد | صد در نمی‌توان گشت از بهر یک لب نان
طرز غزل سرای ختم است بر تو طاهر | معنی زلست امروز چون بهرت از ظفرخان
نسخه دوران ز نفع انتخاب افتاده است | آنچه من میخواهم اکثر زین کتاب افتاده است
بهم این دستگیری منعما زاعین نادانی است | بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد

ملا طغرا

شاعر خوش فکر ومعنی یاب ومنشی طبیعت بود - بیشتر در انشاپردازی اوقات بسر میبرد - در تعریف کشمیر وراه آن رساله‌ها نوشته - در آنجا داد سخنوری داده - اشعارش نیز خالی از[۵۳]

---

۵۱ ب: طیبی - ج: حاجی محمد طیب - د: طیبی ۵۲ در نسخه ب این شاعر مذکور نیست ۵۳ ب: خالی از چاشنی معانی نیست -

مضامین نیست ؎

خوش آن ساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی — خط پشت لبت چشم قلج را گرد ابروی

آبرو میرود از دست بیامد شد عنبر — چون حباب از همه جانب نه کاشانه ببند

میر نظام الدین احمد طالع[۱]

از مستعدان زمانه است. و در جمیع علوم و فنون یگانه. از بس در تحقیق و تصوف دعوی همه دانی دارد و همتش تنها بفن شاعری سر فرو نمی آرد. از دیگر علوم تصوف و تحقیق نیز چاشنی دارد. فقیر را در خدمت او اتحاد و اخلاص تمام است. دو رباعی فقیر دو گواه این مدعا است.

شعر سرخوش

تو صوفی صاف صاحب تمکینی — تو هادی کامل و حق آئینی
من مخلص تو بجان و تو مشفق من — من بنده چو خسرو و تو نظام الدینی

دل بهر کمالات پریشان چکنم — کافیست مرا نشه عرفان چکنم
مرزای نظام دین محمد همه دان — من سرخوش بیچاره یکی دان چکنم

در موسم خربزه سرده های شیرین فرستاد این رباعی نوشتم.

رباعی

از خربزه های بخشش مرزایم — چون جان شیرین شده است سراپایم
در شکرش خواستم زبان بگشایم — چسپید ز شیرینی آن لب هایم

مرزای حلاوت سنج معنی این رباعی در جواب نوشت.

رباعی

ای در دل اهل ذوق و وجدان جایت — عبد اخلاص خالص است مرزایت
از بسکه بقلب خویشتن دارمی دوست — چون اهل زمانه وا نشد لب هایت

---

۱ در نسخه (ب) این شاعر در باب نون مذکور است. و آنجا تخلصش مائل رقم نموده است. اما نسخه (ج) نوشته است که مائل تخلص برادر کلانش میر قطب الدین بود ۱ ج: میرزا قطب الدین مائل برادر کلانش شیخی از راه تنفر انگفت. ایشان خود بلیاقت سلطان نظام الدین شدن دادند. چه ظاهر است شاد رحمه کمال خسرو دارید. گفتم و تیکه ایشان نظام الدین اولیا خواهند بود مرا خسرو شدن چه قدر بعید است. قصیده در نعت گفته بود چون باین بیت رسید ؎

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید
از جناب تا مرا گشته نظام الدین خطاب

محمد اخلاص واثق (الف: وامق) تخلص حاضر بود. گفت اول از جناب برآید. بعد از آن فخر بر پاکان کنید.

روزی این بیت حافظ شیراز در نغمه میخواندند خوش آمد باهم طرح کرده ایم۔ حافظ راست ؎

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو | یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

عزیزی دیگر راست ؎

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو | کانچه کشتیم ز خجلت نتوان کرد درو

سرخوش
هر کس انبار کند خرمنی از گندم و جو | من ناکاشته تخمی خجلم وقت درو

طالع
باشدت رنج دوتی[۵۱] حاصل این گندم و جو | آنچه ناکاشته حیف تو هنگام درو

وله
جدا از هستی خود شو که همرنگ صفا گردی | اگر قالب تهی از خود کنی ماه سما گردی
قناعت عالمی دارد خدارا پا بدامن کش | ز طفلی رم نمودی پیر گشتی تا کجا گردی
بخیر اندیشی عالم بر آور نام چون طالع | دلی را گر بدست آری بجانت دلربا گردی

برسر شورش میا و خاطر پر شور را | نیست آسان دست کردن خانهٔ زنبور را
وقت پیری بی مذاق تلخ نتوان زیستن | کی تواند داشت بی فلفل کسی کافور را
از غلط اندازی دوران مشو ایمن که شخص | بیشمارد اختر تابان چراغ دور را

هیچ دل از تیغ ادبی ریش نیست | آب در جریان بضبط خویش نیست
کثرت تکرار کلفت میدهد | عشرت دنیا نگاهی بیش نیست

محمد طاهر

معلوم نیست که همان محمد طاهر است که بالا مذکور شد یا دیگر است ؎

لطف دشنام تو تسکین دل مدهوش ست | آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش ست

ملا ظهوری تبریزی[۵۲]

در بیجاپور دکن علم خوشحیالی افراخته۔ در نظم و نثر ید بیضا داشت۔ در نثر رساله نورس و خوان خلیل و گلزار ابراهیم بنام ابراهیم عادل شاه بسیار خوب نوشته[۵۳] و در ساقی نامه که بنام برهان الملک گفته داد سخنوری داده[۵۴]۔ گویند وقتیکه پیش نظام شاه در احمد نگر فرستاد نظام شاه با وجود ناآشنائی

---

۵۱ ب: رنگ ۵۲ ب: ترشیزی ۵۳ ب: گفته هر فقره او بسجع و معنی تازه دارد گویا نظم رنگین است که او را نثر کرده میخوانند۔
۵۴ ب: بسیار مربوط و پخته و استادانه گفته و تلاشها کرده و در شعرا مقرر است که چنین ساقی نامه کسی نگفته و نتواند گفت۔

سخن چند[1] زنجیر فیل پر از نقد و نفائس و جنس صله آن فرستاد. فغفوری در قهوه خانه نشسته بود تنباکو میکشید. فرستاده قبض الوصول خواستند. قلم برداشت بر پاره کاغذی برنگاشته ع

کرت[2] تسلیم کردند تسلیم کردم

یک چند از وجه کتابت قوت بهم میرسانید. کتاب روضة الصفا را صد کرت نوشته فروخت

از وست ؎

چشم را پرده خود کرده بپایان رفتم — پنبه در گوش نهادم به شنیدن رفتم

سجده وایی بود تماشای جبین — کرد پیری مدد اینک بخمیدن رفتم

از دم تیغ نگه دم به تپیدن[3] دهیم — سرمه حیرت کشیم دیده به پایان دهیم

بند نقابی کشیم تیغ و ترنج آوریم — یوسف و یعقوب را کلفت[4] زندان دهیم

چراغ عاریتی تیرگی زیاده کند — بروشنایی شبهای تار سوگند است

ذوق جنبش بر تماشای گل رخسار داشت — گرمی پرواز زد و آیینه با خود کار داشت

دل پر از سوز محبت داغدار افتاده ام — لاله زار از دیگران در شعله زار افتاده ام

سربلندی می کنم دعوی گواه افتادگی ست — از عزیزانم دلیلم این که خوار افتاده ام

بجگر تشنگی خضر جگر میسوزد — که ز سرچشمه تیغی دم آبی نکشید

بخار میگذرد از خاک جگرسوختگان — دست بیرون نکشد شعله ز دامن گیری

عرفی شیرازی

از مستعدان زمانه بود. در قصیده گویی و غزل پردازی یگانه. اشعارش بسبب اشتهار ابراد نیافت. بهمین بیت که خوشگاه میان ناصر علی بود اکتفا نمود. شمه از حالش رقمی گشت. از وست ؎

من از این درد گرانمایه چه لذت یابم — که باندازهٔ آن صبر و ثباتم دادند

در مداحی میر ابوالفتح گیلانی و نواب خانخانان سپه سالار جاه کرد نیافت. در سی و شش سالگی در سنه تسع و تسعین و تسعمایه در لاهور درگذشت. سوانح او فوق گردید. استاد البشر

---

۱ ب: هفت ۲ ه: کرت تسلیم کردند تسلیم کردم ۳ ب: تن به تپیدن دهیم ۴ ب: بزندان یعقوب را.

وبادی کلام عرفی شیرازی۔ تاریخش یافتند۔ از غایت اعتقاد که بجناب مفترض الطاعة علی المرتضی داشت
وبشوق دریافت خاک مرقد آن سرور این بیت بصد اشتیاق گفته بود۔ بیت قصیده ؎

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم | اگر بهند[1] بخاکم کنی وگر بتتار

آخر میر صابر اصفهانی نعش او را بعد از سی سال به نجف اشرف رسانید۔ ملا رولقی همدانی تاریخ یافت ؎

یگانه گوهر دریای معرفت عرفی | که آسمان پی پرورش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران | شکست بر صف لهای پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جانسوزی | که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه از گور تا نجف بروم | فگند تیر دعای و بهر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ رونقی کلکم | بکاوش مژه از هند[2] تا نجف آمد

گویند این رباعی در وقت نزع گفت۔

عرفی دم نزع است وهمان مستی تو | آخر بچه مایه بار بربستی تو
فرداست که دوست نقد فردوس بدست | جویای متاع است ونهی دستی تو

آبروی هندوستان میان ناصر علی

از اهل هند صاحب سخن بلند خیال معنی یاب بسا ذی همت وکمال بهچو او برنخاسته۔ از یاران قدیم فقیر بود
از خورد سالگی یکجا بهم مشق سخن میکردیم۔ وصحبتها میداشتیم۔ این بیت او فیح حسب حال است ؎

طالع شهرت رسوائی مجنون بیش بست | ورنه طشت من و او هر دو زیک بام افتاد

بقدر استعداد[3] خود در هندوستان دستگاهی نیافت۔ در زمان بی فیض واقع شد والّا این چنین نازک خیال

[1] ب: بخاکم کنی [2] د: از گور تا از هند درست می نماید [3] و: سوای شعر حسن خلق ودلگرمی وخداشناسی وهمت وسخاوت واستغنا
نیز یشانی بمرتبه دارد که در هیچ مخلوقی دیده نمی شود چنانچه خود گفته ؎ از سخن مارا دماغ دیگر است چون صدف مغز سرما گوهر است
در اوایل شهرت همت خان خواهش دیدن او کرد۔ برفاقت میرزا محمد علی المعروف بعد از شعر خوانیها خان تقریبی گفت که در مردم مغلیه ما
خوب رسم است که یاران در خانه یکدیگر مهمان میشوند امروز من بخانه یاری رفته خوردم فردا او بخانه من آمده خواهد خورد۔ مردم
هندوستانی یکبکه طبع اند در غایت خست در خانهای خود پنهان شده میخورند گفت مغلان نان را بالفرض میدهند هندوستانیان
این شیوه عار دارند۔ همت خان بیهم خورد۔ روزی همراه سیف خان که باوی بسیار دوستی داشت بخانه خان جهان بهادر
کوکلتاش عالمگیری رفت وچون تکلیف شعر خوانی کردند این بیت را خواند ؎

اهل دنیا را بغفلت زنده دل پنداشتم | خفته دانستم مردگان را زنده می بینم بخواب

نواب هزار روپیه گذرانید قبول نکرد۔ سه روپیه سیف خان کرده گفت با بخت این بزرگی می باشیم هرشب گرسنه نشسته مطبخ
شوربای میرسد۔

می باید ملک الشعرای عصر باشد- این رباعی فقیر در تعریف او شاهد کمال اوست - رباعی

در ملک سخن بود جهانگیر علی در مشرب دل ولی علی پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسی زانسان که خط کس بخط میر علی

در آخر عمر با شاه مجذوبی در دار الخلافه بدعوی قطبیت اقامت ورزید- جنون ساخته بهم رسانید دم از دوستی بوعلی قلندر میزد- ششم مبارک رمضان سنه یکهزار و یکصد هشت درگذشت فقیر تاریخش یافته

وارسته علی بهمت بی پروا از راحت و رنج دهر مستغنی رفت
دائم چو توجهش سوی معنی بود دل کنده ز صورت کده هستی رفت
سرخوش ز خرد سال وفاتش پرسید گفت آه علی بعالم معنی رفت

در اوائل مشق روزی فقیر باوی گفت که بعضی اعزه میگویند که مسوده اشعار ملا نامهم بدست ناصر علی افتاده و اشعار آنرا بنام خود میخواند- گفت امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باهم طرح غزل کنیم- این غزل در پیش بود- آب استاده است و آفتاب استاده است او و فقیر اسپ در میدان تاختیم و این مطلع بدیهه گفتیم

تن ز اشکم تا بگردن روی آب استاده است سر بروی تن عیان همچو حباب استاده است

میان ناصر علی حسن مطلع رساند- جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد

اهل همت را نباشد تکیه بر بازوی کس خیمهٔ افلاک بی چوب و طناب استاده است

روزی بفقیر گفت در تمام عمر به ازین شعر نگفته ام - چیزیکه بمن داده اند همین بیت است- به اعتقاد خود به از همه شعرهای خود میدانم

تو چو ساقی شوی در ونک ظرفی نمی ماند بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها

فقیر گفت قریب به این معنی بیتی دارم اما داخل بیاض و انتخاب خود نکرده ام-

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم همچو مه بالد بقدر باده بر خود ساغرم

و من بطالع هرگاه در دیوان خود نظر میکنم اینقدر معنی های تازه می یابم که شعرای دیگر برای یک مصرع عاجز اند نمی یابند- اما هیچ کس خریدار نیست- بلکه بگوشه چشم هم نمی نگرد

یوسفی در پرده بودم کس خریدارم نشد خویش را بفروختم با خویش سودا بازگشت

یک بیت در تعریف معنی یابی خود گفته ام فی الواقع چنین است

سرخوش از طبع بجسته معنی نابسته — بعد ازین هرکس که گوید شعر مضمون از من است

اگرچه اشعار میان ناصر علی از انتخاب مستغنی است - باعتقاد فقیر هرچه گفت خوب گفته - این چند شعر خوش کرده میر معز موسوی خان وغیره اعزه صاحب کمال هست ؎

وحشتم از دل هر ذره نمایان کردند — آنقدر جمع نبودم که پریشان کردند
جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است — نفس سوخته بود که پنهان کردند

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست — آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست

بمحفلی که حریفان بیاد حق مستند — نفس زدی و چو آئینه بر تو در بستند

برق تازان فنا تا کمر دل بستند — چون شرر بر نفس سوخته محمل بستند
توبه‌ها را نفس بازپسین دست رسست — بی خبر دیر رسیدی در منزل بستند

عرق شد پرتو شمع از خجالتها چه حسن است این — بهر محفل که باشی خوشهٔ تاک است فانوسش

هوای ابر ز خود می برد مرا امروز — چو برق جسته‌ام از جای گرفتن خویش

جفا جوی[۵۱] که صحرا را برقص آورد نخجیرش — ز سیلهای خون من سیه تابست شمشیرش

در وادی که تیره شبم جلوه می نمود — نور هزار شمع زبان غزال داشت

ز جوش باده درد ته نشین بالانشین گردد — ز موج خنده ترسم خط برون آید از آن لبها

روشنی کم میکند در ظلمت کاشانه‌ام — هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه‌ام

اگر آن هلال ابرو بمیان نشسته باشد — مه نو بچشم مردم مژه شکسته باشد

چسان تقریر حال دل کنم پیش سیه چشمی — که گرد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش

ره خوردگان تجرید جائی که برق تازند — پا در حنا نشاندن رنگی بخویش بستن

چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغناهاست — در غبار شب مه نو نقش پشت پاهاست

بجز من[۵۲] کسوت دیگر بپوشد آفتاب من — ز دود خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من
یکی شد بسکه درد و صاف می روز و شب عالم — ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من

همت درویش از منعم شدن کمتر شود — از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود

---

۵۱ ب : من و شوخی که صحرا را برقص آورد نخجیرش ۵۲ ب : بجز من کسوت دیگر بپوشد آفتاب من -

بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمابیت — که چون نرگس درون دیده خالی کرده ام جایت

مثنوی در زمین یوسف زلیخا بسیار رنگین و بطرز تازه گفته از وست ـه

شنیدم یک شب از خندیدن دل — که دیر سومناتم بود منزل

بتی میگفت پنهان با برهمن — خدای من توی ای بنده من

مرا بر صورت خود آفریدی — برون از نقش خود آخر چه دیدی

درهمان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود ـه

بدنیا و بعقبی در ستیزند — چو برق از هر دو جانب میگریزند

مردپیری از یاران او که نامش بردن باعث شرمندگی تا ابد است در مطلع این مثنوی تصرف کرده پیش فقیر خواند فقیر آنچه در جوابش گفته بنظم در آورده ـه

علی آن پیشوای خوش خیالان — چو شد در مثنوی کلکش درافشان

رساندش پایه از معنی بمعراج — بود این مطلع آن ذرة التاج

الهی ذره دردی بجان ریز — شرر در پنبه زار استخوان ریز

۱۷۱۵۸

درین مطلع نمود از احمقیها — یک از پیران جاهل دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخوان سخت — کجا این نرم را نسبت بآن سخت

بتغییر حروفی چند فی الفور — درستش کرد در زعم خود این طور

الهی ذره دردی بتن ریز — شرر در پنبه زار موی من ریز

من این حرف از زبانش چو شنفتم — چو گل خندیده بر رویش بگفتم

چرا این حاجت از حق خواهی ای یار — توانم کرد من هم این قدر کار

که مشتی خس بآتش بر فروزم — همه موی سر و ریشت بسوزم

سزای آن که در شعر بلندی — کند زینگونه دخل ناپسندی

مناسب تر درین هنگامه افتاد — بر اهل سخن این بیت استاد

چراغی را که ایزد بر فروزد — هر آنکو تف زند ریشش بسوزد[۱]

---

[۱] ب: قریب شصت سال عمر رسانده .... تا که در رمضان ۱۱۰۸ هـ بی دم و دود شد محمد عاکف آه آه از رحلت ناصر علی" تاریخ یافته رفت.

عظیمای نیشاپوری

صاحب معنی بود در ہند نیامده. غزل سلسله بند او مشهور است و این بیت ازان غزل او ست

گفت جسم لاغرش را از غضب خواهیم سوخت — گفتمش من سوختم در باب خاکستر چه گفت

سوای این یک بیت برجسته اش را از زبان میر معز شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته. هر دو نگاشته می آید

عظیما: ناخن زدم بسینه و پرسنگ کعبه خورد — نزدیک بوده راه و نشان دور داده اند

میر معز: نزدیک شد که کعبه فلاخن نشین شود — کوی ترا نشان مگر از دور داده اند

آقا عظیما

دیوان بیوتات لاهور نیز خوش فکر است. از وست

داغهای تازه از نخل تنم گل کرده و ریخت — او بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرده و ریخت

این مطلع قافیه مستعد دیگر ندارد

خراش ناخن ما را دل ناشاد می داند — زبان تیشه فرهاد را فرهاد میداند

بطفل باد دستی داده ام دل را که از شوخی — رود گر عالمی بر باد کاغذ باد میداند

برنگ گرد میگردم پی رم کرده آهوئی — که در دنباله خود سایهٔ صیاد میداند

شیخ عبد العزیز عزت[۳]

فاضل[۱] کامل بوده سلیقه سخنوری نیز درست داشته توجه بادشاه جوهر شناس در صدد تربیت او مصرف بوده است میخواستند که بمرتبهٔ سعد الله خان رسانند. زندگانیش وفا نکرد. من اشعاره

یک لحظه دل ز ناله نخواهد فراغ ما — آتش ز رنگ سرمه نگیرد چراغ ما

نگو که بسمل تیغ تو از میدان رفت — که راه صد رم وحشت ز یک طپیدن رفت

مجوی راز تجلی ز هست عالم نور — کلیم را بگلو سرمه کرد آتش طور

۱ـج: محمد شفا عظیم ۲ـج: عزیز ۳ـب: در علم معقول و منقول سر آمد زمانه بود. در فنون سپهگری و سلیقه شعر و انشا یگانه. بادشاه دین پناه او را میخواست که بپایه سعد الله خانی رساند بمنصب هفت صدی و خدمت داروغگی عرض مکرر که لواب سعد الله خان مرحوم در اوائل داشت سرفراز ساخته. همیشه توجه بادشاهانه در صدد تربیت او مصروف بود که بقضای الهی و دیعت حیات سپرده.

زبس نگاشته ام سرد مهری گردون — کند ز نامهٔ من بال اگر پرد کافور

شعار کار کشایان ملال خاطر نیست — گره چگونه کند جا برابروی ناخن

راز دل خستگیم هست ز مژگان تو فاش — عرض حالم نکند هیچ زبان بهتر ازین

چشم طنازش ز بیم سرزنش های حیا — پردهٔ مستی کند بیماری پیوسته را

وقتیکه این مطلع برجسته را فرمود ۵

صدای برنمیخیزد ز دم بسمل ز نخچیرش[۲] — مگر زد آن شکار افگن بسنگ سرمه شمشیرش

عزیزی دخل کرد که تیغ بر سنگ کشیدن مصطلح است و بر سنگ زدن بجای بنظر شریف در آمده باشد. فرمود جای دیده ام - اما حجتی از اشعار سلف میخواهست - ملا محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی پیدا کرد و شاهد استوار پیدا کرد ۵

سلمان چون زند بر سنگ تیغ آن شوخ خوش می آیدم — آب چون غلطد بروی سنگ گردد خوشگوار

باقرای[۳] سوداگر

این نیز عزت تخلص میکرد - مرد غریبی بود - آن قدر عزت نداشت - شعرش هم موافق حال او بوده - از وست ۵

بی غنچه دلی رائحهٔ ورد ندانی — بی سیلی غم حال رخ زرد ندانی

تا رام نگردد بتو رم خورده غزالی — در دو باره نگاهی که بمن کرد ندانی

موسی بکوه طور که جا گرم داشتست — دستی با آتش دل ما گرم داشتست

۱۵ب: پیکان ۲۵ب: صدای برنمیخیزد گر بسمل ز نخچیرش ۳۵ج: محمد باقر سوداگر عزت تخلص - ۱۸: باقر سوداگر این نیز عزت تخلص میکرد

بند: این جا در بعضی نسخه ها ذکر دو سه شاعر دیگر مرقوم است که در نسخه (ا) نیست - حالات ایشان از نسخه ب: این جا نقل میشود -

(۱) حکیم میرزا محمد عالی تخلص

در فضائل و کمالات از مستعدان زمانه است - در انواع فنون شعر و انشا پردازی محسود اقران - دیوان رنگین و منشآت پر مضامین از شاهنامه پادشاه عالمپناه در فصاحت و بلاغت تمام می نگارد - وله

عبث از قرب بزرگان دل مغرور خوش است — دیدن کوه نه آنست که از دور خوش است

بی کمال از پی صحبت چو خودی میخواهد — چون زن زشت که در همدمی کور خوش است

دل شکاران بکمند تو گرفتار شدند — خود فروشان همه پیش تو خریدار شدند

چون فتاد آتش رخسار تو در شمع وجود — خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف جنگ که یک بیت از آن ایراد می یابد ۵

هر یکی از ابتدای جنسش میکشد دل را بخویش — میشود صید افگنان را بر سر نخچیر جنگ

از دکن به عبد القادر خان دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته بود. خان معزالیه طرح کرده خود گفت و بفقیر تکلیف کرد فقیر هم گفت. دیگری هیچ موزونی در دار الخلافه نماند که طبع آزمائی نکرد. هنوز هنگامهٔ این بیت باشگون گرم بود که خبر شتقار شدن عالمگیر پادشاه رسید. طرفه هرج مرج در عالم پیدا شد. و اعظم شاه بار دوی ظفر قرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت در نواحی اکبرآباد جنگ عظیم واقع گشت. اعظم شاه با دو پسر رشید و چندین خوانین عمده و جمعی کثیر بضرب تفنگ و تیر کشته شد. چنانچه فقیر تفصیل این جنگ در ظفرنامهٔ شاه عالم بهادر بنظم آورده در تعریف فیل چنین گفته ؎

برنگ تن و هر دو دندان او — بگویم چه رمز است ای رازجو
ظفر رای دولت پادشاه — در آغوش هر شب دو دست دعا

در این غزل بدین دو سه بیت فقیر و یک (از) مرزا جودت خوب بود نگاشته آید ؎

خشک زاهد بمی آید بجوب شیر جنگ — تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ
عشق در دل خانه کرد و عقل بر بست از بر — بر سر جا میکند همسایه با همسایه جنگ

جودت

گرمی مردانگی از سرد طبعان کم طلب — چشم نتوان داشتن از مردم کشمیر جنگ
کرد با ابرو ستم چون ناز تا شد صرف جور — ترکش او شد چو خالی کرد با شمشیر جنگ

(در نسخهٔ ج: اسم این شاعر میرزا محمد حکیم است و در نسخهٔ ک: حکیم میرزا محمد دانشمند خان عالی تخلص)

(۲) میر کریم الدین عاشق تخلص

نبیرهٔ شکر الله خان مرحوم نواسهٔ نواب غفران پناه عاقل خان به کمالات صوری و معنوی آراسته باخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسته طبعی بلند و ذهنی رسا دارد. و در شعر استاد داد تلاش میدهد بقدرت و سامان تمام میگوید. این چند بیت از نتائج طبع اوست ؎

نمی خواهم برد آن پری از دل نقاب افتد — مبادا دشمن و معشوق یک مینا حجاب افتد
دریده بود دل که محبت بیاد بود — این شیشه را بسنگ پری خانه زاد بود
فیض آزادی است قامت رعنا طلب — تا رهی از خود در آ از قامت بالا طلب
تا شوی محمل بدوش کاروان اعتبار — چون جرس این جا دل خالی لب گویا طلب
یاد می زنما نمی کند آن بی وفای ما — از ما دلش چرا است که خالیست جای ما
دل خسته را بمیز آه و فغان کنند — ظرف شکسته را ببی امتحان کنند

(در نسخهٔ ج نامش "میر کریم الله عاقلخان عاشق" نوشته است)

(۳) شیخ عطاء الله عطا تخلص

بطرز قدیم فکر می کند شعر شسته و صاف دارد ؎

پری دیده ام مایل کیستم — بخون می طپم بسمل کیستم
ندانم کجا برد حیرت مرا — ز خود رفته ام در دل کیستم
ندارد شکستم صدا چون حباب — عطا شیشهٔ محفل کیستم

ملّا علی قمی

در هند نیامده یک[۱] بیت او عالمگیر است. از وست ؎

نشا که از سر ما فتنه دست بردارد | بهر دیار که رفتیم آسمان پیداست

خواجه عبدالله عرفان

خلف خواجه؟ طبع رسا دارد. شعر محققانه بسیار خوب میگوید. اما جنون بر دماغش غالب است ؎

جدا از خود چه میخواهی[۲] تو هم کرد صورت | اگر معنی همین معنی اگر صورت همین صورت

ملّا عارف لاهوری

شاعر ماهر بوده[۳] از وست ؎

بی برگی منعم بود از کثرت سامان | لب تشنگی بحر ز بسیاری آب است
نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان ببرد | در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است
خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است | مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است
تیزی مژگان خونریز ترا حاصل نکرد | تیغ های آهنی هر چند سر بر سنگ زد

غالب[۴]

از شاگردان رشید میرزا صائب بوده. از وست ؎

چه یاری بهتر از کردار[۵] خیر اندیش میخواهی | چه حسنی خوشتر از حسن سلوک خویش میخواهی
پنبهٔ[۶] حلاج را رسم رسن داری بود | خانه بر دوش فنا سامان داری هم نداشت

در مثنوی مهر و وفا که تصنیف اوست در تعریف ناف گوید. از وست ؎

نه ناف است این که دارد کرد بیتاب | کز و افتاد فکر من بگرداب
ز تاب جلوهٔ سرو روانش | گره افتاده در موی میانش

---

۱ ب: یک بیت خوب او در بیاض صف شکن خان بنظر در آمد. ۲ ب: میجوئی. ۳ ب: همت عالی جیو بردی بسیار مهربان بودند. دیوانی ترتیب داده مثنوی مهر و ماه گفته موافق طبع خود تلاشها کرده. ۴ ذکرش در نسخهٔ ب نیست. ۵ ب: از پروردگار خویش میخواهی - ۸: از کردار خویش خوب میجوئی.
۶ ب: رشته. ۵ در نسخهٔ ب این جا شاعر ذیل مذکور است و ذکرش در دیگر نسخه ها نیست - از ب: نقل میشود -
خواجه عبدالرحیم مجاهد تخلص مشق سخن بسیار کرده. دیوانی ترتیب داده یک مرید الشان بیتی که در مذمت درویشان هند فرموده بودند بفقیر رساند ؎ دانه های سبحه مانند درویشان هند | گر یکی را سوی خود خوانا کسی هم می رسد | فقیر بر خوش چون خادم درویشان هند بود از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داده معقول بر بست ؎ برنگ دانهای سبحه درویشان هندستان | اگر صد را بخوانا کس بجز یک یک نمی آید

میر[۱] برهان عروس

عروس تخلص داشت - صاحب تلاش بوده - این بیت از وست ؎ :

بهر زیب دل زدن میخواستم گلهای داغ   صد چمن بر هم زدم تا یک نفس آراستم

غنیمت

از خاکیان هند غنیمت بوده طبعی درست داشت و دیوانی مختصر دارد - مثنوی نیز فکر کرده -

این چند بیت از وست ؎

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها   که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیا و داغهای کهنهٔ دل دار و تماشائی   شو و طاوس را سیر چمن برگشته دیدنها

چشم پرنور و طاقت زیر دست افتاده است   همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نمناکم نماند   خلق میداند که می خور مست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند چون گردابها   همّت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل   جست برق شوق از موسیٰ و شمع طور شد

نظر بروی کرشمهٔ آشنا که میگردد   بگرد خویش چو گرداب دیدهٔ تر ما

کرده ام از مهر لب نقدیبانها در گره   بسته ام چون غنچهٔ سوسن زبانها در گره

ز خلق آزرده گشتم دیالش در خویش حاصل شد   غبار خاطر آخر توتیائی دیدهٔ دل شد

جنونم کرد گل از گردش چشم دلارامی   بجوب گل نمی آید علاج چوب بادامی

محمد[۲] اسمعیل غافل مازندرانی

هندوستان را در فن خط ید بیضا داشت - بخطاب روشن رقم سربلندی یافته در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خطوط دیگر مثل ثلث و ریحان و رقاع وغیره بی مثل بود - اوراقی از قرآن خط یاقوتی و کتاب خط صرفی ضائع و تلف شده بود - نوشته و کهنه کرده بجایش گذاشت و از نظر پادشاه گذرانید بی آنکه او ظاهر بسازد معلوم نشد که تازه نوشته شده - و در انشا پردازی یگانهٔ زمانه بود و به دبیری خاص اختصاص داشت - از فکر سخن نیز بهره مند بود -

---

۱؎ ذکرش در نسخه ب نیست - در نسخه ج تخلصش عزلت است ۲؎ ذکر این شاعر هم در نسخه ب نیست -

ناخلفی انده مانده همه مسودات و اشعارش ضائع ساخت - این چند بیت و رباعی که بر السنهٔ اعزه مانده بود ایراد یافت ؎

کجا از نازکی تاب هم آغوشی بگل دارد | مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقاش تصویرش
ز شوق لذت زخمش ز بس در اضطراب افتد | مشبک گردد از یک تیر سرتاپای نخچیرش
چنان خوگر به بیتابی بود سودائی زلفت | که بی زنجیر ننشیند بروی صفحه تصویرش
ستمگر بی وفا بیداد صیادی که من دارم | نگاهش نگذرد بر من گر از دل بگذرد تیرش
کار آسان نیست بی او زیستن | سخت جانیها حساب دیگر است
چشم بلبل میپرد رنگین بهاری در ره است | بی نوای[1] نالهٔ هی هی موسم فریاد هی

رباعی

چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد | پیر است نه کافری نهان نتوان کرد
در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی | در روشنی روز همان نتوان کرد

از گرمی عشق بحر و بر میسوزد | صبر دل و طاقت جگر میسوزد
عشق آفت زبانه خشک و تر است | آتش چو گرفت خشک و تر میسوزد

بشناخته تا دهر بدین هوش مرا | هر دم بغمی ساخته مدهوش مرا
یکچند بنام و کرم باید خواند | شاید که کند دهر فراموش مرا

عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم | تا شوم زین هنر از محنت گیتی آزاد
گفتم از یاری خط تنگ در آغوش کشم | نوعروس امل و شاهد گلرنگ مراد
ضعف پیری چو قوی گشت قوی باد ضعیف | طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت بباد
گشت پیدا که درین عرصهٔ حرمان امید | کس به نیروی هنر عقدهٔ طالع نکشاد

محمد طاهر غنی

صاحب طبع عالی بوده[2] - پایهٔ سخنوری را بدرجه کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه تمام اقلیم هند هیچ او سخنوری خوش خیال نازک بند معنی یاب برنخاسته - دیوانش که سراپا انتخاب است هرزا

---

[1] د: هی نوا هی نالهٔ هی هی موسم فریاد هی [2] ب: بهره در طالب علمی بکمال داشت - در اوائل مشق اشعار خود را پیش شیخ محمد محسن فانی میگذرانید -

محمدعلی ماهر ترتیب داده چنانکه دیوان میرمعزو ناصرعلی را فقیر تدوین نموده - اکثر شعرش بطرز ایهام است "غنی" تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست[۵۱] - روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر خواند ؎

بی چراغست اگر بزم خیالم غم نیست مصرعی ریخته شمعی ست که در عالم نیست

شاه نظر برایهام او شوخی نموده گفت مصرع ریخته که در عمر گفته باشد همین خواهد بود[۵۲] این چند شعر انتخاب نموده میر معز موسوی است ؎

فراغتی به نیستان بوریا دارم مبادا راه درین بیشه شیر قالی را

کند در هر قدم شرپاو خلخال که حسن گلرخان پا در رکابست

با دامن تر شدم بمحشر گفتند در آفتاب بنشین

می نواز و ساز عیش آنانکه طالع یافت قوت باشد از پای مگس مضراب تار عنکبوت

بر نداریم ز اشعار کسی مضمون را طبع نازک سخن کس نتواند برداشت

جان بلب از ضعف نتواند رسید ما بزور ناتوانی زنده ایم

ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی نگینی می نماید گر نهند آئینه در چشم

قلم تحریر کرد از سینه چاکم نگر حرفی که مکتوبم ز صد جا پاره چون بال کبوتر شد

میان بانزاکت همچو مو آن دلستان دارد پر موراست شمشیری که بر موی میان دارد

چو آن آتشین همیشه جبینم ز چین پر است یعنی دلم ز دست نوای نازنین پر است

میفرستند به پدر پیرهن خالی را یوسف از دولت حسن این همه خود را گم کرد

اثر به عکس بخشد شمع من از طالع واژون ز فریاد بلندم چشم بد از خواب برخیزد

چو آن عاشق که بر دامن بجیب موم فرو ز دم چو بر در پستی بلند شد[۵۳] نامم

دل بکردن به غنی چون قامتت گردید خم بهر این خاتم نگینی نیست جز سنگ مزار

۵۱ ب: غنیمت او را نادیده انا جدوی از اشعار خود پیش وی فرستاده بود هم ۵۲ ب: هنگام فکر شعر از جمع هر دم انزوا اختیار میکرد یکی از متعلقانش در هنگامیکه مضمون تازه دست داده بود آواز کرد که حضور دلش برهم خورد - آن جنی از خاطرش رفت ازین امر خیلی مضطرب گشت - بغضب تمام برخاست و بیک ضربت تیغ سرش از تن برداشت ۵۳ ب: دارد ۵۴ ب: نالم شد -

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

یاران برند شعر ما را — افسوس که نام ما نبرند

رفیق اهل غفلت عاقبت از کار می ماند — چو یک پا خفت پای دیگر از رفتار می ماند

گویند صائبا بر یک بیت او رشک آنقدر میبرد که میگفت ای کاش آنچه درین عمر گفته ام باین کشمیری میدادند و این بیت او بمن میدادند ؎

غنی — حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر معنی پیدا کرد و فقیر نیز هر دو نوشته میشود ؎

حکیم — خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

سرخوش — خوردم ز خط فریب جمال عذار او — همرنگ سبزه بود لباس شکار او

شیخ محسن فانی[۲]

خود را از موحدان میگرفت و از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود. از مصاحبان دارا شکوه است دیوان و مثنوی خوب دارد. دو بیت از و یاد است ؎

دیده نهان داشت نقش آن کف پا را — اشک بردم نمود رنگ حنا را

موی سفید خندهٔ صبح اجابت است — گشتیم پیر بر در او نا دعا رسید

میرزا فصیحی[۳]

از فصحای زمانه بود. اشعار پخته دارد و استاد یگانه است ؎

لبی کز ناز کی بار تبسم بر نمی تابد — بخون غلطم که امروزش بدشنام آشنا کردم

خویش را بر نوک مژگان ستم کیشان نشوم — آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود

حدیث شوخ و لعلت نازک افگارش کند ترسم — مگر آهسته آن لب را تبسم وا ربگشاید

---

۱ در نسخه (د) بعد از غنی ذکر غروری مرقوم است که در دیگر نسخه ها نیست. از نسخه (د) نقل میشود. غروری، صاحب تلاش است. این بیت از وست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهای داغ — صد چمن برهم زدم تا یک قفس آراستم

(رجوع شود بتذکرهٔ میر برهان عروس کرایرادیافت) ۲ ج. محمد محسن فانی ۳ب: کامل العصر بود. طالب آملی وغیره فضلای زمان او را بسیادت قبول داشتند. اشعارش از بیاض میر معز نوشته شد ۳ ب: لبش.

جرم ما گر باده آشامیست مستی جرم کیست — عکس لعل خویش را ما در شراب افگنده ایم

چون ماهی ساحل طپد از آرزوی دل — زخمی که شهیدان ترا بر سپر آمد

شب که غمهای ترا پرده نشین میکردم — از تبسم لب زخمی نمکین میکردم

دوش تقلید جرس کردم صد قافله سوخت — آه گر ناله پریشان تر ازین میکردم

چمن پیرای صبحم کیمیای خار و خس دارم — بهر شاخ ترنجی آفتاب پیشرس دارم

کو جنون تا هر نفس در دل سراغی گم شود — سینه همچو موج در گرداب داغی گم شود

شوق[1] اگر اینست مغز آشفتگان عشق را — نکهت فردوس تر سم در دماغی گم شود

دریک بیت مرزا فصیحی فقیر تصرف کرده۔ هر دو نوشته میشود ؎

فصیحی — ما تو ایم با گل رعنا درین چمن — کز خون پر یم و رنگ به بیرون نمی دهیم

سرخوش — هم مشرب است با گل رعنا پیاله ام — کز خون پر است و رنگ به بیرون نمی دهد

آقا محمد ابراهیم فیضان

خلف آقا محمد حسین ناجی۔ در عنفوان شباب بکمالات ظاهری پرداخته در اکثر علوم سیما در علم معقولات اکمل علمای عصر خود است۔ و در فن انشا خود ثانی ندارد۔ و در نظم بی نظیر چنانکه میان ناصر علی میفرمود در ین زمانه به ازین جوان دیگری درین هنر نیست۔ و خوش نویس هم بود۔ چند بیت از زادهای طبع اوست که بگوش رسیده تحریر می یابد ؎

تا اختلاف از دست صنعت یک قلم باشد — تفاوتهای کفر و دین شگاف یک قلم باشد

بود منزل رسیدن دل بدست آوردن خوبان — بلند و پست راه عشق لطف بیش و کم باشد

ستم فهمد زبان غمزهٔ خونخوار[2] قاتل را — میان ما و نازش ترجمان تیغ دو دم باشد

نصیبت گر بود همچو صدف رزق از سما ریزد — چو قسمت نیست روزی از دهن چو آسیا ریزد

بیتو تا چند بسازد بدل تنگ کسی — از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی

در دل صاف خیال سخن ساخته نیست — آب آئینه نیامیخته با رنگ کسی

کردم از ضبط نفسهای خموشی معلوم — کز شکسته است پس پردهٔ آهنگ کسی

---

[1] این بیت از نسخهٔ (اب) افتاده است [2] ب: خونریز۔

نبود از شیوهٔ ظلم اینقدر ها چشم بیرنگی — مرا بر دل رسد زخمی[1] ترا چین بر جبین افتد

صافی دل شست[2] در دکینه از پیمانه ام — روشنی پوشیا چون آئینه عیب خانه ام

عداوت در کمال دوستی دارند هم جنسان — چو اختر زد هجوم نور دامن بر چراغ من

نمی باشد چو من حسرت نصیب محشر دردی — ز هر جزو بدن جوشید چون اخگر دم سردی

بهم ناز و نیاز آئینه سازِ الفت اند اینجا — خرام آن پری دارد ز رنگ جسته ام گردی[3]

بیهوده چه سوزی پی دنیا جگر خویش — در خاک چو اخگر نبری مشت زر خویش

برد هر کس که در بزم خموشی راه می داند — که فیض شیشهٔ رطل گران گوش گران دارد

میر غیاث الدین منصور فکرت تخلص

از شرفای ولایت بوده در عهد شاه عالمگیر بهند آمده پانصدی منصب داشت. خوش خلق و خوش فکر بود[4]- این بیت بخط خود در بیاض فقیر نوشته از وست ؎

نمی مانَد سیاهی در دوات دیده آهو را — اگر دیباچه بنویسم بیاض گردن او را

ز اشکم گاه مستی نامهٔ اعمال افشان شد — مرا کوه گناه از بادهٔ لعل بدخشان شد

خمار افسرده ام دارد شراب آتشینی کو — که خون مرده را در پوست چون هند بسوزاند

همچو من بیکس شهیدی هیچ کافر دیده است — صبح محشر هم دمید و خون من خوابیده است

در نامهٔ من نیست بفرمودهٔ حق هیچ — یکحرف به تعلیم درین مشق ندیدم

عمر آخر میشود تا میکشی دل از جهان — کاروان بگذشت تا خاری تو از پا میکشی

عبد الرّزاق فیّاض

یک بیت او از زبان میر معز موسوی شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته و فقیر نیز بیتی بهم رسانده

---

[1] ب : زخم و [2] ب : شسته [3] ب : رنگی [4] ب : از راه قدردانی به فقیر بسیار التفات و مهربانی میکرد. فقیر قصیده که در مدح بخشی الممالک روح الله خان در زمین قصیدهٔ شاه طاهر دکنی گفته بود که این بیت از آن قصیده است ؎

ترک شوخی نکند زانسبب استاد ازل — همچو اطفال کشیده ست فلک را به فلک

بره باحسن چه گذرانید و نقلی از راه خوش طبعی نیز درمیان آورد که چون ملا وحشی جواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان شاه برآشفتند و پیش یکی صاحب طبع رفته بشورش تمام گفتند که ببینید بی ادبی ملا وحشی را که قصیدهٔ شاه را جواب گفته. آن گفت که بی ادبی دیگر آن که از شاه خوب گفته. نواب خنده کرد و برای فقیر آنچه دلم خواست صله عطا فرمود. میرزا بمنصب پانصدی سرفرازی داشت. در کشمیر فوت شد. (این حکایت با اندک تغییر جائی دیگر در متن مرقوم گشت)

هر سه رقمی میگردد ؎

فیاض	یکبار ناله کرده ام از جوشش اشتیاق[۱]	اوشش جهت هنوز صدا میتوان شنید
میرمعز	باد بهار و بوی گل آشفته خاطر اند	پیغام او ز نالهٔ ما میتوان شنید
خوش	منصور سنگسار ملامت بوده هنوز	یک حرف راز گفته چها میتوان شنید

فغفور[۵۲]

از تازه گویان و معنی یابان بوده یک بیت او عالمگیر است ؎

	فلک دیگر بکام رند دردآشام میگردد	عسس رو خواب راحت کن که امشب جام میگردد
خوش	کجا غافل ز حق در دیر دردآشام میگردد	بمسجد سبحه گر میگردد اینجا جام میگردد

فرقی[۵۳]

تازه گوی خوشخیال بوده ازین بیت عروج کمال فکرش ظاهر است ؎

مرا قیامت ...فرن[؟] ... دگر است ——— مسافران عدم انتظار من مبرید[۵۴]

---

۵۲ ب: در ۵۲ و ۵۳ ذکر هر دو در نسخه ج نیست ۵۴ در نسخه (ه) بعد از فرقی ذکر فائق درج است از آنجا نقل میشود۔

فائق

میر سید احمد برادر میر جلال الدین سیادت در لاهور بعلاقهٔ منصب و خدمت خزانه اقامت دارد۔ از خوش فکران است از کیفیتی و نشهٔ معنی غافل نیست۔ چند شعر او که نازکی داشت بر نگاشت۔ منه

نصیحت میفزاید زینت پاکیزه گوهر را ——— که آب از پیش راه بستن نهد رو در بلندیها
از شرم چشم مست تو خوبان نهفته اند ——— در آستین چو غنچه نرگس پیاله را
افشای راز عشق بود کار دیده را ——— منصور دان سرشک بمژگان رسیده را
عجز شکسته بالان هم پنجهٔ غرور است ——— پای ز راه مانده بازوی دست زور است
تا نرگست به بزم فسون نگه نشست ——— چشم بتان ز سرمه بخاک سیه نشست
پیمان من بخامشی از بس درست بود ——— چون ساغر حباب شکستم صدا نداشت
شوخی پرواز رنگم گرد جولان کسی است ——— قد آهم سایهٔ سرو خرامان کسی است
سینه چاکان محبت را قیامت قرده است ——— صبح محشر گردهٔ شور نمکدان کسی است
دیوانهٔ عشق تو سر انجام ندارد ——— چون نقش قدم خانهٔ من بام ندارد
دل گرفتهٔ من مشکل است باز شود ——— که قفل بر در میخانه از درون زده اند
علاج غفلت پیدا نمی توان کردن ——— گلیم بخت سیه را بخواب می بافند
فزون ز ریگ روان تشنهٔ در بیابان سوخت ——— هنوز دام فریب سراب می بافند
بداغ لاله عذاران درین چمن رفتم ——— بجای گل بفشانید لاله بر خاکم

[illegible]

فارس

خوش فکر و معنی یاب بود۔ از وست ؎

عشق آمد و ز آتش تن بی اثرم کرد ــــ از پرده دل صاف چو آب گهرم کرد

غنچه سان بهر گلی سر بگریبان دارم ــــ از دلی خون شده راهی بگلستان دارم

یار بهتر ز من احوال مرا میداند ــــ من چسان عیب خود از آئینه پنهان دارم

فوجی

از شعرای بنگاله بود اما صاحب فکر می نماید از وست ؎

موج آب گهر از تاج شهان میگذرد ــــ قطره در مرتبهٔ خویش کم از دریا نیست

دارا شکوه قادری

ملقب به شاه بلند اقبال ولی عهد شاهجهان بادشاه زاده خوش خلق و خوش رو و متحمل و صوفی مشرب فقیر دوست۔ موحد محقق بوده۔ طبعی بلند و ذهنی رسا داشت۔ مطالب صوفیه را در رباعی و غزل منظوم میکرد۔ بحسب اعتقادی که در سلسلهٔ عالیهٔ قادریه داشت قادری تخلص میکرد و به ملا شاه خلیفهٔ میان شاه میر لاهوری دست بیعت داده۔ تحمل و وقار بحدی داشت که محمد علی ماهر نقل کرد که روز طوی[۵۲] سلطان سلیمان شکوه خلف بزرگش شاعری قصیده گفته آورده سر دیوان میخواند۔ در یک بیت بسته بود که بادشاه زاده کریم الطرفین است۔ شاه بلند اقبال شنیده فرمود که راست گفته۔ پسر کریم الطرفین است هم از پدر و هم طرف مادر بادشاه بن بادشاه است۔ حاجی تمکین که بظرافت پیشگی در مجلس عالی راه داشت عرض کرد که ملا دو پیازه چه خوب گفته که کریم الطرفین[۵۳] . . . . شاه سر فرو انداخت لرزه براندام اهل مجلس افتاد۔ همه را یقین شد۔ همین که سر به میدارد این مسخره را گردن زدن میفرماید۔ بعد از ساعتی از مسند برخاست درون محل تشریف برد و نزدیک بارخانه فرمود که دیگر این مسخره را در دیوان خاص نگذارند۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد۔ سوالهای دقیق نوشته۔ دیوان مختصر از و جمع شده۔ این چند بیت از وست ؎

---

[۵۱] ب: محمد دارا شکوه قادری [۵۲] طوی معرب توی که لفظ ترکی است بمعنی عروسی [۵۳] عبارت فحش است لهذا حذف شده

هر خم پیچی که شد از تاب زلف یار شد — دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود — چون بزلف او رسید آخر پریشانی کشید

بشکست دل آبله از گردش پایم — در کار من آنهم گرهی بود که وا شد

بقدر مال باشد سر گرانی — ز وزن زر فزاید بار دستار

بخیه بر خرقهٔ فنا کیشان — موج آبحیات را ماند

همه چیز تو خوب لیک این بد — که تو بسیار دیر می آئی

با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم — از خویش گذشتن چه مبارک سفری بود

قادر[۵۱]

نمیدانم که کیست و کجائیست یک بیت از و بگوش خورده ـ صاحب قدرت می نماید
از وست

سر نوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را — چین پیشانیست موج آبرو آزاده را

خانزمان[۵۲] حاجی محمد جان قدسی

ملک الشعرای عصر شاهجهان سخنور صاحب قدرت بود ـ در قصیده گوئی و غزل پردازی ـ گوی بلاغت از اقران می ربود[۵۳] ظفرنامهٔ شاهجهان را باحسن وجه و دلخواه طرز فصاحت و بلاغت تمام ادا کرد ـ چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجائش ندارد ـ باین حسن ادا ذکر وه

نهنگی که از غایت احتشام — نگنجد به بحر از بزرگیش نام

و از آنجا که یمین الدوله آصفخان سلطان بولاقی پسر خسرو را برای مصلحت[۵۴] بر سریر تدویر جلوس داده بیتی باین خوبی و رسائی گفته

مدان عیب تزویر و الا گهر — بود آب در[۵۵] شیر گوهر هنر

چون فیل سفید از جای به تحفگی و غرائب بارگاه جهان پناه آمد بادشاه جم جاه بزر و زیور و زین ...

---

[۵۱] و [۵۲] ذکر هر دو در نسخهٔ (ج) نیست ـ در نسخهٔ ۵: حسان زمان بجای خانزمان [۵۳] ب: شعرهای فرمائشی بسیار میگفت [۵۴] ا: از سر تا دیر ۵: بر سریر تدویر جلوس داده از کشمیر بلاهور آورده [۵۵] ا: سیر ـ

خود بدولت و سعادت سوار شده۔ ملک الشعرا رباعی گذرانیده۔

بر فیل سفیدش که ببینا دگر نار | شاه شیفته هر کس که نگاهی افگند
چون شاه جهان برو برآمد گوی | خورشید شد از سپیدهٔ صبح بلند

بجائزهٔ لائق مفتخر و مباهی گشت مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه خوب گفته۔ وقتیکه بیگم[۵۱] صاحب از شمع سوخته بودند۔ رباعی گذرانیده[۵۲] بیت آخرش اینست ؎

تا سر زده از شمع چنین بی ادبی | پروانه ز عشق شمع وا سوخته است

گویند با آن کمال و ملک الشعرای روزی غزلی تازه گفته بود۔ پیش ملای مکتب داری خواند چون باین بیت رسید ؎

ساقی بصبوحی قدری پیشتر از صبح | برخیز که تا صبح شدن تاب ندارم

کودکی می شنید گفت صاحبا! اگر بجای قدری نفسی گفته شود برای صبح مناسبت تمام دارد حاجی[۵۳] قبول کرد و در جودت طبع آن کودک حیران ماند۔

الحق جای حیرت نیست۔ همین طور ابونواس شاعر عرب این بیت گفته بود بزبان عربی ؎

الا فاسقني خمراً وقل لي: "هي الخمر" | ولا تسقني سرّاً اذا امكن الجهر[۵۴]

روزی گذرش بر مکتبی افتاد۔ کودکی گفت باستاد خود که میدانی ابونواس از "قل لی هی الخمر" چه اراده کرده است۔ اُستاد گفت نمیدانم۔ گفت از گرفتن جام شراب چهار حواس متلذذ میشود باصره از دیدن۔ و ذائقه از چشیدن۔ و شامه از بوئیدن۔ و لامسه از گرفتن۔ باقی ماند سامعه از گفتن که این شراب است سامعه نیز لذت یاب میگردد۔ ابونواس گفت بخدا ای پسر معنی از کلام من بر آوردی که من هرگز قصد نکرده ام۔

این چند بیت از زاده های طبع اوست ؎

اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را | زود به کردم من بی صبر داغ خویش را

---

[۵۱] ب: نواب علیه عالیه بیگم صاحب [۵۲] ب: پنج هزار صله یافت [۵۳] ب: حاجی آفرین و تحسین کرد و نفسی را بجای قد نوشت و گفت ؎

گاه باشد که کودک نادان | بغلط بر هدف زند تیری

[۵۴] برای شعر ابونواس رجوع شود به اخبار ابونواس ص ۱۴۲ مطبوعه مصر ۱۹۲۴ء مرتبه ابن منظور مصری۔

بازم نشسته تا مژه دردل نگاه کیست — روزم سیاه کرده چشم سیاه کیست
دل دادن و سخن نشنیدن گناه من — دل بردن و نگاه نکردن گناه کیست

جوانی رفت و داغی ماند در دل یادگار ازوی — چو آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند

اگر دستم رسد روزی بجیب زاهد خودبین — چو شمع آرم برون یکدسته زنار از گریبانش

باین قدر که ببالین من نهی قدمی — مترس هیچ کست مهربان نخواهد گفت

عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است — کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

نگذاشت بخواب عدم شیون بلبل — گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم[۵۱]

درچنین فصلی که بلبل مست و گلشن پرگلست — گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

کجا تاب آورد پیش سرشک دیده فرسایم — دوانار ریشه چون شمع مژگان تا کف پایم

چو غنچهٔ گل صد برگ آسمان دورنگ — بصد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ

من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا — چو شمع زنده سر خویش داده ام در پا

بلاست هجر عزیزان اگر چو مردم چشم — زهم بقدر یک انگشت راه خانه جداست

سخن بس بعالم پناه سخنور — صدف را بود مهرهٔ پشت گوهر

رباعی

دنیا معشوق عاشق دین نشود — شیدائی آن شیفتهٔ این نشود
با دل عارف نشود جلوهٔ دهر — آئینه ز عکس کوه سنگین نشود

هر کس که سخن ز قدر و مقدار کند — کی حالت خود توانا اظهار کند
خواهی هنرت عیان شود پستی جو — شمشیر فرود آید و کار کند[۵۲]

هر کس که کمال خواهد اظهار کند — فکر یاران نیک کردار کند
گر دو هنرت سبعی احباب عیان — شمشیر بزور دستها کار کند

---

۵۱ اینجا نسخه (ب) اشعار ذیل نیز دارد:—

عمریست که در پای خم افتاده خرابیم — همسایهٔ دیوار بدیوار شرابیم
دریاکشیم روز بروز از هوای تو — آخر هوای سرو تو ما را نهال کرد

۵۲ ب: شمشیر فرود آمده هم کار کند—

قاسم[1] دیوانه مشهدی

از شاگردان رشید مرزا صائب است[2] تازه گوئی بلند خیال نازک بند معنی یاب بوده- در هند نیامده اما اشعارش در سخنوران اشتهار تمام دارد این چند بیت ازوست- رقمی شده

یکبست حسن بصد جلوه از نقاب چکید — رگ چراغ ز دم خون آفتاب چکید

شبکی[3] بکنج خلوت اگرم دهی اجازت — بهکم چنان لبت را که در و سخن نماند

هست چون اجزای عالم ذرهٔ یک آفتاب — آستین بر هر چه افشانی چراغی کشته

نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم — بآن پروانه مانم که افتد در چراغانی

میروی مستانه بر خاکم نمیدانی که من — در کفن همچو کبابی در نمک خوابیده ام

ز ویرانی بود بام و در کاشانهٔ ما را — زمین چون نقش پا دیوار باشد خانهٔ ما را

کس بادیهٔ عشق بپایان نرسانده است — چندانکه نظر کار کند یک رم آهوست

ندارم باک از موج خطر با دوست پیوستم — غریق آب حیوان را غم مردن نمی باشد

برت عاشق چو مضمون در پیام خود نهان آید — دری چون نامه ام بانگ شکست استخوان آید

خونریز ستم چو یار من شد — گل حلق بریدهٔ چمن شد[4]

قاسم خان

همزلف[5] جهانگیر شاه طبع رسا داشت ازوست

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون — آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون

عشق آمد پی دل بردن و در سینه نیافت — دزد از خانهٔ مفلس خجل آید بیرون

چنان یارم بجدائی که بعد ازین هر گه — بخنده نیز لب از هم اگر جدا نکنم

مردم[6] ز رشک چند به بینم که جام می — لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند

هر که در مجلس ما باده ننوشد قاسم — گر همان مردم چشم است برون باید کرد

---

۱ ج: محمد قاسم مشهدی ۲ ب: بسیار زیاده گو و خوش فکر ۳ من و تو نشسته تنها اگرم دهی اجازت ۴ (ج) این بیت نیز دارد

طفلم آنا رم که تبن پیرهن جان پوشید — شیر مادر کفنی بود که پنهان پوشید

۵ ب: شوهر منیره خانم که خواهر نورجهان بیگم بود- طبع موزون داشت- در عصر جهانگیری کوس سخن میزد ۶ در نسخه ب این بیت بنام قانع نوشته است-

روزی بادشاه آب خالص وخاصه طلبید- در پیالهٔ گلی بغایت نازک آوردند- همین که بدست گرفت از جنبش آب شکست- بادشاه بدیهه این مصرعه فرمود ع

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرعه رساند ع

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد

قانع

برحقیقت حال او کماهی اطلاعی نیست- بیک بیت او قانعیم- از وست ؎

چون مردمک چشم تو در عالم نیست　　چرخی که خدنگ غمزه را تیز کند

محمد یوسف قدیم[۱۵۱]

عم زاده[۹۲] مرزا مائل طبع درست داشت- درعین جوانی گذشت- از وست ؎

یک نفس گر شاد گشتم عالمی غمناک شد　　خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد[۹۳]

استاد سخنوران ابوطالب کلیم ٭

شاعر عمدهٔ پای تخت- صاحب قدرت معنی یاب در فنون انواع سخن سنجی طاق و در جمع کمالات نکته وری شهرهٔ آفاق بود ظفرنامهٔ شاهجهانی را با داهای رنگین نظم نموده در تعریف اکبرآباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر وغیره مثنویهای دلکش دارد- دیوانی پر مضامین ترتیب داده در گفتن اشعار فرمائشی قدرت تمام داشت- برائی تخت مرصع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه با مقطع شعرهای مناسب هرچیز گفته- بر همه اشیای سرکار بادشاهی اشعار او کنده و نوشته اند- وقتیکه

۱۵۱: محمد یوسف قابل- ب: میرزا محمد شریف قدیم ۹۲ پسر عم مرزا قطب الدین مائل- جوان قابل بود و قدیم تخلص می نمود- فکر تلنوی داشت عمرش وفا نکرد ۹۳ ب: فقیر نیز برائی خاطر مطلعی گفته ؎

در لباس فقر دل ز آلودگیها پاک شد　　خرقهٔ پر بخیه ما کیسهٔ دلاک شد

٭ اینجا در نسخه (ل) شاعر ذیل مذکور است- ذکرش در دیگر نسخه ها نیست-

عبدالقادر خان خلف وزیر خان عالمگیرشاهی- قادر تخلص میکرد- خوش فکر است- از وست ؎

از هجوم میکشان بر شیشه می لرزد دلم　　جا بمینا تنگ گر باشد در آغوشم گذار

که خوندکار روم در تهنیت نامه جلوس والا تحریر نمود که شما خود را شاهجهان لقب کرده اید۔ اگر ملک ما وایران وتوران وغیره داخل جهانست شما پادشاهی آنجا ندارید۔ بهتر این ناما نزد خدا عبدالله وعبدالرحمن وعبدالرحیم است۔ ازین اسماء اختیار کنند۔ پادشاه بعد مطالعه در فکری شده با آصف خان یمین الدوله مصلحت کردند که باید این لقب خطاب را تغیر داد۔ کلیم خبر یافته قصیدهٔ درمدح گذرانید واین مضمون را باین بیت جواب داد۔ از وست ؎

هند وجهان ز روی عدد چون برابر است | بر شه خطاب شاهجهان زان مقرر است

بادشاه خوشوقت شد وهمین بیت را در جواب نوشتند۔ وکلیم را بزر سنجیدند۔ چون خان جهان لودهی که سابق پیرا نام داشت باغی شد ودر دریا خان روهیله پیوست۔ دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد۔ بعد ازان پیرا نیز بقتل رسید۔ رباعی گذرانید بجائزه لائق سرفراز گشت۔

رباعی

این مژده فتح پی به پی چه زیبا بود | این کیف دوبالا چه نشاط افزا بود

از کشتن دریا سر پیرا هم رفت | گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر پیرا ودریا ودو پسران رشید او یکجا بدرگاه آمد چار تاریخ گذرانید بصلات بادشاهانه مفتخر گشت۔ گویند در اوائل جلوس که رایات عالیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود دریکسال چهل قلعه بتصرف در آمد این رباعی گذرانید۔ از وست ؎

شاها بختت که نور اقبال گرفت | تیغت ز عدو ملک وزر ومال گرفت

چل قلعه بیک سال گرفتی که یکی | شاهان نتوانند بچل سال گرفت

اگرچه دیوانش مشهور است۔ اما چند بیت نوشته میشود ؎

بود آرایش معشوق حال در هم عاشق | سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلی را

نیست سامانی بغیر از رخنه در کاشانه ام | گر برنگ ماهی آب وارد دانه نیست

غرق وصال آگه ز آسیب چشم بد نیست | تا دام بر نبستمد ماهی خبر ندارد

نجات غرقهٔ بحر تعلق آسان نیست | مگر به تخته تابوت بر کنار افتد

لہ ب: چهار سه تاریخ وت او گفته گذرانید ۷۵ب؛ کشور اقبال ۵۳ب: نیابد ۷۵ب: ز تخته۔

نیست یکشب که سر شکم گل بستر نشود — تار در[51] پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود
ابر تا برخاست یاران باده در ساغر کنید — چشم اختر تا نمی بیند دماغی تر کنید
ستم ظاهر او لطف نهانی دارد — صید را میکشد آنشوخ که لاغر نشود
سیاه غمزه ات را در هزیمت فتح میباشد — شکست افتاد در[52] دلها چو برگردید مژگانت
سر بسر دلهائی آگه دانهٔ یک سبحه اند — آنچه ما را در دل است از همدگر مستور نیست
مرگ تلخ[53] و زندگی هم سر بسر درد سر است — پشت و روئی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

درکشمیر گوشه گیر شده بود همانجا ودیعت حیات سپرده. ملا طاهر غنی تاریخ وفاتش چنان یافته ع

طور معنی بود روشن از کلیم

درکشمیر جنت نظیر بهشت نصیبش شد. مرزا محمد علی ماهر نقل میکرد که عجب مرد خلیق خوش محاوره بود.
هر که در صحبتش می رسید فیضیاب می شد و محظوظ بر میخاست۔

خواجه کلان

بزرگیش[54] از کلامش پیداست. از وست ؎

منع بی تابی و بیطاقتی و جامه دری — ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

شیخ سعدالله گلشن

طبعش[55] درست دارد. مدتی پیش فقیر مشق کرده. جنونی بهم سانده. از دارالخلافه بر آمده
الحال در گجرات بسر میبرد. آخر[56] بصحبت مرزا بیدل هم جنسیّت اورا کشید ؎

بدل شوخی نفس در دیده طغیان میکند نازش — پری در شیشه پنهان گشت پیر نیست پروازش
گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت — جانم ز دست برد غزالانه دیدنت
حیرت بهار گلشن نظّارهٔ[57] خودم — آئینه خانهٔ دل صد پارهٔ خودم[58]
ز شوق مهر[59] رخسار که چشم گریه پیرا شد — چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحرگاهی

---

۵۱ ب: از ۵۲ ب: بر ۵۳ ب: سخت ۵۴ ب: معلوم نیست که کجا بود و که بود. یک بیت از و شنیده ام
۵۵ ب: جوانی آزاد طبع و صاحب فکر است. هفت هشت سال پیش فقیر مشق کرده ۵۶ لا: آخر بصحبت
مرزا اسد احسان. بهم با [illegible] ۵۷ و ۵۸ ب: خودم ۵۹ رخساری۔

روزی یک مصرعه گفته آورد ع

بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر[۵۱] پیش مصرعه رسانید ع

سرخوش — زبس با نرم خوئی رام کردم طبع سرکش را

عبد الرحیم کم گو کشمیری

چندگاه پیش فقیر شعر میگذرانید۔ فکری درست داشت[۵۲] بطرف دکن رفت۔ همانجا درگذشت از وست

بهار آمد ز جوش لاله دارد کوه دیدنها — شرر خارا شکافی میکند از دل طپیدنها
ما خراب[۵۳] رنجش بیجای او گردیده ایم — گر برافشاند غبار از دل شود تعمیر ما
گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا — بلذتی که مکد طفل شیرخوار انگشت
ز زنجیری که عشق انداخت در پای من ای قمری — فتاد آخر ترا هم حلقه در گردن ای قمری
مگر سرو مرا دیدی که از دیوانگی بر تن — ز بال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری

لامع

بر حقیقت حال او اطلاعی نیست اما اینقدر معلوم میشود که تازه گوئی معنی یاب است۔

از وست

ای سپند برق جدت شبنم گلزارها — دست و پا گم کرده سر قدرت رفتارها
در بهارستان حسرت بلبلان قدس را — بوی گل خیزد بجای ناله از منقارها
دهد گر آب و رنگ از گفتگو یاقوت خندانرا — گریبان چاک همچون گل کند لعل بدخشانرا
شود گر دشت پیما ناله مجنون سودا بیت — بفریاد آورد مانند نی شاخ غزالانرا
گذشتی بر مزارم شورشی انداختی رفتی — کف خاکم هرا صحرای محشر ساختی رفتی[۵۴]

---

[۵۱] ب: گفت که پیش مصرعه این از من نمی رسد پیش شاعران دیگر مثل مرزا بیدل وغیره خوانده ام کسی نرسانده فقیر بدیهه گفت

[۵۲] ب: در صدد تربیتش بودم که قسمت او را بطرف دکن برد [۵۳] ب: خراب از [۵۴] نسخه ب شعر ذیل نیز دارد:-

چه خوش باشد که گرد آشنا باهم برد دستی — رسانیچو کمان حلقه آغوشی باغوشی

خلاصهٔ[1] دودمان مرتضوی میرزا معزالدین محمد موسوی

در[2] خوش خیالی و معنی طرازی و شعرفهمی و انشاپردازی نظیر نداشت۔ در حدّت طبع و دقّت آفرینی و علم معقولات بی بدل بود۔ باین فضل و کمال از ملک ایران کم کسی برخاسته باشد چنانکه خود گوید ؎

من مرغ خوش ترانهٔ باغ فضیلتم — طبع مرا بزمزمهٔ شاعری چه کار

درین بیت مرزا صائب که در تعریف عمارت گفته ؎

صائب — چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل — بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روبروی او در پیش مصرعه دخل بجا کرد و نادرست وانمود۔ صائب بتامل بسیار بر قبح این بیت مطلع شد و قائل گشت. فقیر چنین درست کرده برخواند فرمود که حالا درست شد ؎

چون لباس غنچهٔ نشگفته تنگی میکند — بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روزی عزیزی در مجلس او این بیت برخواند ؎

ز تیره بختی خود آنزمان شدم آگاه — که مادرم سر پستان خویش کرد سیاه

گفت معنی تازه است۔ خوبتر ازین باید بست۔ خود فکر کرده خوب تر ازان بست ؎

این تیرگی ز روز ازل داشت کوکبم — مادر نزاده ام سر پستان سیاه کرد

جواب این بیت مرزا طاہر وحید خوب گفته۔ خود نیز ازین محظوظ میشد۔ ہر دو نوشته میشود ؎

وحید — ہر گل بیاد شمع تو بالی کشوده است — خاکسترم چمن شد و پروانه ام ہنوز

معز — شد گرد باد دامن صحرا غبار من — بر باد رفت خاکم و دیوانه ام ہنوز

روزی این بیت عزیزی را خواند ؎

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی — چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بفقیر فرمود که بیا تا طرح کنیم۔ بدیهه گفت ؎

میر معز — آنچنان نی که چو از حادثه برباد روی — حسن معنی نگذارد که تو از یاد روی

---

[1] ب: خلاصهٔ دودمان مصطفوی۔ نقادهٔ خاندان مرتضوی۔ سید پاک گوہر عالی نسب میر معز الدین محمد موسوی

[2] ب: از اولاد امام ضامن ثامن موسی الرضا بوده۔

فقیر نیز بدیهه رساند ؎

سرخوش   خویش را خاک رهی سازی و برباد روی   باز دانست که بر تخت روان شاد روی

روزی این بیت ناصر علی درمیان آوردند ؎

علی   زجوش باده دُردونه نشین بالانشین گردد   زموج خنده تبسم خط برون آید ازان لبها

خود بفکر تام فرمود ؎

نگه بر نیشتر[۱] بالیده می بارد ز مژگانش   سخن در برگ گل پیچیده میریزد ازان لبها

فقیر سرخوش نیز لنگ لنگان رسید ؎

سرخوش   نظرها از لطافت بر خش باران درآبست   سخن نقش نگین گشت از فرو رفتن[۲] دران لبها

در حسن ابدال غلغلهٔ این مطلع در شعرائی پای تخت انداخت مطلع تازه ؎

معز   هیچ کس آگاه ز شرح اشتیاق ما نشد   نامهٔ[۳] ما چون زبان لال هرگز وانشد

سرخوش   هیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد   عقدهٔ کار کس از دندان گوهر وانشد

همه[۴] عزیزان گفتند که کم از مطلع میر نیست. فقیر گفت تشبیه میر تازه و از من متعارف این قدر تفاوت هست. هرگاه[۵] فقیر بخدمتش وارد میشد درس علوم عربی موقوف میداشت و میگفت که با سرخوش صحبت تصوف و شعر تازه میداریم. و اکثر از راه مهربانی میفرمود که در هندستان شاعر دیدم.

۱-۵: نشتر ۵۲ب: ازان ۵۳ب: نالهٔ من ۵۴ب: اکثر شعرای آن دهی مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیره بجد میگفتند که تو باز میر گفته ای. من گفتم که میر پیرهٔ من گفته. شکر ها میکردند و غورها می نمودند که آیا بچه سبب مطلع میر به از مطلع است. میر هم شنیده هیچ دریافت. بعضی گفتند که چون هم از شاگردی میر میر ندتو اضعا میگوید. آخر همه گفتند که ما درنمی یابیم. یاری تو بیان کن. گفتم که تشبیه میر که نامهٔ پیچیده را بزبان لال داده تازه هست. از من متعارف هزار کس گوهر را بدندان دندان را بگوهر تشبیه داده. میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زهی طبع منصف ۵۵ب: برین فقیر اینقدر مهربانی داشتند که در عین درس چون فقیر وارد میشد میفرمودند که کتابها بردارید که با سرخوش صحبت شعر و علم تصوف میداریم. و بر هر مقدمه انصاف میدادند و میفرمودند که قدرتی دارم که هیچکس در علم معقولات و تحقیق تصوف از من پیشی نتواند گرفت. و لیکن وقتی که حرف فنا درمیان می آید من درمیمانم زیرا که انکار میتوانم و نه اقرار. در احوال جمیع مشائخ خوانده ام که در ذات حق فانی میشوند. ظاهرا درمیان خود و ایشان هیچ فرقی نمی یابم. هیچو من میخورند و می آشامند. ایشان چه قسم فانی گشته اند و من نیستم. فقیر بخندید و می گفت سبحان الله ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا   خیره ام در چشم بندی خدا

صاحب عقل و شعور و افضال و کمالات. درین قدر معامله بوی پیداست.

غنی و ناصر علی و سرخوش - و در اوائل فطرت تخلص میکرد - و در آخر ها موسوی مقرر کرده و ازین تخلص بسیار محظوظ بود[۵۱] - خطاب خانی هم برین تخلص گرفت[۵۲] - روزی گفت که "افضل اهل زمانه" تاریخ ولادت من است - موافق سنه هزار و پنجاه هجری - فقیر گفت تولد من هم درین سال است و نام من "افضل" این بمن عنایت فرمایند و برای خود فکر دیگر کنند[۵۳]

روزی شخصی به ایشان گفت مصرعه گفته ام پیش مصرعه شما رسانید ع

فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

فرمودند سرخوش منبع اشعار تازه گویان است - ازو بپرسم اگر کسی نگفته باشد پیش مصرعه میرسانم چون بفقیر دوچار شدند و ذکر این مصرعه درمیان آمد گفتم مطلع صائب است ؎

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

روزی[۵۴] دو منصبدار خلعت پوشیده برای تسلیم حضور ایستاده‌اند - بمن فرمود که تحقیق کرده بیا که این هر دو را چه خدمت شده - آمده تحقیق کردم یکی را دیوانی بار مقرر گشته و دیگری را خلعت کدخدائی شده - رفته بمیرسانم که یکی را خدمت در آر شد و دیگری را خدمت برار شده - میر خنده ها کرده تحسین نمود - این چند بیت از زاده های طبع شریفش بر سبیل مشتی نمونه خرواریست - از میر معز موسوی ؎

---

۵۱ ب: که ازین هم نسب من ظاهر است وهم حسب من ۵۲ ب: چون بپایهٔ وزارت ممالک دکن دیوانی تن دهزاری منصب سرافراز گردیدند فقیر از شاهجهان آباد بعد تهنیت و مبارکباد رباعی نوشت - رباعی

ایام بکام دوستداران گشته کار میر از معز بسامان گشته
چیزی که بجا شده بعالم اینست کان سید پاک موسوی خان گشته

۵۳ ب: خنده کرده گفت خوش باشد - روزی مطلعی گفته بخدمت گذرانیدم ؎

خانهٔ دهر تنگ بسیار است پشت بام فلک هوادار است

بسیار تحسین فرمودند در پیش مصرع عبارت آخر بسته‌اند بسیار تنگ می یابد گفتم که صاحب ربیت خود بسته اند آنرا چه علاج ؎

مباد نامهٔ بینائیم را تر کنی قاصد درین مضمون نازک کرده ام بسیار مضمون را

شنیده خاموش ماند ۵۴ عجب مشفق و مهربان بوده وقتی فقیر در لاهور بر زنی عاشق بود - چون کوچ رایات عالیات بجانب شاهجهان آباد شد بصد پریشانی ناچار همراه رکاب سعادت روانه شدم - روزی بخانه میر نشسته بودم ذکر آن معشوقه درمیان آمد - مرا گریه با فغان روی داد - میر متاثر گشته رباعی بدیهه فرمود - رباعی

اشکی که مرا ز چشم نم دیده برفت لخت دل من بود که غلطیده برفت
در هجر تو این نکته بمن شد معلوم کز دل بره سرشک پاره برفت

شدم خاک و هنوز از عشق او آتش بجان دارم
در آغوش کفن چیزی چو تب در استخوان دارم

سدّ راه معصیتها شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگه زآلوده دامانی مرا

کارها پیوسته در بند از گشاد ناخن است
عقده‌ها ما همچو گوهر خانه‌زاد ناخن است

تا طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست
چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

عیب صاحب‌هنران جوش تنک‌ظرفی‌هاست
آب یاقوت چو زد جوش رگ یاقوت است

چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد
شود یاقوت هر سنگی که لبریز شرر گردد

عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما
ایستاد آب تیغ و روانست خون ما

بحر و کان را نارسا افتاد استعداد فیض
گوهر آب دیده و یاقوت خون دل نشد

شوقش به برقع از دل بیتاب کم نشد
این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغ من
برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

آتشم در تهِ پا بود ولی همچو سپند
گام اول نفسم سوخت ازین ره مپرس

مرد حق در عین دنیاداری از دنیا بریست
ملک در دست سلیمان نیست در انگشتریست

این سیه‌مستی[۵۲] مرا از بادهٔ خود پروریست
شیشه تا موج[۵۱] شکستن میزند[۵۳] بال پریست

عشق در مصرِ جنون لاف خدائی میزند
حسن گر یوسف شود در کسوت پیغمبریست

ذوق عشق آیینه‌دار رازها میشود
چون نخود بالد خموشی ناله پیدا میشود

حسن سعی کوهکن از نقش شیرین ظاهر است
کار چون نیکو بود خود کارفرما میشود

حق‌شناسی حیرت‌افزای دل آگاه شد
جاده بالید آنقدر بر خود که سدّ راه شد

حیرتم برقع‌کشای شاهد مقصود گشت
عقدهٔ دل عاقبت پیکان تیر آه شد

نهان نگذاشت افسون غمش در پرده ناموسی
پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی بفانوسی

شب از پروانه شرح انتهای شوق پرسیدم
کف خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن برحمت حق پیوست. بر جمیع سخنوران ماتم شد. میان ناصرعلی این خبر شنید زار بگریست
و همین فقیر دلگیر درین مصیبت گذشت آنچه گذشت ع

---

۵۱ ج: موج ۵۲ ا: این سیه مستی قرار ۵۳ ب: میبالد -

حیف دانا مردن و افسوس[۹۱] نادان زیستن

دو تاریخ وفات آن مرحوم این اخلاصمند یافته ﮧ

سرخوش معزالدین محمد موسوی حیف	زعالم سوی ملک معنوی رفت
کشید آه و بگفت اعقل تاریخ	معزالدین محمد موسوی رفت

ﮧ دریغا رخت هستی زین سرا بست	معز موسویخان سخندان
زحیرت جست[۹۲] دل تاریخ فوتش	خرد گفتا کجا شد موسویخان

از برهمی هنگامهٔ سخن و کسادبازاری اشعار چه نگارم که این قطعه نشاندهٔ حال است ﮧ

دریغا شعر رخت از دهر بربست	سخن با موسویخان از جهان رفت
ز فوت راجه ابادل نغمه هم مرد	نشان عیش از هندوستان رفت
ز من باقیست سرخوش جوش عرفان	پس از من خواهد این هم از جهان رفت

آراستهٔ[۹۳] باطن و ظاهر میرزا محمد علی ماهر

استاد همهدان پخته کار انسان صاحبدل کامل عیار بوده با کلیم و قدسی و میر یحیی وغیرهم از شعرای عصر جهانگیری تا نازک خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته[۹۴]. فقر اختیاری باستقلال داشت تا در جهان بود در فکر سخن بود برای بعض پیش مصراع ششماه و هفت ماه فکر میکرد چنانچه برای این مصرع

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد

در ششماه مصرع رسانده ع

حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنویهای رنگین دارد. نثر مثل ظهوری بر مضامین تازه نگاشته گل اورنگ

---

۹۱ ب: صاحیف نادان زیستن ۹۲ ب: خواست ۹۳ ب: واقف اسرار باطن و ظاهر ۹۴ د: پیش دارا شکوه مرید خان شده بود چنانچه فرموده بیت

کرده بارادت انتخابم	بخشید مریدخان خطابم

بعد نوکری دارا شکوه ترک علائق دنیوی نموده گوشهٔ عزلت اختیار کرده دیگر کمر نبست. روزی فقیر گفت که اب دانشمندخان میربخشی و همت خان بخشی تن هردو بحال شما مهربان چرا منصب قبول نمی گیرید. خنده کرده گفت به ترک دنیا مشهور گشته ام و دم از فقیری می زنم. اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم مثل من بآن زن هندو ماند که با شوهر مرده برای سوختن آمده باشد حرق آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد حلال خوران سرش شکسته بسوزانند.

در مدح شاه اورنگ زیب گل سرسبد فکرهای اوست چند فقره از آن گلدستهٔ معانی ایراد می یابد۔

"در عهد صبی بمقتضای سن اگر ببازی گنجفه دست کشادی بشمشیر سرواکردی و زر سرخ و سفید بخرج دادی" "تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاهی بادام شنیده بادام چون پستهٔ خندان در پوست نگنجیده"

ماہر
آرد از بهر مشق شاه مدام چشم خوبان سیاهی بادام

در عهد خوش نویسی اش از بسکه یاقوت را مناسبتی بقطعه نویسی نبیند۔ محرران دفتر هما یونش یاقوت را قطعه نمی نویسند" از تمام نثر ملا منیر لاهوری همین فقره انتخاب نموده "خواجه ریحان که با خواجه سنبل نسبت هم زلفی داشت" میگفت و دیگر همین تالیف است۔ و از ساقی نامهٔ من یک قطعه در نعت و یک بیت در بهاریه تازه برآورده بود که این نصیبه تست۔ قطعهٔ مثنوی ساقی نامه سرخوش

شرابیکه پرداز د از ما سوی سزد ساقی آن رسول خدا
خرد از میش محو مطلق شود ز خود بی خبر آگه از حق شود
باین بی خودی او بود رهنمون کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی بسته

احمد که چشم و چراغ ایام بود رونق افزای بزم اسلام بود
زو گشت رسا نشهٔ عرفان بکمال مستی افزون ز آخرین جام بود

من ساقی نامه از بهاریهٔ سرخوش

سر زلف واکرده سنبل بناز شده از مریدان گیسو دراز

مثنوی جامع تشابین در زمین تحفة العراقین گفته بود۔ افتتاح کلام از بهاریه کرده مطلعی برای آن میخواست حسب المدعا دست نمیداد۔ فقیر گفته بنظر گذرانید

سرخوش
ای بر سر نامهٔ گل ز نامت باران بهار رشحه جامت

او برای ساقی نامهٔ فقیر مطلعی گفته عنایت فرمود

ماہر
بود نامه نقش بخش ادا که بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته بمعرفت مادر عنایت خان آشنا فرستاد بیگم صاحب بعد مطالعه برین بیت محظوظ شد ند

ماهر　بذات او صفات کردگار است　که خود پنهان و فیضش آشکار است

پانصد روپیه صله عطا فرمود. باعتقاد فقیر هیچ نداد. بالیستی بهرین بیت او را بزر می سنجید. پایه بلح بالاتر ازین چه باشد. فقیر در جوانی مدتی شعر در خدمتش گذرانیده و اصلاح گرفته. سلامت نفس و شکستگی و گذشتگی بحدی داشت که روزی بخانه مرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود. حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باهم صحبت داشتند بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند این مطلع تازه گفته بودم خواندم ؎

سرخوش　کی تو نم و بد زاهد جام صهبا بشکند　میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

همه صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند. و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان الله در هند مردی پیدا شود که چنین شعر میگوید. روز دیگر در خانه دانشمند خان بشاه ماهر دوچار شد. گفت دیروز سرخوش شاگرد شما ما را محظوظ کرد. بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است. بارک الله خوب تربیت کرده اید. شاه گفت او کی شاگرد من است. ما باهم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم. حکیم گفت که او بجا میگفت که من شاگرد شاه ماهرم. فرمود که از راه بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفته باشد و الا من کی لیاقت استادی او دارم. چون فقیر بخدمتش رفت فرمود که شما چرا گفته اید که من شاگرد ماهرم. این برای شما خوب نیست و مرا خود چه مضائقه بلکه فخر است که چون تو شاگرد داشته باشم. جمعی بلند فکر نیز هستند که مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند. شاگرد مرا در چشم ایشان چه قدر و منزلت خواهد بود. شعرا شاگرد خدا یند.

برادر کلان فقیر خیر الدین محمد طبعی موزون داشت عجزی تخلص میکرد. شعر بطرز قدما میگفت فقیر در خدمت او تربیت می یافت در سن هشت و نه سالگی روزی براهی میرفت خواجه سرای خوش روی دید که بر بالای چاه زنخدان خالی داشت. این معنی بخاطر آورده مطلعی گفته ؎

بر زنخدان تو خال سیهی افتاده است　همچو دلویست که بالای چهی افتاده است

پیش برادر خود خواندم محظوظ شد و مرا در بر کشید و به پیشانی بوسه داد. از آن روز در صدد اصلاح کار من شد. در سن یازده سالگی در قصبه کرانه دختر صاحب حسن رسن بازی را دیده این رباعی گفتم. رباعی

سرخوش — آن دلبر بوالعجب که ماه سیماست | بالائی علم چو گل بشاخ رعناست

فی فی غلطم که آفتاب محشر | یک نیزه بر آمد قیامت برپاست

غلغلهٔ این رباعی در تمام میان دوآب افتاد و قاضی پیر محمد راهی وغیره سخنوران که در آن گل زمین بودند پیش پدر فقیر آمده گفتند که این پسر چیزی میشود از حال این غافل مباشید. در مشق چند مدت کار از اصلاح برادر گذشت. ملا بیخود هر انجه بخدمت مرزا محمد علی ماهر برد صحبت بایشان موافق افتاد. همیشه شعر گفته بخدمت میگذرانیدم و اصلاح میگرفتم. به میان ناصر علی اکثر میفرمود که در کار طبع این جوان حیرانم هرگاه می آید معنی های تازه می آرد. از کجا می یابد.

برهمن پسری مقبول فکر سخن میکرد. روزی پیش نواب سعدالله خان این بیت از زادهای طبع خود برخواند از دست ع

زمیدان سخن گوی سبق برد | برهمن زاده از دو برهمن

نواب خنده کرد. درین اثنا مرزا محمد علی ماهر رسید. فرمود که بشنوید برهمن زاده از دو برهمن چه میگوید. باز برخواند. میرزا گفت از صلابت نواب عبارت را منقلب کرد. ظاهرا چنین گفته باشد ع

براهمن زاده گوی سبق برد | زمیدان سخن از دو برهمن

برهمن یکی از هندوان پیشتر بود و دیگری چندربهان تخلص میکرد.

گویا و جویا دو برادر بودند. در کشمیر روزی بشاه ماهر گفتند که ما هر دو برادر تخلص[1] طالب کلیم را باهم چه قسم بخش کرده ایم. جویا طالب و گویا کلیم. شاه گفت معنیهایش را چه قسم باهم قسمت کردید.

فقیر تاریخ وفاتش را چنین یافته.

سرخوش — حیف از بزم جهان ماهر معنی طراز | مست بکنج وصال از قدح موت شد

سرخوش غمدیده خواست سال وفاتش ز دل | گفت خرد آه آه ماهر ما فوت شد

این چند بیت از زادهای طبع اوست ع

ماهر — چشم چگونه دیدن رویت هوس کند | نظاره بر چراغ تو کار نفس کند

میکند معشوق[2] از پهلوی عاشق دلبری | از پر خود شمع را پروانه بیسازد پری

---

[1] ب: نام و تخلص [2] ب: در.

تا بدل گردیده‌ام خورسند عالم از من است | در قناعت مور از یک دانه صاحب خرمن است
بسکه در هجر تو چون نال قلم کاهیده‌ام | از تنم صد پیرهن بالیده[1] تا پیراهن است
سخن[2] گر عالم از حسن ادا گردد بتسخیرش | خموشی لطفها دارد که نتوان کرد تقریرش
بسکه شه دل بسته احوال ملک لشکر است | نه زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است
آمد شد نفس که بود شد مدار عمر | باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر
تنزلش[3] چو ترقی باختیار مدان | که این نفس زدن شخص روزگار بود
دو بار سوز دارد و فغان بلند کشد | می‌دود آتشه در سوختن سپند کشد

حکیم رکنای مسیح

از امرای صاحب سخن عهد جهانگیری بود در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر است از وست

در من آمیخته از تو اثر پیدا نیست | همه شیر است درین کاسه شکر پیدا نیست
آنچنان با تو یکی گشت وجودم ای دوست | که ترا بی تو توان دید و بی من نتوان
تمام عمرم باشاه و ساله گذشت | حباب وار همه عمر در پیاله گذشت
روز اول کاندرین ویرانه بنهادم قدم | بازمی بایست گشتن هر دیواری نداشت
همچون نگین که بهر نگین دان شده ست خلق | او را خدا برای کنار آفریده است

رباعی
آنانکه ز یکدگر جگر ریش تر اند | قومی پسته جماعتی پیشتر اند
در غربت بیم مرگ تنهائی نیست | یاران عزیز آن طرف بیشتر اند

سعد الله[4] مسیحای پانی پتی

شاعر غرا از هم صحبتان شیدا بود. باهم اتحاد و یگانگی بسیار داشتند. چنانچه خود گفته

در من و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز | من به شیدا مانم و ماند بمن شیدائی من

قصه[5] رام و سیتا از زبان هندی بنظم آورده در آنجا بیتی در نعت گفته که همه شعرا پسندیده اند

---

[1] ب: بالیده [2] و [3] این هر دو شعر از نسخه ب افتاده است [4] ب: ملا سعد الله مسیح [5] روزمره اش اگرچه خام است موافق تازه گویان عراق نیست اما بعضی معنی های تازه و غریب فکر کرده چنانچه در مدح شیرینی گفته

غذای نفس زهر فاقه زاده | غلط گفتم که نفسش هرزه زاده

میحا دل از عشق محمد ریش دارم رقابت با خدای خویش دارم

اگرچه این معنی ملا سحابی در رباعی بسته۔

سحابی آنرا که خدا رقیب باشد چه کند

امّا این فصیح تر بسته۔ شاید توارد شده باشد۔ و یک بیت در تعریف عصمت سیتا گفته که جمیع خوشخیالان پشت دست گزیدند[1]۔ و این یک بیت را به لک بیت سنجیده اند ؎

تنش را پیرهن عریان ندیده چو جان اندر تن و تن جان ندیده

روزی مرزا محمد علی ماهر این بیت را میخواند و تحسینها میکرد و میدانست که در نعت گفته۔ فرمود که کاش این همه اشعار که در تمام عمر گفته ام بآن هر و نصیب میشد و این یک بیت بمن میدادند۔ فقیر گفت که در تعریف عصمت سیتا گفته۔ شنیده بی اعتقاد شد۔ گفت عجب پست فطرت و دون همت بود۔ چه طور معنی را در چه محل فرود آورده[2] و یک بیت در محل فرو رفتن سیتا در زمین نیز گفته امّا خوب گفته ؎

میحا گریبان زمین شد ناگهان چاک درآمد همچو جان در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف رسن بازی رباعی نوشته بود که بالاخره یافته[3]۔ در مرثیه امام حسینؑ شهید همان معنی در رباعی و قصیده بسته۔ رباعی سرخوش

کردند چون کوفیان سوی شام روان بر نیزه سر حسین شاه دو جهان
لرزید فلک که شد قیامت برپا یک نیزه برآمد آفتاب تابان

من اشعار مسیح۔

در بزم عاشقان چو برآرم ز سینه آه چه هیزمی که دود کند دورم افگنند
گر از خراش دلم منکری به بین[4] بی رحم که پوست کنده سخن میکند اداناخن

---

[1] ب: هیچ یک قدرت ندارد که چنین تواند گفت [2] ه: فقیر این معنی را در رباعی بسته گذرانید۔

شرم آیینه دار است زلیس جانان را پرساخته از گل حیا داماں را
عریان بدنش ندید پیراهن هم چون در تن جان و تن ندید جان را

میرزا شنیده گفت بارک الله این معنی را خوب مسلمان کردند [3] د: همیشه پشیمان بود که چرا چنین معنی در مدح بزرگی بسته لشد۔ آخر برای مرثیه امام حسینؑ توفیق یافته دوازده رباعی مثل دوازده غزل محتشم گفته در هر رباعی تلاشها کرده۔ وقتی که کوفیان سر مبارک امام بر نیزه روانه شام نمودند۔ درآنجا این طور بستم [4] ب: به بین بی‌رحم۔

بحکیم مقرب خان رباعی نوشته که بیت آخرش این است -

مسیحا برخوان عطای تو مسیحا محروم
چون صورت تصویر که با نشایه خوان

ملا مفید بلخی

از خاک توران پیچ او معنی یاب صاحب تلاش برخاسته - تازه فکر بود در اوائل جلوس عالمگیر شاهی در بلده ملتان بحضرت منان پیوست[۵۱] - فقیر بعد از استماع این واقعه[۵۲] تاریخ فوتش گفته -

سرخوش

مرد ملا مفید در ملتان
این سخن چون بگوش سرخوش خورد

برکشید آه و سال تاریخش
گفت ملا مفید بلخی مرد

مفید

از رهائی مگو که چون طاوس
پر و بالم بهر صیاد هست

زینت خانهٔ صیاد بود مرغ اسیر
از گرفتاری طاوس قفس گلزار است

نگردد تا فغان من هم آواز گرفتاری
زمیل سرمه صیاد مرا چوب قفس باشد

مرا شور محبت برد از جا
پر پرواز شد داغم چو طاوس

بسکه پیشانی سرمه چشمانش
شد رگ سنگ سرمه مژگانش

تکمه در پیرهن نمی گنجد
از هم آغوشی گریبانش

ناله[۵۳] من هیچ نی جانم بلب آورده بود
یاد چشم سرمه آلودش بفریادم رسید

زبسکه کرد پریشان غبار خط توام
نفس [illegible] نال[illegible]م انگشت تار تار مرا

ز دست طالع ناساز خویش رسوایم
سیاه بختی من هیچو مشک بو دارد

ملا معنی[۵۴] کشمیری

گویند کر بود هر چه از انگشت بر روی هوا مینوشتند درمی یافت و جواب میداد - و یک بیت از و بخاطر است ؎

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می آید
زبان خامشی در پرده رسوا میکند ما را

---

۵۱ ب: فقیر صحبت او در نیافته اما بعد از استماع این واقعه تاریخ فوت او بطریق تعمیه گفته ۵۲ د: باوجود عدم آشنائی
۵۳ ب: ناله دل ۵۴ ا: معی - ب: مغنی -

صالح بیگ ملهم

یک بیت از و بیاد است

جلوهٔ حسن تو شد دام گرفتاری مرا   موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

منّی کلال

رواج سخنوری در عهد جهانگیر دیده این راهم سر شاعری پدید آمد. طبع موزون بهم رسانده دیوانی مختصر ترتیب داده. کلال و خدمتیه قومی اند که در باقی بادشاهان هند و امرای عظام بعهدهٔ ایشان مقرر است. غیر از چوبداری و اهتمام سواری قابل[1] هیچ کار نیستند. جهانگیر شاه ایشان را چندال یعنی بدترین مردم میخوانند[2]. چندگاه در رکاب نواب معلّی خدیو جهان نورجهان بیگم تردّد ها کرده عرضی کرد که اگر بتقریبی ذکر سلیقهٔ موزونیت خانه زاد در پیشگاه خلافت جهانداری درمیان آید باعث ترقی احوال و افزونی عزّت و اقبال من خواهد بود. بیگم صاحب وقت یافته عرض کرد که منّی کلال هم شعر را خوب میگوید امیدوار است که بسمع مبارک رساند. بادشاه فرمود که الحال کار شعرا باینجا رسید که چندال بگوید. بیگم عرض نمود که خانه زاد است در حضرت تربیت یافته. حکم شد که بیارند. چون حاضر شد بشعرخوانی فرمان یافت. بی تأمل برخواند

منّی بگریه می‌داری ای نصیحت گر   کناره گیر که امروز روز طوفانست

بادشاه فرمود که من نگفته بودم که این را بشعر چه مناسبت اینجا هم رعایت اهتمام که پیشهٔ اوست از دست نداده. دور کنید. بعد از مدتی در پی سواری بیگم صاحب دویده التماس کرد که یکبار دیگر اجازت شعرخوانی دریابم. بیگم باز پادشاه را برین آورده طلبیدند. حکم شد که چیزی بخوان. قضارا این بیت بخواند

من میروم و برق زبان شعلهٔ آهم   ای همنفسان دور شوید از سر راهم

بادشاه بخندید و فرمود که به بینید باز پیشهٔ خود را جلوه داده و رعایت نموده.

منعم حکّاک شیرازی

شاعر معنی سنج خوش تلاش بود. مثنوی در تعریف اکبرآباد خوب گفته. در خورد سالی فقیر پیش او

---

۱ ب: شائسته ۲ ب: هزار و پانصدی منصب هم داشت.

مشق میکرد- در اوائل جلوس عالمگیری ودیعت حیات سپرد- از وست ؎

آنرا که زور بازوی کسب هنر بود — دستش پر آبله صدف پر گهر بود

در خمارم روز و شب هرچند صهبا میکشم — خشک لب چون ساحلم با آنکه دریا میکشم

می زخم[1] رقص کنان بی دف و نی می آید — دست بردار تره باشید که می می آید

مشهور[2]

بخوش فکری مشهوراست- این دوبیت از وبگوش خورده ؎

خدایا آرزو مطلب بکن[3] حسرت نصیبان را — مده دم سروی صبح وطن شام غریبان را

لبالب[4] ار دامانی زاشکم چون گل از شبنم — مکن از خنده همچون غنچه ام پرگل گریبان را

میر معصوم کاشی

نیز تلاشی بوده یک بیت از وبگوش خورده ؎

تو از سنجاب داری طوق و من از آهن ای قمری — ببین سرو تو بی رحم است یا سرو من ای قمری

میرزا منعم[5]

دوبیت او از بیاض میر معز نوشته آمد ؎

از روی رحم گوش بفریاد ما بده — والله[6] کام خاطر ناشاد ما بده

ای آشنا بیار چسان آشنا شدی — این شیوه را بیا بخدا یاد ما بده

میرزا قطب الدین مائل

جوان خوش فکر و خوش نویس و قابل بود- از طالب علمی نیز بهره داشت- با حکیم صاحب و میر معز مصاحب بود[7]- آخر کارش بجنون کشید- ترک منصب نموده در دار الخلافه شاهجهان آباد فروکش کرد- بیست و هفتم رمضان از سنه یکهزار و یکصد و هشت بعد از هفت روز از فوت میان ناصر علی در گذشت محمد عاکف "جعل جنت مثواه" تاریخ یافت- این چند بیت از وست ؎

---

[1] ب: بخم [2] ج: مناسب- ب: مشهور شاعر خوش فکر ایران بوده این دوبیت او از بیاض میر معز موسوی خان انتخاب شده
[3] ب: بکن [4] ا: منعم [5] ب: بالله که ج: والله که [6] ب: و بر فقیر خود از قدیم مهربانی دارد-

مرده ام آما بیاد همنوایان چمن — می طپد دل چون جرس در چنگل بازم هنوز
پاک طینت راز دنیا دوری در کار نیست — میتوان چون آب گوهر از سر گوهر گذشت
در کسوت محبت همه لق را پسند ند — گر تو سیاه چشمی من هم سیاه روزم
بزم ما بر هم زسنگ محتسب کی میشود — شیشه ما چون عنب گر بشکند می می شود
بچشم تیره دلان روشنی غبار بود[۱] — سحر بکلبهٔ شب سیل نو بهار بود
به بزم بی خلل میکشان خاموشی — دهان پر گله خمیازهٔ خمار بود
جوش زن ای نو بهاری تا همه مستان شویم — شور کن ای عندلیبی تا همه نالان شویم
هستی ما را قضا میدوخت کتانی قبا — جلوه کن ای مه لقای تا همه عریان شویم

مجدائی منصف

شاعر خوش کلام بوده. یک بیتش را فقیر ادعای دیده معنی کرده بسته بر دو لنگاشته می آید.

خوی یار ما باعث آسودگی ماست — زنجیر در خانهٔ دیوانه جنون نست
سرخوش — خوی یار باعث آسائش دیوانه شود — گره جبهه با قفل در خانهٔ ماست

اخوند محمد باقر

یک[۲] چند مناسب تخلص میکرد. آخر مشتاق قرار داد و در اوائل جلوس عالمگیری با فقیر همدم و هم صحبت بود. مرد کوکناری در محبت دیاری بسیار درست بود[۳]. از وست

بخواب عدم راحتی داشتم — ازین خواب ما را که بیدار کرد
در تیره ابر طالع خود برق حیرتم[۴] — بی گریه هیچگاه تبسم نمی کنم

ملا ملک قمی

در بیجا پور از اعیان آنجا بود. ظهوری ذکرش در ساقی نامه آورده است. از وست

خونچکان است ملک تیغ جفا می ترسم
که بی اجر بدر خانهٔ قاتل برود

---

۱ ب: شود ۲ ب: اخوند بسران همت خان ۳ ب: شعر بسیار گفته ۴ ج: حسرتم.

ملا[1] مشرقی

خوش فکر بود و خوش کلام. این بیت فکرش روشن است:

زکعبه آییم و زشناس آیادم بنجونستانی ‌‌ ‌ ‌ که از زیارت دلهای خسته می آید

نظیری نیشاپوری

گوی[2] فصاحت و بلاغت از اقران زمان می ربود. سخن سنجان عصر جهانگیری اورا استاد میدانستند. با نواب خانخانان ارتباط تمام داشت. در همان عصر یک نظیری دیگر بهم رسیده هردو برای تقرر تخلص باهم درآویختند. این گفت این تخلص را بگذار و آن میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن. آخر قرار برین افتاد که نظیری نیشاپوری صاحب مال است ده هزار روپیه خود موافق عدد "یا" باین نظیری مفلس بدهد که او "یا" را دور کرده نظیر برای خود تخلص نگاهدارد.[3] سبحان الله عجب زمانه و خوش عهدی بود که چنین معامله پیش می رفت. الحال اگر صدتا بر سر هم کشته شوند در می بکس نمی دهند. از وست:

پرده بر داشته ام از غم پنهانی چند	بزبان میرود امروز گریبانی چند
کشته از بس بهم افتاد کفن نتوان یافت	فکر صحرای قیامت کن و عریانی چند
بیتو دوشم در درازی از شب یلدا گذشت	آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت
نیش خاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست	آفتی بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت
جلوه اش بیهود از بس محو رخسارش شدم	ناله ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت
عشق را کام بعهد رخ گلفام تو نیست	صبح امید شب وصل در ایام تو نیست
محبت با دل غمدیده الفت بیشتر گیرد	چراغی را که دودی هست در سر زود در گیرد
آن دهد در گریه پند ما که با ما دشمن است	آنکه میگیرد ز ما دامن او با ما دشمن است

نادم گیلانی

بسیار خوشگو و صاحب تلاش بوده. حاجی محمد جان قدسی هر بیتش را بیک اشرفی[4] می خرید. من اشعاره:

گشت از سیر گلستان شیفتگی افزون مرا	ناله عندلیب شد زمزمه جنون مرا
داغ لالان عشق را سیر چمن غم آورد	لاله شگفته دیدم و شد خبر از درون مرا

[1] ج: مشرقی [2] ب: تا اوائل جلوس جهانگیری بر گو بود [3] ب: پیچیدن گرد [4] ب: اشرفی طلا۔

معشوق ما بمذهب هر کس برابر است — با ما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق را ز یار[1] دوا چه فائده — دارد لب تو فائده اما چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو — چو رکن کعبه چهار است شاه چهار ابرو

درین بوستان خوارم از نارسائی — غریبم چو گل بر سر روستائی

ز عکس زخم خاک هر کوچه زر شد — ترا کیسه خالی و من کیمیائی

دوگونه[2] رنج (و) عذاب است جان مجنون را — بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد — فروزد گر چراغ تیره بختان خانه میسوزد

بچیدنی در کفنی خواهم و کنج لحدی — غربتم کار گر افتاد شهیدان مددی

باغبان چیدن گل سخت عقوبت دارد — بلبلی در قفسی به که گلی در سبدی

خرقه کردم من او تکیه گه دولت ساخت — بسکندر بماری داد و بما هم نمدی

هر جام شگفته تر ز جام دگری — در دست تو باده آب دریای گل است

عالم تمام یک قفس از بلبلان تست — تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

ابوطالب کلیم بر پیش مصرعه این بیت مصرع رسا نار مطلعی ساخت ؎

آن شاخ گل که سینهٔ من گلستان اوست — عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست[3]

ناظم هروی

اُستاد خوش خیال و صاحب زبان بود مثنوی یوسف زلیخا با داهای رنگین گفته همه جا در وی

---

[1] ب: مسیحا [2] این بیت از نسخه ب افتاده است [3] این جا در نسخه ب و لا: حالات میر نجات نوشته است - اما ذکرش در نسخه (ا) نیست - از ب نقل میشود-

میر نجات

درین عصر از تازه گویان خوش فکر و معنی یابانِ صاحب تلاش در ایران بود طبع سلیم و ذهن مستقیم داشت بالفعل غزلی از و در بحر خفیف بر زبانها است ؎

شوخ بیداد کرده ایم ترا — مطلب استاد کرده ایم ترا

آنقدر ها که یاد ما نکنی — آنقدر یاد کرده ایم ترا

من غلام کسی که گفت نجات — تا کی آزاد کرده ایم ترا

روزی معشوقه او جامهٔ زرد پوشیده بود بدیهه گفت ؎

چون با قبائی زرد قدش دلبری کند — آئینه را بهار گل جعفری کند

تلاشها کرده به هند نیامده - اشعارش شهرت دارد - من اشعاره ؎

آن بلبلم که هرگاه از دل کشم فغان را — از خون چو ساغری پر سازم آشیان را

گر لب به خم کشیدهای ان خشک تا ردور نیست — جوهر تیغ تو در زنجیر دارد آب را

در خانقاه وحدت ذکر مخالفت نیست — چون تار سبحه یک حرف از صد دهن بر آید

همتم آزادگان را همعنان افتاده ام — سایهٔ سروم به پای راستان افتاده ام

محمد تقی بیگ انشا

صاحب[۱] طبع است دیوانی مختصر بطرز قدیم دارد - دو بیت از و بیاد است ؎

هرگز ثمر ندارد نهال بیان ما — باشد ز برگ بید زبان در دهان ما

چنان گداختی از عکس خویش آئینه را — که جوهرش چو خس از آب میتوان چیدن

ملا نوعی

در اوایل عهد جهانگیری فوت شد شاعر غرای اکبری بوده مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز و گداز گفته - وقتیکه هندو زنی با نعش شوهر برای سوختن می آید و پروانه وار قصدا آتش میکند - این بیت دران وقت گفته ؎

نوعی — چنان مستانه بر آتش نظر کرد — که از بد هیبتش آتش حذر کرد

این دو بیت از جملهٔ غزلهای او بالفعل بخاطر آمده - من اشعاره ؎

نوعی — بغنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق — گل شگفته به لبهای بیغمان ماند

سویش چو روی پیشتر از دیده قدم نه — ور گامی از و دور شوی پای پسین باش[*]

---

[۱] مرد ایرانی است - در اجمیر متصل فقیر خیمه زده بود از بندهای همسفر همدگر را ندیدیم -

[*] در نسخهٔ مرز (ه) بعد از نوعی ذکر نصرت و نادرت درج است که در دیگر نسخه ها نیست از (ل) اینجا نقل میشود -

دلاور خان نصرت

خلف دلاور خان مرحوم جوان بحسن خلق آراسته و با جمیع فضائل پیراسته فکرهای بلند و اندازهای رسا دارد غزلهای طرحی راخوب میگوید مشق پخته ساخته - منه -

میکشم بی او مئی نابی که میسوزد مرا — آتش افتاد در چنین آبی که میسوزد مرا

حکیم چند نادرت تخلص

پیش فقیر شعر میگذارند - طبع درست دارد - این ابیات از وست ؎

ای لاله ساخته گل حسن فرنگ را — ابری بود غبار خطت برق رنگ را

(باقی اگلے صفحہ پر)

ملا نازکی

فکرش خالی از نازکی نیست۔ من اشعاره ؎

نی گلاب است اینکه بر رخسار جنونش میزنی — تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا کرده ؎

شرمش بچشم مست ز گرمی گلاب می پاشد — بروی فتنه خوابیده آب می پاشد۔

طالب نصیب

ازو[۱] نیز یک بیت نصیب شده۔ من کلامه ؎

غبار خاطر او گشته ام از ناتوانیها — گر اندک قوتی میدا شتم میرفتم از بادش

میر نجابت

برادر میر سیادت۔ طبعی رسا داشت۔ جنونی بود[۲]۔ ازوست این دو بیت یادگار ؎

هم هنر بین که هم عیب یاب گوهرم — چون نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما درین باغ نهال چمن تصویریم — هست در خانهٔ نقاش رگ و ریشهٔ ما

آقا محمد حسین ناجی

برادر محمد اسمعیل غافل در فن خط نسخ یاقوت ثانی است و در شکستهٔ تعلیق خطش را کمال خط میرزا محمد حسین و اضع الاصل میگیرند۔ در علوم ظاهری نیز دستی دارد و در انشا پردازی عدیم المثل است۔ مدتی در سرای شاه عالمگیر رفیق برادر بود۔ از انجا که پادشاهان بغرور سلطنت سیما چنین پادشاه صاحب کمال در هر فن از حرف خود نمیتوانند برگشت۔

(بقیہ نوٹ)

سوزد بنحاک هم ز تب عشق تن مرا — چون صبح آتشی است نهان در کفن مرا

خار خار عشق باشد در دل دیوانها — جز خس و خاشاک نتوان یافت در ویرانها

شوق گر جلوه در بزم می آن برق مشربها — بجا ماناز حیرت جام چون تبخاله بر لبها

باند از شکار کیست چشم عشوه ساز او — که بیهوش است نه دام است مژگان دراز او

ز بزم من بردن چو آن بهار باغ جانم شد — چو شاخ گل گل افشان ز آتش دل استخوانم شد

ز جوش بیخودی گردید روشن راز پنهانم — بمحفل جرعهٔ می شعلهٔ شمع زبانم شد

ز تاب حسن چون آتش بجوش آمد دلم نادت — چو مینا باده ریز از شعلهٔ عشق استخوانم شد

۱؎ ب: معلوم نیست که کجا ئیست و که بود۔ ایک بیت او از انتخاب میر معز بنظر در آمده نوشته شد۔

۲؎ ب: نمی دانم که کارش بکجا رسید۔ یکدو صحبت او را دیده بودم۔ این دو بیت ازوست۔

و او را نظر بر کمال خود تحمل بر غلط و سهو دشوار بود. خود مستغنی ازین کار گشته در اهل خدمت بندگی بجا می آورد. چنانچه روزی لفظ طیّار را بطای حطّی نوشته بود حضرت ظلّ الٰهی قلم زده بتای قرشت نوشته و بر زبان مبارک گذشت که اشرف خان عرض کرده است که این لفظ فارسی است و طای حطی در فارسی نمی آید. او در جواب عرض کرد که اینهم کلیه نیست. جهت رفع اشتباه. صد و شصت و طلا و اکثر الفاظ را بحروفی که در فارسی ممنوع عند مینویسند و اگر این لفظ فارسی باشد مخفف خواهد بود که در یک کلمهٔ فارسی تشدید نیست. حکم شد که در درّاج و فرّخ و خرّم چه میگوئی. عرض کرد که درّاج عربیست. و خرّم معرّب و فرّخ دو کلمه است که ترکیب یافته فر بمعنی زینت و این قسم کلمات بسیار است مثل شپّر و شبّو و شبّار. حرف آخر کلمه اول و اول کلمه آخر اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد مدغم میسازند یا تخفیف میدهند مثل اینکه در وضو کن به نیم من استنجا. ظاهر میشود که درین لفظ مصطلح توشخانه است که جانور هرگاه از کریز بر می آید میگویند طیّار شد. بر زبان مبارک گذشت که فلانی بسیار تند و تلخ و نا قباحت فهم است. او باین سبب از خدمت استعفا نمود با هیچ یک امیری ملتجی نگردید در سنه چهل و پنج عالمگیری که رایات ظفر آیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود بالتماس تولیّت درگاه حضرت قطب الاقطاب یافته در کسب سعادت دنیوی و اخروی میکوشید. از منتخبات غزلیات او این چند بیت است ؎

چون خس فتاده ایم بگرداب اضطراب — چون رشته ماتاره ایم در آغوش تابها

در غمت بیخودیِ گشت گریبان گیرم — تا برم نام رفو پیرهن از یادم رفت

فتنه را نسبت بچشم می پرستش میدهم — نیم مستش دیده ام ساغر بدستش میدهم

سر کرد غمت بر لب دل تازه دم انگشت — خاری .... آمد رفتم .... برسانم

مثنوی[1] در شکایت روزگار گفته. این چند بیت ازان نیز قلمی میگردد ؎

فلک در چارهٔ آنکس هلاک است — که فکر حا کمالش سنگ خاکست

دهد افسر هر آنکس را که افسار — طپید از نام او چون نبض بیمار

---

[1] ذکر این مثنوی از بعض نسخه ها افتاده است.

میانی را که با پلنگ خر بست کمرهای مرصّع در کمر بست
سری کو از صدا افگار گشته ز بالاتش همای کر گذشته
بجز خاک مذلّت افسرش نه بجز غم صندل درد سرش نه
چو دیدم اندرین نُه طاق افلاک بود چون گنجفه اوراق افلاک
قماشش کم غلامش بیشتر شد بندرت نکته آن معتبر شد
زر سرخ و سفیدش خرج داده بکف تیغ و بسر تاجش نهاده
بچنگ او برات شادمانی همین میر و وزیرش کامرانی
چه میران کاندرین بازی شده خوار ای کاو شمان که حکمش سوخت ناچار (؟)
درین بازی هراسرد اگرفته تحکّم نیست از غم جا گرفته
ز ضعفم زور بر من میرساند ندانم زیر دست که نشاند

از انجا که بایست خان معزالیه خواند چند بیت در مدحش گفته این قطعه از انست ؎

شود گر ابر لطفش سایه افگن برای مزرع امید چون من
شود زان خشک سالیها گریزان بود بالیدگی چندان که دهقان
بهنگام درو آمد هراسش که ناید خوشه پیدا ازین بداسش

بملاحظهٔ آن که خان نازک تکلیفی کند این چند بیت در عذر آن خواند ؎

ز همّت دادن جهان در بر من بود آسان ترا چیزی گرفتن
گرفتن آنچنانم هست مشکل که نگذارم بگیرد از غمم دل
گرفتن بد بود چندان برایم نگیرد شاید از سرمه صدایم

رباعی خوش باش بناکامی و مقصد مطلب بگذر ز طلب دولت سرمد مطلب
از صورت این لفظ بمعنی پی بر یعنی مطلب ز هر چه باشد مطلب

دل واشد و هر چه بود در من دیدم یک غنچه بهار کرد و گلشن دیدم
میپرد از اشتیاق بیخودی چشم حباب وصل را دیدنی چو خانهٔ هستی خراب
بشکند از جور گردون گر نسوزد دل ز عشق دانه کز برق سالم جست رزق آسیاست

آمد بتی بجلوه دلِ برق آب کن — از زین فرو نیامده پا در رکاب کن
مگر بخواب برو نیتو وا شود چشم — خدا کند که بخواب آشنا شود چشم
برنگِ آهِ نومیدی بچرخ آهنگ کین دارم — چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم
تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام — عمر ما چو برق قدر یک بغل وا کرد نست

در قصیده[1] منقبت معنی تازه ایجاد نموده ؎

بود یک سایه در دو گوهر پاک — جمک در جنبش بیان باشد[5]

باعتقاد فقیر بانی این معنی شیخ بهاء الدین بهائی در نعت بسته و این هر دو توفیق یافته اند ؎

بهاء الدین
مرا از روی تعصب معاندی پرسید — پار ز روی چه معنی نداشت روح الله
جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — با احمد عربی جمع خالق راز الله
مبشر از پی آنکو بشارت آرد زود — روا بود که دو منزل یکی کند در راه

ناطق[2]

کلامش بحسن کلامش ناطق است - خوشگو و معنی بند بوده - از وست ؎

دل در آن زلف اگر راه نیابد غم نیست — گو بجا باش پریشانیِ ما هم کم نیست
جنونم ناله زنجیر را افسانه میداند — دلم سرگشتگی را گردش پیمانه میداند
مفلس تر تهی ز توانگر ندیده است — کس رشته را بآب گهر تر ندیده است
نازک تنان به نقش حصیر آشنا نیند — اوراق گل شکنجه مسطر ندیده است

ملا نسبتی تهانیسری

شاعر نحیف بود بطرز قدیم و بزبان هندی نیز شعر میگفت[3] نس بتی یعنی ماه تخلص میکرد -
این چند بیت انتخابی از وست ؎

جدا از ما دلِ ما را بزیر خاک کنید — با این ستم زده در یک مزار نتوان بود
هم ز دل دزدید صبر و هم دلِ دیوانه را — دزد ما با خانه میدزدد متاعِ خانه را

---

[1] در نسخه ج: این قصیده به ملا نایم منسوب است [2] ۱: ناطم [3] ب: نسبتی در ان زبان تخلص میکرد - یعنی ماه - نس بزبان هندی شب را میگویند بتی ابر دی شب که ماه است [5] همچنین در همه نسخه ها -

چون پی دل برون آمد عقل را اول برود — دزد دانا میکشد اول چراغ خانه را

در پردهٔ خاک نغمه ها هست بسی — آنگه شنوی که گوش بر خاک نهی

سینه روزن چه کنی چون نه برم خواهی رفت — گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خوش است

نسبتی دل بدرد معتبر است — لاله با داغ آبرو دارد [۱]

قاضی نوری

در عهد جهانگیر شاه بر مسند سخنوری متکی بوده - از وست ؎

چنان کز دور آید اهل ماتم را عزا پرسی — فغان از بلبلان برخاست چون من در چمن رفتم

بتاراج دل ما هر زمان ای غم چه می آئی — متاع خانهٔ درویش غارت را نمی شاید

میرزا طاهر وحید

با صائب [۲] همسر بود و همعصر - هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش محراب نماز معنی گستران - فکرهائش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش قماشی - چنانکه گاه که از شغل خدمت بتقریبی معزول شده بود - بشاه جم جاه نوشته ؎

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنر — زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او که انتخابی خوشخیالان است نوشته میشود ؎

وحید

چنان کز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا — زنی گر بر دو عالم را بهم جانان شود پیدا

ز فانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیدن — چو بنشیند غبار چشم نور جان شود پیدا

میر دو اندول ترود و اکنی گردیده را — خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

---

[۱] د: دارا شکوه یکمرتبه پیش خود طلبیده بود این دو بیت در جواب نوشت ؎

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش — سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش

نمی پرم به پر و بال عاریت چون تیر — نشسته ام چون کمان در دو شنبه خانهٔ خویش

در نسخه (الف) این قطعه به قاضی نوری منسوب است [۲] ب: سر و سرکرده سخن پردازان زمان و قبله معنی طرازان میرزا طاهر وحید المشهور بواقعه نویس با میرزا صائب همسر و همعصر بوده - بهند نیامده درین (ایام) بمنصب وزارت شاه سلیمان والی ایران سربلند و سرفراز است در اصفهان همیشه کوس خوشخیالی می نواخته و علم معنی تازه یابی می افراخته - هر بیتش ورد زبان سخنوران است دیوانش مهر معنی گستران است - و بعضی فکرهائش مرزا صائب و دیگر شعرا میخندند و اکثر تلاشهائش کار را دست بسته است که حاجت تشریح نیست -

چون نماز فقر غربت زادگان راه عشق — با وجود ناتمامیها قبول درگه اند
ز شرم حسن تو آبی و من افتاده چون خاکم — بمن افتاد چون گذرت هزاران رنگ می آئی
گل به پیش عارضت از شرم بیرنگی گم است — سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گم است
شبه را از وحدتش و ست تصرف کوته است — کی تواند دیدهٔ احول دو دیدن روز را
اشک ریزان است گوهر در کفش وقت نثار — مال منعم گریه بر احوال منعم میکند
ز یاران کینه هرگز در دل یاران نمی ماند — بروی آب جائی قطرهٔ باران نمی ماند
میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش — آمد و رفت نفسها جنبش گهواره است
دردا که یکی نیست بعاشق سخن تو — بادام دو مغز است زبان در دهن تو
نا امروز است این سرگشتگی ما را که چون گوهر — نشان از ما نبود و کشتی ما بود دریائی
اعتبارات جهان رفت است پیش از آمدن — ناجها در وقت کندن از نگین افتاده است
رشک چشم احولم سوزد کز اسباب جهان — هر چه می بیند بیک دیدن مکرر میشود
بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند — در آغوشم نمایان است خالی بودن جایت
تا بخوانی از رخم حال درون تنگ را — شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را
باستقبال عیشم تا بمنزل میدود محنت — بگوش آید شکست شیشه ام از سینه خارا
فتادگیست که پرواز آن فلک پیماست — بمال سایه گرفتست اوج قدر هما
وحشتم بست بزنجیر و بصیاد سپرد — نفس صبا چو در سینه ام بپیچد دام است
مانند شان موم که ریزد تار شمع زد — شد خانه ام خراب که سرو[۵۱] نهال شد
ز شرمم در پس دیوار چون برگ گل رعنا — اگر با لاله روی خویش در یک پیرهن باشم
لبی که زمزمهٔ خواستن بود سازش — صدای ریختن آبروست آوازش
شاهر گره رشتهٔ من تار صنوبر — از بسکه درون ناخن تدبیر شکستم
نباشد از ضعیفان عشق عالم سوز را عاری — قبای شعله چسپانست بر اندام هر خاری
مانده بر خار انشان صورت شیرین هنوز — شیشهٔ دل را ببین فرهاد چون بر سنگ زد

---

۵۱ ب: سروش بهار دیده

نگاه گریه آلودم چو گوهر — زپشت دیدهٔ پوشیده پیداست

یک بیتش را میر معز و فقیر جواب گفته ـ هر سه نگاشته می آید ؎

وحید — اگر نالم ز رنج خار در پا رفته تا مردم — شلی در زیر پای من شکستش میکند دردم

میر معز — قدم بر محملم افسون تکلیف وطن هردم — که همچو عضو از جا رفته افزون میشود دردم

خوش — بعریانی مرا دلگیری دیگر بود هر دم — چو اخگر جبهٔ سنجاب پوشیدن کند سردم

وحید یک بیت را معنی خوب بسته ـ فقیر نیز بیتی نزدیک رسانده هر دو قلمی میگردد ؎

منه — کی کسی پنهان تواند شد ز دست انداز مرگ — شمع کافوریست در دست اجل موی سپید

خوش — پیک پیری چون سر سامان رفتن کن زد بهر — نامهٔ پیچیدهٔ مرگ است هر موی سپید

محمد رفیع واعظ

در صفاهان بفضائل و کمالات مسند آرای افادت و افاضت است ـ و بلآلی آبدار وعظ و نصائح گوش هوش عالمیان را مزیّن میدارد ـ و در سخنوری و معنی گستری بازوی پهلوانی با صائبا و میرزا طاهر وحید میزند ـ دیوانش را میر معز بهند آورده شهرت داده[1] ـ مثنوی جنگ شاه عباس با اسلم خان[2] اوزبک بسیار خوب گفته و اقوال دوازده امام را جمع نموده کتاب مسجع و رنگین و پر مضامین نوشته ـ ابواب الجنان نام نهاده ـ قطعه در حمد آن گفته ؎

عطا کرده از گنج انعام خویش — بدل یاد خویش و بلب نام خویش

نفس در میان شد چنان بیسکون — که یکپا درونست و یکپا برون

من اشعاره ـ

عرق ناکرده پاک از محفل باشد نگار ما — درین گلشن سبکتر خاست از شبنم بهار ما

گذشت یک شب در میان سر سهی بالای ما — کربلائی شد لباس تیره بختی های ما

بزمین برد فرو خجلت محتاجانم — بی زری کرد بمن آنچه بقارون زر کرد

باز وار در راحت دنیا ترا از بندگی — از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

[1] ب: الحق صاحب سخن پخته و استاد فن است ـ فکرهای خوب از ۲ فقط در نسخه (ک) اسلم خان نوشته است در دیگر نسخه‌ها [illegible]

[illegible]

شبی بر ما اسیران نگذرد بی روی چون ماهش ... که از چشم سفید عاشقان نبود سحرگاهش

[۱۵] ز آتش پارهٔ خود گرمی وا میکشم امشب ... چو اشک شمع در هر گام میگیرم سر راهش

دلم مجنون و لیلی آن نگاه عشوه ساز او ... طناب خیمهٔ لیلی ست مژگان دراز او

نماید خاک راهروم با نگشت عصا پیری ... که امروز است یا فردا که خواهد بود جا اینجا

از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم ... کوه گر باشی تو ما سیلیم و گر خاکی نمیم

همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار ... گر بصورت دور از یاران بمعنی همدمیم

چنان زشتم که ترسم چشم رحمت بنگرد سویم ... اگر فردا کشد رنگ[۲] خجالت پرده بر رویم

نا استم ز حیرت یار کی برخاست از مجلس ... طپیدنهای دل هر چند دستی زد به پهلویم

بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد ... چو چین جبهه می باید ز غم بر خویش بالیدن

چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه ... میپرد از دیدن خورشید رنگ از روی ماه

به پیری از چه رو می افگنی کار جوانی را ... نمیدانی که سلخی هست ماه زندگانی را

کسی کز بار پیری حلقه شد قدش چو شمشادش ... سراپا چشم گردیده است و می جوید جوانی را

در آفت خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن ... زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را

قد چون خمیده جمله حواست زبون شود ... لشکر شود شکسته علم چون نگون شود

منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان ... چون باز بهر صید بود چشم بستنیم

برگشتیم از جهان ز انسان که رو واپس کنیم ... مرد نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما

بخون ریزی همانا داده الفت چشم جادو را ... که از مژگان نهد انگشت هر دم تیغ ابرو را

محبت طرفه صحرائیست کز غیرت در آن وادی ... گریبان چاک تو ان دید نقش پای آهو را

نقطهٔ جیم جمال آن غنچهٔ خندان اوست ... مستزاد مصرعهٔ ابرو صف مژگان اوست

میرزا احسن بیگ واثق

فکر عالی داشت و معنی یابی استاد. در اوائل جلوس عالمگیری[۱۶] منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت. یکدو مرتبه فقیر را با وی اتفاق صحبت افتاد. یک بیت

[۱۵]: ز آتش پارهٔ خون گرم چون دامن کشم بیرون ۲۵ ب: زنگ ۵۳ ب: والا۔

تازه مرا بخط من در بیاض خود نویسانید و مرا گفت که تحفه‌ئیکه از هند میبرم این بیت برجسته تست ؎

شرش خوش پوشیده ته خرقه پشمینه کشم می	چون ابر بود آب نهان در نمد من

این چند اشعار از وست ؎

واثق

راست بودن با کج اندیشان بلاست	عکس سرو از آب مواج اژدهاست
بانگین کنده همگانیم در افشای راز	میتوان فهمید حال دل ز نقش پا مرا
آئینه ایست بر سر راه عادم وجود	هر کس رسید کرد نگاهی و در گذشت
کوه و صحرا همه یک لعل بدخشانی شد	رنگ گل بسکه ز شوق تو بیابانی شد
حیرت گداز آن مژه سرمه سای را	آمد شد نگاه شمار نفس بود
دُرد حرف وصاف خاموشیست لب خاموش دار	این سخن از طوطی واز عکس طوطی گوش دار
جز[۱۵] نام تو بر زبان نگردد فاش	صد بار اگر زبان بگردانم من
ای جوان در قامت خم گشته پیران نگر	رفته رفته زندگی بار گرانی میشود
پیر شدی واثق واز کبر نرستی	کوه بزیر آمد و پلنگ نیامد

محمد[۱۶] اخلاص واثق تخلص

نو مسلم در صغر سن صحبت حقائق آگاه شیخ محمد درویش دریافته کسب کمال میکرد و توفیق اسلام یافت۔ مدتی از معارف پناه اسلام خود را پوشیده می داشت۔ پدرش که قانونگوی کلانور بود خبر یافته قصد هلاکش کرد۔ از انجا گریخته بخدمت فضائل دستگاه مولوی عبدالله خلف مولوی عبدالحکیم سیالکوتی رفت۔ برفاقت ایشان در سنه بیست و دویم جلوس والای عالمگیری بحضور پر نور آمده احراز ملازمت نمود۔ بتلقین پادشاه دین پناه شرف اسلام دریافت۔ در علوم ظاهری و انشا پردازی نظیر ندارد۔ گاه گاهی بتقریبی مصرعی موزون میکند این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

---

۱۵ ب: جز نام تو بر زبان نگردد۔ صد بار اگر زبان بگردد ۱۶ ا: محمد اخلاق واثق۔

محتسب میکشی از دستِ تو مشکل شده است ‍ ‍ شیشه می بہ بغل آبلۂ دل شده است
از طپش آسودن دل شاہد مرگِ دل ہست ‍ ‍ نبض از جنبش چو آساید رگِ خوابِ فناست
بینتو میریزد نمک در ساغرِ من ماہتاب ‍ ‍ گرد کلفت میشود بر بسترِ من ماہتاب
میرسی ظالم بفریادم اگر وقتست وقت ‍ ‍ میزند ورنہ شبیخون بر سرِ من ماہتاب

درویش والہ

بطرف بنگالہ بسر میبرد۔ صاحب معنی بود یک بیت او کہ برابر لک بیت بیتوان گفت تحریر می یابد از وست ؎

آسمان گو خلعت منت مپوشان بر تنم ‍ ‍ زانکہ ہمچون نغمہ تاری بس بود پیراہنم

فقیر در جوابش مطلعی رسانده ؎

نہ خوش ‍ ‍ زیر بار خلعتِ منت کجا باشد تنم ‍ ‍ چون حبابست آبروی خویشتن پیراہنم

ملا ولی

از حقیقتش کماہی اطلاعی و آگاہی نیست دو بیت او بدست افتاده ؎

ولی ‍ ‍ درمانده[2] احوال خودم این چہ حجابست ‍ ‍ فارغ بگذر طاقت نظاره کہ دارد
تہمت زده ام کہ دل بعشق دگری کاش ‍ ‍ پرسید[3] کہ غیر از تو بعالم دگری ہست

عبد الواحد وحشت

جوانیست از تہانیسر نو بفکر درآمده تلاش لفظ ہای شوخ و استعاراتِ بلند دارد از وست ؎

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک ہست ‍ ‍ آرزو در سینہ بشکن جلوه آرا نازک ہست
صد بیابان نالہ پرواز خموشی گشتہ ام ‍ ‍ سرمہ میدا دند فریادِ دلِ ما نازک ہست
شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست ‍ ‍ شیشہ از حیرانی دل کن کہ صہبا نازک است
بسکہ از یاد تو حیرانی قیامت شور بود ‍ ‍ جوہر آئینہ فریادِ دل رنجور بود
در بیابانی کہ چشم بیخودی وا کرده ایم ‍ ‍ ہر کف خاکی تجلی خانۂ منصور بود

لہ ا: وانش[1] ؎ ۲ د: درمانده با حوالِ خودم ؎ ۳ ب: پرسند۔

خانمان پردازیِ همت تماشا کرده ایم — صد بیابان عالم از ویرانیِ ما دور بود

محمد عاشق همت

جوان صاحب همت و طبع خوشخیال است۔ فکرهای تازه دارد و این شعرها زادهٔ طبع اوست ؎

کی جدا حسن از خیال عاشق دلتنگ بود — آتشی بود آن پری تا شیشهٔ ما سنگ بود

در انتظار او نگهم خون شد و چکید — چشم جدا ز دوست گلوی بریده است

بیا هنوز غمم از خمار حسرت نیست — بجام آئینه نه جرعهٔ نفس باقیست

همت[1] خان

خلف اسلام خان بخشی والا شاهی از امرای عمده بود طبع مثل همت خود بلند داشت۔ گاه گاه مصرعی فکر میکرد ؎

من چه گویم که چه مقدار بدل نزدیکی — چشم بد دور که بسیار بدل نزدیکی

بجز خاری که مجنون داشت در دل — بیابانِ جنون خاری ندارد

محمد[2] هاشم

پدر زن فقیر سرخوش۔ مرد صاحب کمال بوده۔ هفت قلم مینوشت گاهی فکر رباعی میکرد ازوست ؎

رو فقر گزین که فقر بهتر ز غنا — کان سایه کند در آفتاب[3] فردا

دولت ندهد نجات ز آتش چون فقر — خسخانه به از قصر بود در گرما

میر یحییٰ کاشی

از شعرای پای تخت۔ روشناس شاهجهان بادشاه بود۔ تاریخ آبادی شاهجهان آباد را خوب یافته ازوست ع

شد شاهجهان آباد از شاهجهان آباد

۱؎ ذکرش از نسخهٔ ج؛ افتاده است ۲؎ ب: میرزا محمد هاشم ۳؎ ج: در آفتابِ فردا۔

پنجهزار[1] روپیه صله یافت۔ از پیشگاه خلافت حکم نظم کردن بادشاه نامه نیز بوی شده بود داستانی موزون کرده گذرانید۔ دران نظم بسته بود ؎

سر راجپوتان جگت سنگه بود — که بر شیشهٔ نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هرچند گفت که سنگه و سنگ قافیه نمیشود۔ گفت که ما مُغلیم تفریق این چنین الفاظ را چه میدانیم۔ معذوریم۔ آخر به همین بیت از نظر افتاده۔ بسبب این که جگت سنگه در چه شمار بود که سر راجپوتان گفته۔ بادشاه فرمود از قافیه هم خبر ندارد۔ از وست ؎

حرفِ تو میبرد ز دل شوق[2] میِ شبانه را — لب بگشا و باز کن قُفلِ شرابخانه را

خرّمی در خاکِ غربت نیست من هیچو نهال — مشتِ خاکی از وطن ای کاش بر میداشتم

این هوسها از وجودِ دل تو الد میکنند — هر دنا در سینه دارد دل نِ آبستن است

این بیت با تاریخ وفات او بر لوح مزارش نوشته بودند ؎

ای که از دشواریٔ راهِ فنا ترسی مترس — بسکه آسان هست این راه میتوان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش۔ مصرعه

احیای سخن چوکرد یحیی جان داد

دیگر شاعری که سرحرف تخلص یا باشد۔ یافته نشد ناچار به همین صاحب سخن ختم تذکره نموده آید۔ اگرچه شعرای نامدار در عالم بسیار اند و سخنوران بی شمار و بی حد و اینهم نمیتوان گفت که انتخاب اشعار تازه گویان همین قدر است که درین نسخه ایراد یافته۔ ظاهر است ع

"در هر دهن تنگ نبانی دگر است"

اما فقیر بر احوال و اقوال همین عزیزان که نام ایشان درین اوراق مرقوم شد اطّلاع داشت و این اشعار که از هر کس نوشته انتخاب نموده سرآمد سخن سنجان میر معز موسوی خان که در سفینهٔ خویش بی قرینه بخط خویش نوشته بود و بگلشن فطرت موسوم ساخته

[1] ب: حضرت خلافت مرتبت بسیار خوش شده پنجهزار روپیه صله آن عطا فرمودند [2] د: ذوق۔

نقل گرفته شد و بعضی انتخاب میر محمد زمان راسخ و میر محمد علی ماهر که بر سخن فهمی ایشان همه را اتفاق است۔ تحریر یافته۔ اجازتست که اگر شعر خوب و معنی برجسته از تازه گوئی بگوش خورده باشد شمّه از احوال و موافق ترتیب که مقرر گشته در حاشیه یا در متن داخل کنند۔ حقا که اگر بچشم انصاف نظر کنند عجب مجموعهٔ کمالات خوشنمالانست وطرفه گلدستهٔ رنگین صاحب کمالان عبارتش از استعارات مبرّا و الفاظش از تکلفات لغات معرّا۔ فارسیش صافش همچون آب روان است و روزمرّه شستهٔ و رفتهٔ شیرازیان نظمش از نظم پروین سبقت جو۔ نثرش بر نثر گلستان سخن گو ؎

سزد این نسخه را گر بر نویسد — به برگ گل ز آب زر نویسد

هر که این[۱] کتاب سراپا انتخاب را بدست آرد۔ با انتخاب نمودن هیچ دیوانی احتیاج ندارد زیرا که اکثر شعرا که بتازه گوئی مشهور اند اشعار خوب و برجستهٔ ایشان درینجا مسطور است۔

والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔ هر انتخاب چون پنجه ایست اما پنجهٔ ید بیضا۔ اگر یکی ازان کم کنی عیب است و اگر برای بیفزای حماقت واین نمیگویم که این اعزّه سوای این اشعار منتخب دیگر ندارند۔ بفقیر بوساطت میر معز و غیره اعزّه همین قدر رسیده۔

تاریخی چند که صاحب طبعان بلند فکر از آیات قرآن مجید استخراج نموده اند۔ کمی و زیادتی بعضی را بتعمیه درست کرده اند و بعضی تاریخات وقوعی و نادر که بگوش فقیر خورده قلمی میگردد۔

تاریخ فتح روم که امیر کبیر صاحب قران امیر تیمور گرگان انار الله برهانه کرده شیخ صفی رضوان الله بطریق تفاؤل فرموده۔ غلبة الروم[۲] ادنی فی الارض یافته اند شاهجهان خوش کرده فرمود که از کتابهای تاریخ تحقیق تاریخ کنند که در هشتصد که عدد "ضاد" است این فتح دست داده است۔

۱۔ این عبارت در نسخهٔ م (۸) نیست و بجای این عبارت ذیل است که در دیگر نسخه ها نیست:—

از وقتیکه به تسوید این نسخهٔ غریبه پرداخته ام۔ چهار پنج مسوده خود نگاشته مرتب ساخته ام هر مسوده را یاران از غایت شوق بی رخصت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفته بردند و جابجا شهرت داده۔ اگرچه مقصود حاصل کلیست اما در اکثر عبارات تغییر و تبدیل واقع گشته و اشعار بعضی اعزّهٔ دیگر داخل شده قصه کوتاه که این نسخه ناسخ جمیع مسوده هاست۔ هر که سابق دارد بتسوید و این بجان بیبر پرداز و از کاتب این نسخه التماس آنکه بنوعی که فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشته همین قسم سطر موافق سطر بنگارد والسلام

۲۔ غلبت الروم فی ادنی الارض۔

چون دیدند ظاهر شد که در سنه هشتصد و پنج فتح روم شده۔ بادشاه فرمود که تفاوت پنج بسیار است۔ فضل خان وزیر اعظم بعرض رسانید که ضاد ملفوظی بگیر ند فن تعمیه است۔ مضائقه ندارد۔

تاریخ جلوس شاه عالمگیر عبدالرشید صاحب فرهنگ رشیدی۔ اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یافته

تاریخ فتح بیجاپور که بادشاه عالمگیر نمود قابل خان ولد میر کاظم منشی بتعمیه۔ اخرجناهم من جنات وعیون وکنوز ومقام کریم۔ یعنی حرف هم را برآورده حساب باید نمود۔

تاریخ حمامی ان کنتم جنبا فاطهّروا یافته اند۔

تاریخ فوت شیخ حاتم سنبهلی عند علیک مقتدر یافته اند۔

وتاریخ فوت شیخ عبدالواحد که از خلفای شیخ سلیم چشتی بود کان من المخلصین یافته اند۔

فقیر تاریخ والدهٔ خود فی جنّة عالیه یافته۔

تاریخ فوت عزیزی دخل الجنّة بلا حساب یافته یعنی عدد لفظ حساب باید برآورد۔

تاریخ وفات نواب زیب النسا بیگم وادخلی جنّتی یافته۔

جلوس شاه طهماسپ صفوی اهل توران مذهب ناحق یافته بودند۔ ایرانیان مذهبنا حق درست کرده۔

تاریخ فوت اکبر شاه در فارسی ع الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاه۔

تاریخ فتح بلخ وگریختن نذر محمد خان والی توران نصیرا بسیار خوب گفته ؎

والی توران برآر از ملک توران بعد ازین   ثانی صاحب قران نشان بجایش کن حساب

تاریخ شکست ملک عنبر حبشی از فوج داراب خان خلف خانخانان سپه سالار در کتاب ماثر رحیمی آورده ؎

خبر رسید که عنبر برادر کهرکی   بکشتنی که شد از کرد و روز روشن شب
بیمن دولت واقبال خانخانانی   شکست داد شکست از اراب خان شکست عجیب
برای ساعت و تاریخ فتح شان گفتم   سر غلام بر از کن و حساب طلب

تاریخ فوت شیخ ابوالفضل که باشارهٔ جهانگیر شاه بقتل رسید ؎ تیغ اعجاز رسول اللّٰه سر باغی برید

تاریخ فوت حافظ رخنه که بانی باغ نولکهه سهرنا است ؎ باغ را رخنه شد و آب نماند

وقتیکه شاه عباس صفوی نهر آب بروضهٔ منوّرهٔ رضویه آورده حاتم بیگ اعتماد الدوله تاریخ یافت۔ آب آمد بروضه داخل شد۔

درهمین ایام میر محمد باقر داماد تصنیفی کرده بحلیه ملکوتیه موسوم ساخته بود باعتماد الدوله تکلیف تاریخ آن کرد۔ اعتماد الدوله پرسید که تصنیف شما در چه علم است۔ گفت درکل علوم اعتماد الدوله بی تامل گفت۔ کل علوم از حلیه ملکوتیه بیرون رود۔ تاریخ است که چون حساب کردند درست بود۔

بادشاه روزی بمیر حیدر معمائی تکلیف کرد که برای انگشتری من که نو ساخته ام تاریخی بگو۔ میر گفت انگشتری تاریخ است۔ بعد از ان انگشتری دیگر بر آورد که برای هردو تاریخ بگو۔ گفت۔ دو انگشتر تاریخ است۔ مورد عنایات گردید۔

تاریخ فتح بیجاپور و حیدر آباد که شاه عالمگیر کرده محمد علی جواهر رقم علم تخلص ع؎ زروی فضل بیجاپور شد فتح یافته۔

تاریخ فتح حیدر آباد ؎ مدد جواز علی وانگاه برگو مبارکباد فتح حیدرآباد

تاریخ فوت حافظ داود مغنی ؎ از نغمهٔ داود برون شد آهنگ یافته اند۔

تاریخ حوضی که شیخ لطیف نام بزرگی ساخت۔ از حوض لطیف آب بردار تاریخ یافته اند۔

تاریخ حسین نام شخصی حوضی ساخت۔ دم آبی بخور بیاد حسین۔ یکی تصرف کرد که دم آبی بخور گفتن خست است۔ جام آبی بخور بیاد حسین۔ درست کرد۔

فقیر سرخوش حوض و فواره درخانهٔ خود ساخته بود۔ حوض و فواره۔ تاریخ شد[۱]

تاریخهای چند وقوعی که بسمع فقیر رسیده

تاریخ فتح گجرات نواب خانخانان در چهار زبان گفته اعجاز است۔

عربی یوم الاحد ثانی ربیع الاول

---

[۱] ب: فقیر تاریخ خلافت و سجاده نشینی خود را بیان واقع بتعمیهٔ لطیف درست کرده در رباعی لبسته۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال — مرشد دادش خلافت از استقبال

روی طلب آورد جهانی به نیاز — تاریخ شده خلیفهٔ شاه جلال

ہندی	اتوار ربیع الاول کی دوجی
ترکی	برشنبہ ایکی ربیع الاول (۹)
فارسی	روز یکشنبہ دویم ربیع الاول

تاریخ تولد بابر شاہ ششش محرم یافتہ ششش درحساب عدد خبر است خبر نیز تاریخ است۔

تاریخ جلوس طہماسپ شاہ ظل اللہ یافتہ اند۔

تاریخ فوت شاہ طہماسپ وجلوس شاہ عباس ؎

دوازدہ امام گفت بشارت   دوازدہ امام گفت برخاست

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر ملا شاہ ظل الحق یافتہ[1]۔

تاریخ جلوس شاہ جہان بادشاہ۔ شاہ جہان باشد شاہجہان۔

تاریخ فوت شاہ جہان بادشاہ غازی۔ زعالم سفر کرد شاہجہان۔

تاریخ فوت جہانگیر۔ جہانگیر از جہان رفت۔

تاریخ فوت زمانہ بیگ مہابت خان۔ زمانہ آرام گرفت۔ یافتہ اند۔ عجب تاریخ است مشتمل بر مدح وذم زیرا کہ مہابت خان بشرارت وغرور مشہور بود۔

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی خوشگاہ فقیر است وتاریخی بہ ازین متعذر است۔ کم اتفاق می افتد تمام قطعہ نوشتہ شد۔ قطعہ

معیث ملت ودین شیخ اسلام آنکہ در قربت	بہ شبلی وجنید ار باز پرسی گویمش ثانی
ربود از عرصۂ دنیا ودین گوی کمالیت	زدرویشان بدرویشی زسلطانان بسلطانی
فنا از خود بقا باحق بود معلوم درویشان	ازان شد سال تاریخش بحق باقی زخود فانی

تاریخ ہمایون بادشاہ از بام افتاد۔ مشہور است۔

روزی اکبر بادشاہ باشہزادہ سلیم کہ جہانگیر باشد بخانۂ عزیز کوکہ کہ اعظم خان خطاب داشتہ مہمان شد۔ مہمان عزیز اندشہ وشہزادہ۔ تاریخ یافتند۔

تاریخ فوت زن فدائیخان جہانگیری۔ زن فدائیخان مرد۔ بزبان ہندی فدائیخان کی جورو موئی۔

---

[1] ب: تاریخ تولد عالمگیر شاہ۔ آفتاب عالمتاب۔ یافتہ۔

تاریخ فوت نواب جعفر خان دیوان اعلی شاه عالمگیری بزبان هندی میر معز یافته جعفر خان چوموی-

تاریخ فوت همت خان- های همت خان رفت- بطریق تعمیه یافته اند- "ها" را دور کرده حساب باید کرد-

رسول خان روز بهائی[1] در راه عیدگاه کشمیر پلی بسته بود- تاریخ آن- بریده دین رسول پل بسته

تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهان بادشاه ساخته- کرد بنا عیدگاه شاهجهان بادشاه-

تاریخ چند که فقیر سرخوش یافته

چهار کس از آشنایان فقیر در اکبرآباد در یکسال فوت کردند- از نام هر چهار تاریخ برآورده

وای از دلکام و طاس فولاد و سیدی یار محمد و عبدالواحد-

تاریخ تولد پسر میرزا قطب الدین مائل محمد امان الله بن باقی که رکن الدین نام داشت-

رکن الدین محمد بن قطب الدین محمد امان الله باقی- یافته-

تاریخ تولد پسر خود- اکمل محمد افضل- یافته ام-

تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته بر دروازه کنده- رباعی

از لطف عمیم واهب[2] عز و جل — چون گشت عمارتم همه مستکمل

شد سال بنای خانه سابق و حال — آن مسکن افضل این مقام افضل[3]

تاریخ تولد اسکندر[4] شان پسر اعظم علی خان عالیجاه فقیر وزارت سکندر آمد- یافت-

تاریخ کتخدائی شاهزاده محمد اکبر- قران سعد اکبر شد بناهید- یافت-

تاریخ مسجد خود در اکبر پیش دروازه خود ساخته ام ع

چون گشت ز فضل ایزد عز و جل — آراسته این مسجد بزیب[5] و حلل

اندیشه طبع سال اتمامش خواست — دل گفت که مسجد محمد افضل

تاریخ مسجد زیب النسا بیگم که در کشمیر ساخته- کعبه حاجات شد مسجد زیب النسا یافته ام-

تاریخ گریختن رانا- ندا آمد که کافر از میان رفت-

تاریخ فوت شیخ سلیمان[6] ع

[1] ا: بهائی [2] ا: واجب [3] ا: اکمل [4] ب: اسکندر شاه پسر اعظم شاه [5] ب: بازیب و حلل [6] ب: تاریخ فوت شیخ سلیمان که فضائل خان شده بود- فقیر از نامش برآورده- چنین بسته شده بود-

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا   وارست ز قید هستی بی سر و پا

هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات   پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

خدمت مشرفی عدالت وغیره که در حسن ابدال بفقیر شده بود. تاریخ اشراف عدالت یافته ام۔
تاریخ۔ فقیر در خواب می بیند که شخصی میگوید که تاریخ فوت محمد علیخان میر سامان شاه عالمگیر بگو۔ فقیر میگوید مرا چه مطلب که در فکر بیهوده وقت ضائع کنم۔ گوینده میگوید مرد خوب بود البته بگو۔ چون بیدار شدم و حساب میکنم۔ محمد علیخان بمرد۔ تاریخ بی کم و زیاد برآمد[51]۔

فقیر سرخوش رباعی بعضی الفاظ را هم عدد یافته بسته۔

از غیر پرست ذات یزدان صمد   بگذار دو ئی بگوی الله احد

سررشتهٔ وحدت مکن از کثرت گم   چون هست یکی وجود و واحد بعدد

سرخوش اگرت نشهٔ هوش و خرد است   بشتاب براهی که پیمبر بلد است

بر ذات رسول رهنمائی شد ختم   زانرو که رسول و راهنما[52] یک عدد است

اسلام بلند کفر بی شبه و شک   از تقویت شیر خدا شد تبرک

با اول من آمن آمد بحساب   اعداد علی ابن ابیطالب پاک

بر حسب مناسبت چو کردیم نظر   آمد بعدد نیز موافق یکسر

تلخی و غم و یاس و هوس سهو حساب   عامی اعمی عشق و دوست مهر و مادر

سرخوش دگر این عجب که از روی حساب   افتاد بتعداد موافق در یاب

شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و می   قربت شب و سبز و هندی و لعنت و خواب

سرخوش عجب این که ز اتفاق بجد   افتاد موافق بحساب ابجد

ناز و محبوب و عاشقی و آفت   بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

تمت کلمات الشعر التصنیف سرخوش محمد افضل

---

۵۱ ب: تاریخ تولد برادرزادهٔ خود که اسدالله نام داشت۔ شیر خدا - یافته   ۵۲ ب: هم عدد

فہرست اسماء الرجال

اشارات

ح : حاشیہ

* : این نشان اسامی آن سخنوران است کہ داخل این تذکرہ گشتہ

اسماء البلاد والاماکن

فہرست کتب

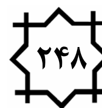
یہ کتاب اور دوسری ہر قسم کی کتب

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

بسم الله الرحمن الرحیم



سرشناسه : **سرخوش لاهوری، محمدافضل، ۱۰۵۰ـ ۱۱۲۷ق.**

عنوان و نام پدیدآور : **کلمات‌الشعراء / نگاشتهٔ محمدافضل سرخوش؛ تصحیح علیرضا قزوه.**

مشخّصات نشر : **تهران: کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی، ۱۳۸۹.**

مشخّصات ظاهری : **۳۱۲ ص.**

شابک : 978-600-220-002-0

وضعیت فهرست‌نویسی : **فیپا**

موضوع : **شعر فارسی - - مجموعه‌ها**

موضوع : **شعر فارسی - - تاریخ و نقد**

موضوع : **شاعران ایرانی**

شناسهٔ افزوده : **قزوه، علیرضا، ۱۳۴۲-، مصحّح**

شناسهٔ افزوده : **کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی**

رده‌بندی کنگره : **۱۳۸۹ ۸ ک ۴ س / ۴۰۳۲** PIR

رده‌بندی دیویی : **۱/۰۰۸ فا ۸**

شمارهٔ کتابشناسی ملی : ۲۲۵۳۱۵۰

کلمات الشعراء

نگاشته

محمد افضل سرخوش

(۱۰۵۰ ـ ۱۱۲۷ق)

تصحیح

علیرضا قزوه

کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی
تهران ـ ۱۳۸۹



کلمات الشعراء

نگاشتهٔ **محمدافضل سرخوش** (۱۰۵۰ ـ ۱۱۲۷ق)

تصحیح **علیرضا قزوه**

نمایه‌ساز و نمونه‌خوان **مهری خلیلی**
حروفچین **مهربان ببری دیزج**
صفحه‌آرایی **ملیحه بوجار**
کاغذ مورد استفاده **۷۰ گرمی تحریر خارجی**

شمارهٔ انتشار **۲۴۸**
ناظر فنّی **نیکی ایوبی‌زاده**
لیتوگرافی **نقره‌آبی**
چاپ **فرشیوه**
صحافی **سیّدین**
چاپ اول **۱۳۸۹**
شمارگان **۱۰۰۰**
بها **۷۰۰۰۰ریال**
شابک 978-600-220-002-0

تمامی حقوق چاپ و نشر این اثر در انحصار کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی است.

انتشارات و توزیع:

مرکز پژوهش کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی، خیابان انقلاب، مابین خیابان ابوریحان و دانشگاه، ساختمان فروردین، طبقهٔ ۷، واحد ۲۷ و ۲۸ ؛ تلفن: ۶۶۹۶۴۱۲۱

نشانی سایت اینترنتی: www.Ical.ir
نشانی پست الکترونیکی: Pajooheshlib@yahoo.com

به نام آنکه جان را فکرت آموخت

وقتی در کشوری مانند ایران، رسم و رسوم حفظ اسناد نیست، یا اگر هست، در یک جنگ و تغییر حکومت، همه چیز دستخوش آتش و انهدام قرار می‌گیرد، باید متونی یافت که بتواند جایگزین اسناد شود. این جایگزین چیست؟

یادداشت‌های پشت نسخه‌های خطّی که حاوی آگاهی‌های بی نظیری دربارهٔ تبادل اطلاعات علمی و کتابی است، یا برگهای متفرقه‌ای که لابلای آثار خطی گذاشته شده، یا اجازه نامه‌های علمی که به صورت ورق‌های مجزا دست خانواده‌هاست، یا انجامه‌های نسخ خطّی که اشارتی به اوضاع آشفتهٔ شهر و کشور دارد، یا ... هر ورق پاره دیگر. روی این اوراق، آگاهی‌هایی وجود دارد که برای شناخت محیط فرهنگی در ایران ما بسیار ارزشمند است. ارزش اینها به دلیل آن است که مستقیماً ما را در جریان برخی از دیدگاه‌های مردمی قرار می‌دهند که درگیر زندگی روزمره بوده‌اند. چندی پیش نسخه‌ای از *اربعین* شیخ بهایی به کتابخانه عرضه شد. این یادداشت در پایان آن بود: «اتفق الفراغ من مشقه یوم الثلثا ثامن عشر من شعبان المعظم من سنة ۱۱۳۵ ... علی ید الفقیر محمد صادق بن عبدالعظیم الملقب ببندار فی عهد سلطنة الطهماسبیه الصفویة فی حین دخول المحمود المردود المطرود فی محروسة اصفهان، و العرائس فی الرشت، و ملکنا فی الاردبیل و کان الوباء فی محروسة بار فروش ...» توجّه کنید، از همین یادداشت چه اندازه می‌توان آگاهی‌های تاریخی به دست آورد.

تذکره‌ای که می‌خوانید، گرچه به طور عمده مربوط به محیط هندوستان است، اما به هر حال در حوزهٔ ادب فارسی نوشته شده و مهم آن است که آنچه در آن آمده، حاصل تجربه‌های شخصی مؤلف است. محور این دیدارها، شرح حال و تذکرهٔ شعراست، شرح دیدارهای آنها،

نکات ادبی، اشعار زبده، و حکایت‌هایی از ملاقاتها و دیـدارهایی کـه میـان شـعرا بـا شـعرا و پادشاهان و امیران صورت گرفته و هر کدام حاوی مطلبی و نکتـه‌ای بـدیع اسـت. ایـن قبیـل مجموعه‌ها، جدای از فواید تاریخی، نوعی تفریح علمی برای ادب دوستان است که با خواندن آن، با حوزه‌ای متنوع از شعر فارسی آشنا شده و با غوطه‌ور شدن در این قبیل متـون، گذشـت زمان را با نوعی عیش فکری مثبت طی می‌کنند. روزگاری که این همه داستانهای سـاختگی و رمان نبود، این متون، همان نقش را شاید بهتر از امروز ایفا می‌کرد.

دربارهٔ *کلمات‌الشعراء* و اهمیت آن در مقدّمهٔ کتاب سخن گفته شده و ارزش آن نیز بر شما دوستداران و محقّقان، با مطالعهٔ آن آشکار خواهد شد. در اینجا باید پرسـید، آیـا امـروزه هـم کسانی هستند که به تـألیف ایـن قبیـل متـون بپردازنـد و یادگـاری از شـاعران و فرهیختگـان ناشناخته برای آیندگان بگذارند؟ ای کاش باشند.از مصحّح ارجمند و همکاران مرکز پـژوهش کتابخانهٔ مجلس برای‌آماده سازی این کتاب سپاسگزارم.

رسول جعفریان

ریاست کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس

شورای اسلامی

فهرست مطالب

ث - ج

ح

خ

د - ذ

ر - ز

س

ش

ص - ض

ط - ظ

ع

غ

ف - ق

ک - گ

ل - م

ن

و

ه - ی

مقدّمهٔ مصحّح

یکی از ارزشمندترین تذکره‌های شعری در پایان سدهٔ ۱۱ و اوایل سدهٔ ۱۲ق *تذکرهٔ کلمات‌الشعراء* نوشتهٔ افضل‌الشعراء محمّد افضل‌سرخوش است. سرخوش، معاصر شاعر بزرگ سبک هندی، عبدالقادر بیدل دهلوی است. *کلمات‌الشعراء* تذکره‌ای است به زبان فارسی و شرح حال شاعران عهد جهانگیر تا عهد عالمگیر(اورنگ زیب) را شامل می‌شود. عهد عالمگیر اگرچه در هند، دورهٔ کسادی و قدرندادن به شعر و سخن بوده است، امّا دورهٔ ظهور شاعران بزرگ نیز هست و با فاصلهٔ تنها چهار سال بعد از ولادت سرخوش، شاعر بزرگ سرزمین هند، بیدل دهلوی، پا به عرصهٔ وجود می‌گذارد.[۱]

در این دوران اگرچه بازار شعر و شاعری و قدرشناسی از شاعران کسادی یافته بود، امّا بازار تذکره نویسی شعر فارسی، بیشترین رواج را داشت.

بیشتر شاعران این تذکره در هند تولّد یافته، یا در آن سکنی داشتند، اگر چه برخی شعرا نیز بودند که در ایران زندگی می‌کردند و هرگز به هند نیامده بودند، ولی به سبب اشتهار و تأثیرشان در شعر آن روزگار، یا ارتباط دوستانه بین مصنّف و آنان، نامشان در این دفتر نیز به ثبت رسیده است.

این تذکره، بیشتر، محصول دیدارهای شخصی مصنّف است، اگرچه در تهیهٔ این

---

۱. بیدل، متولّد ۱۰۵۴ق است و سرخوش متولد ۱۰۵۰ق و این را از ماده تاریخ تولّد هر دو شاعر، که اوّلی «فیض قدس» و دومی «افضل اهل زمانه» است، می‌توان دریافت.

دفتر، سرخوش، نگاهی هم به‌بیاض میرمعزّ موسوی‌خان موسوم به *گلشن فطرت*، بیاض محمّدعلی ماهر، و بیاض محمّدزمان راسخ داشته است.

مطابق اظهار نظر بسیاری از تذکره‌نویسان روزگار سرخوش، وی در زمـان خـود از شاعران معروف و مورد اعتماد بوده و با بیشتر شاعران روزگار خـود مـراودهٔ دوسـتانه داشته و در حلقه‌های ادبی آن روزگار، که به فراوانی در شاهجهان آباد (دهلی) تـشکیل می‌شده، حضور داشته و جزو گردانندگان و منتقدان آن حلقه‌ها نیز بوده اسـت. مطـابق معلومات این تذکره و تذکره‌های دیگر، سرخوش، شاعری حاضرجواب و نکته‌یاب نیز بوده و از حافظه‌ای قوی برخوردار بوده و توان نقد هر شاعر و شـعری را داشـته و بـا شاعران بسیاری نیز دیدار کرده و خاطرات تلخ و شیرین این دیدارها را در تذکرهٔ خود آورده است. برخی از این دیدارها و گـزارش‌هـا جنبـهٔ تـاریخی دارد. مـثلاً در جـایی، اشارتی دارد به شـاه عـالمگیر کـه شـاعری در حـضورش شـعر خوانـده و سـرخوش می‌گوید: «بادشاه عالمگیر شعرفهم نیست. به طالع شما جهانگیر شاه نبود والّا می‌دید که کار به کجا می‌کشید...[۱]».

این عالمگیر، همان کسی است که برای به دست گرفتن قدرت، تمام برادرانش را از سر راه برداشت و داراشکوه (برادر بزرگ و ولیعهد پدر) را در اوج نـامردی و سـلطان مراد (دیگر برادر بزرگ خود) را که با وی سوگند قرآن خورده بود، به دسیسه تا دهلـی کشاند و در خیمه‌ای دستگیرش کرد و با پدر (شاه‌جهان) نیز جفاها کرد. شاعری چـون سرخوش باید یا پشتش به جایی گرم باشد، یا سری بسیار بی‌پروا داشته باشد که دربارهٔ پادشاهی چون اورنگ‌زیب، این گونه بی‌پـروا دم مـی‌زنـد. و از ایـن بـی‌پروایـی‌هـا در *کلمات‌الشعراء* کم نیست و همین‌ها خود بخشی از ویژگی سبکی این تذکره است.

کلمات‌الشعراء به شیوهٔ مرسوم روزگار خویش، با حمد خداوند آغاز و با نعت نبـی معطّر می‌شود. در ادامه، شاعر از تکرار مکرّراتی که پیشتر در تذکره‌هـای مرسـوم زمـان وی معمول بوده است، شکایت می‌کند و آن را ملال‌انگیز می‌شمرد و کار خود را کاری نو و بدیع می‌داند و با این الفاظ به شرح نیّت خود از نوشتن *کلمات‌الشعراء* می‌پردازد:

---

۱. ر. ک: ص ۱۱۳.

... پوشیده نماند عزیزانی که پیشتر به تألیف و ترکیب تذکرةالشعراء پرداخته‌اند، ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده تا به سخنوران عهد خویش رسانده‌اند. اکثر تواریخ و تذکره تا زمان عرش‌آشیانی اکبر بادشاه[1] غازی رقمی گشته. در هر تاریخی، احوال ایشان مسطور است و در هر تذکره ذکر اینها مرقوم. به‌خاطر فاتر گذشت که از روی یکدیگر، سواد برداشتن و نقل‌نویسی کردن لطفی ندارند... لهذا شمّه‌ای از احوال و اقوال سخن‌سنجان عصر نورالدّین جهانگیر بادشاه تا نازک‌خیالان عهد عالمگیرشاه، که پایهٔ معنی‌یابی را به‌معراج کمال رسانده‌اند، و فقیر سرخوش، فیض صحبت بعضی دریافته و با بعضی نسبت هم‌عصری داشته، و آنچه به گوش خورده، کم و بیش به موافق حروف تهجّی به قید قلم و ضبط رقم درآورده، به *کلمات‌الشعراء* [۱۰۹۳ق] موسوم گردانید و تاریخش نیز از همین نام برآورده. هرکه از نعمت الوان این خوان احسان، فایده بردارد، امید که این ریزه‌چین زلّهٔ کرم را به فاتحهٔ خیر، یاد آرد:

داخل اهل سخن نیست به پیش دانا   آن که نامش نبود در *کلمات‌الشعرا*[2]

البته واضح است که در این بیت آخر، چه اندازه اغراق گنجانده شده است و این از خصوصیّات سبکی مصنّف است که در مراودات و شعری‌اش نیز همه‌جا خود را و جنس سخن خود را بالا می‌برد و گاه خود را با بیدل مقایسه می‌کند و حتّی در جاهایی، خود را در منزلتی بالاتر از وی می‌بیند که البتّه جامعه ادبی و حافظهٔ تاریخی مردم، کمتر دچار چنین اغراق‌هایی می‌شود و از کنار آن با تبسّمی می‌گذرد. مقام و مرتبهٔ ادبی بیدل چنان است که او را شاعر و اندیشمند قرن لقب می‌دهند و اندازهٔ مصنّف این تذکره نیز معلوم است و همین‌که ما مجبوریم دربارهٔ شاعری‌اش توضیح بنویسیم، خود دلیل آن است که مقام و مرتبه‌ای به مراتب پایین‌تر از بیدل داشته است. اگر چه از انصاف نیز نباید دور شد و شاعرانگی و ذوق ادبی و بخصوص هجوها و گاه طنزها و ماده تاریخ‌هایش را نباید نادیده گرفت.

---

۱. اکبر، سوّمین پادشاه بابری هند بعد از بابر و همایون است و بعد از وی نیز پادشاهی به جهانگیر و شاه‌جهان می‌رسد و آن‌گاه در جنگ فرزندان شاه‌جهان، اورنگ زیب به قدرت می‌رسد و روزگار شاعری و پختگی مصنّف بیشتر با دوران شاه‌جهان و اورنگ زیب و فرزندش همزمان بوده است.

۲. ر. ک: صص ۳۰-۳۱.

سبک نگارش این تذکره، ساده و عوام‌فهم و البّته همراه با فصاحت و روانی است. گاه صراحت لهجه نیز متن را خواندنی‌تر و خاص‌تر می‌کند. لفّاظی و آرایه‌های زبانی و بلاغی و به رخ کشیدن صنایع ادبی در نثر، که روزگاری جزو افتخارات سبکی به حساب می‌آمد، در *کلمات‌الشعراء* چندان راه ندارد و این خود از نکات قابل اعتنا در جذب مخاطب است که نویسنده به خوبی از عهدهٔ آن برآمده است.

کلمات‌الشعراء بعد از بیان سبب تألیف، با نام میرالهی همدانی آغاز می‌شود، و در سبب الوّیت نام این شاعر، سرخوش چنین می‌گوید: «چون به نام الهی تخلّص کرده، تعظیماً ابتدا از وی نموده شد.»[۱]

در *کلمات‌الشعراء* احوال شخصی مصنّف فراوان آمده است[۲]، مگر احوال زمانهٔ کودکی و دوران تحصیل وی که از آن سخنی به میان نیامده است، اگرچه به سرودن نخستین شعرش در نوجوانی اشاره دارد و این که در مکتبخانه تحصیل می‌کرده است. سرخوش، احوال شاعران *کلمات‌الشعراء* را به حروف الفبا به رشتهٔ نگارش درآورده و دربارهٔ خود نیز در ردیف «س» به اختصار نوشته است، امّا این اندک توضیحات دربارهٔ خود را در جای‌جای دفتر *کلمات‌الشعراء* جبران کرده و در ذکر بسیاری از معاصران و دوستانش نیز خود را شریک و سهیم کرده و جابه‌جا کلام خود و افتخارات خود را به رخ کشیده است.

علاوه بر شاعران، در این تذکره، قصّه‌های امرا و عرفا نیز با روایتی دلنشین وجود دارد، حکایاتی که برخی از آنها در کمتر کتاب تاریخی و تذکره‌ای دیگر به‌چشم می‌خورد.

سرخوش، راجع به خود در تذکره‌اش چنین آورده است:

> خادم درویشان، بل خاکِ پای ایشان، محمّد افضل سرخوش، از خانه‌زادان شاه عالمگیر است. یک چند در عالم جوانی در پی دولت دنیا و تلاش منصب و جاه و جاگیر،

---

۱. ر. ک: ص ۳۳.

۲. دربارهٔ سرخوش، ر.ک: *تذکره‌نویسی فارسی در هند و پاکستان*، صص ۲۱۰–۲۲. *تاریخ تذکره‌های فارسی*، ج۲، صص۳۶–۴۱. *دانشنامهٔ ادب فارسی*، ج۴، ص۱۳۷۱. مقدمهٔ نسخه‌های چاپی *کلمات‌الشعراء* (چاپ لاهور و مدراس) و منابعی که در آثار *الشعراء*، ص۲۰۳ معرّفی شده است.

سرگردانی بسیار کشید. آخر به توفیق‌الله در شاهجهان‌آباد، گوشهٔ عزلت اختیار نموده، خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست.

من کلام مصنّفه

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا — دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق، نعم‌البدل — کرد گر گردون دون، محروم از دولت مرا

بعداً می‌نویسد:

به‌کرم الهی، اکثر عزیزان کامل را که در این عصر بودند دریافت، و با جمیع خوش‌خیالان، که درین زمان، کوس سخنوری می‌نواختند، صحبت‌ها داشت و استفاده‌ها نمود، امّا اعتماد هیچ کمالی برخود ندارد. مگر گاهی به‌خاطر فاتر می‌گذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته‌ام، هرآینه بی‌نصیب نخواهم بود و جمال هم‌نشینان اثری کرده باشد. چنانچه میرزا صائب فرماید:

اگرچه نیک نی‌ام، خاک پای نیکانم — عجب که تشنه بمانم، سفال ریحانم[۱]

تاریخ ولادت سرخوش نیز در ضمن حکایتی که خود در *کلمات‌الشعراء* آورده، معلوم می‌شود. سرخوش که خود از دوستان نزدیک میرمعزّموسوی، متخلّص به «فطرت» و «موسوی» - درگذشتهٔ ۱۱۰۱ق- بود، در بارهٔ وی چنین نقل کرده است:

روزی، گفت که: «افضل اهل زمانه» تاریخ تولّد من یافته‌اند، موافق سنهٔ هزار و پنجاه. فقیر گفت: تولّد من هم در این سال است و نام من افضل. این به من عنایت فرمایند و برای خود، فکر دیگر کنند. خنده کرد و گفت: مبارک است، از شما باشد.[۲]

سرخوش در تذکرهٔ خود دربارهٔ والدینش سخنی به میان نیاورده است، امّا راجع به پدر زنش «محمّدهاشم»[۳] مطلبی آورده، از این رو که وی نیز شاعر و خوش‌نویس بوده است.

سرخوش در *کلمات‌الشعراء* تنها از یک پسر خود آگاهی می‌دهد که تاریخ تولّدش

---

۱. ر. ک: صص ۱۰۲-۱۰۳. ۲. ر. ک: ص ۱۶۶. ۳. ر. ک: ص ۲۰۲.

را «کمالِ محمّد افضل» بیان کرده است که به حـروف ابجـد، سـال ولادتـش برابـر بـا ۱۰۹۴ق است. و اسم او شاید محمّد کمال باشد. خان آرزو هم از سرخوش، پسری را نام می‌برد که اسم او «فضل‌الله» است و می‌نویسد:

بعد از او شعر می‌گفت و «هنر» تخلّص می‌نمود و در عین شـباب، جهـان‌گـذران را وداع نمود.[1]

مصنّف گل رعنا تخلّـص «فـضل‌الله» را «خوشـتر» برمـی‌گزینـد و او را پـسر میانـهٔ سرخوش می‌داند.[2]

برخی از حکایت‌های *کلمات‌الشعراء* ذکر خیر و بزرگی‌های خود مصنّف اسـت کـه گاه با شکسته نفسی‌هایی توأم می‌شود، امّا این شکسته نفسی‌ها در برابر آن بزرگی‌هـا و خود بزرگ‌بینی‌ها چندان نمودی ندارد. و این از ضعف‌های *کلمات الشعراء* است.

به روایت سرخوش در *کلمات‌الشعراء* می‌توان وی را شاگرد میرزا محمـدعلی‌مـاهر دانست. در ذکر ماهر چنین آورده است: «همیشه شعر به خـدمتش گذرانیـده و اصـلاح می‌گرفتم.»[3]

وفات سرخوش بعد از عمری ۷۷ ساله در سال ۱۱۲۷ق اتّفاق افتـاد. اگرچـه برخـی تذکره‌نویسان، از جمله سرخوش، سنّ مرگ او را یک سال کمتـر مـی‌نویـسد و معتقـد است که سرخوش در هفتاد و شش سالگی و در عهد پادشاه محمّدفرّخ سـیر در سـال ۱۱۲۶ق در دهلی درگذشت و متّصل قدم رسول مدفون شده.[4] لاله سـکهراج «سـبقت»، تخلّص «آه افضل دهر» یا «افضل دهور» و حکـیم چندنـدرت از شـاگردان وی، قطعـهٔ تاریخ فوتش را «از جهان رفت آه عارف پاک» گفتـه اسـت.[5] در آخـر عمـر، بـه سـبب کم‌بینایی، خواندن و نوشتن را کنار گذاشته و خانه‌نشین شده بود. خـان آرزو، در عهـد آغاز سلطنت فرّخ‌سیر، یعنی دو سه سال قبل از درگذشتِ سرخوش، او را ملاقات کرده بود و از این ملاقات، چنین یاد می‌کند:

سرخوش از شعرای قراردادهٔ هندوستان است. نسخهٔ *کلمات‌الشعراء* ... تصنیف نمود. خیلی

۱. *مجمع النفایس*، ج ۲، ص ۶۷۶. ۲. *گل رعنا* ← *تذکره‌نویسی فارسی در هند و پاکستان*، ص۲۱۳.
۳. ر.ک: ص ۱۷۲. ۴. *سفینهٔ خوشگو*، دفتر ثالث، ص ۷۵. ۵. *همان*، دفتر ثالث، ص۷۶.

معنی‌یاب و انصاف‌گزین بود. فقیر آرزو اوائل سلطنت محمّد فـرخ‌سـیر بادشـاه شـهید در خدمت او رسید و چون از حلیهٔ بصارت در آن وقت، مردم چشمش عاری شده بود، دیوان خود را به فضل‌الله نام پسر خود، که بعد از او شعر می‌گفت و «هنر» تخلّص می‌نمود و در عین شباب، جهان‌گذران را وداع نمود، داد که پیش فقیر بخواند. فقیر گفتم: میرزا صاحب، نورچشم این معنی دارد. باری بعد از فراغ خواندن، به‌این عاجز، تکلیف شعر فرمـود. مـن چون نوجوان بودم، از راهِ ادب، عذر همراه نداشتن سفینه آوردم. آن مرد بزرگ بجد شـد، ناچار این بیت خواندم:

افتادگی‌سـت مایـهٔ نـشو و نمـای مـن　　　نخلم چو گردباد ز خاک آب می‌خورد

و این رباعی در نعت:

امّـی لقبـی کـه هـست دارای سـخن　　　از عجز، کلیم شـد بـه‌وصـفش الکـن

از بس که جهان کرد ازو کسب علـوم　　　گردیـد سـواد سـایه‌اش هـم روشـن

به مجرّد شنیدن، سر مرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسه داد و فرمود که: تـا حـال، فکـر هیچ نوجوانی به این پایه ندیده‌ام. به هرحال، خدایش بیـامرزاد. انـصافی کـه در مـزاج آن عزیز بزرگ دیده شد، کم به‌نظر آمده. در طبع میرزا بیدل، خود عشر عشیر آن نبود. شعرش به ایران رسیده و نصرآبادی داخل تذکره نموده.[1] هرچند شاگرد محمّدعلی ماهر است، امّا استفادهٔ تمام در خدمت میرمعزّ فطرت المخاطب بموسوی خان نموده و کفی به شـرفاً بـا میرزا عبدالقادر بیدل، معاصر و هم‌طرح بود. رباعیات او خیلی معـانی تـازه دارد و بـسیار عارفانه گفته. سال سیوم یا چهارم محمّد فرخ سیر بادشاه از جهان رفته...[2]

معروف‌ترین اثر سرخوش همین *تذکرهٔ کلمات‌الشعراء* اوسـت کـه در سـال ۱۰۹۳ق نوشته شده بود، ولی بعد از این تاریخ نیز مصنّف بارها و بارها آن را از نظر گذرانده و تا سال‌های پایان عمر، حتّی در آن دخل و تصرّف‌هایی داشته است. به عنـوان مثـال در برخی نسخه‌ها نیز ذکر درگذشت ناصرعلی سرهندی که در سال ۱۱۰۸ق واقـع شـده و نیز تاریخ تولّد برادرزادهٔ مصنّف که اسم او اسدالله بوده است و تاریخ تولّد او به حساب ابجد «شیر خدا» بوده که با ۱۱۱۵ق برابر است. از این رو می‌توان دریافت که این تذکره تا ۱۱۱۵ق یا حتّی بعد از آن نیز مرتّباً مورد بازنگری مؤلّف قرار می‌گرفته است.

---

۱. *تذکرهٔ نصرآبادی*، ج ۱، ص ۶۵۴.

۲. *مجمع‌النفایس*، ج ۲، صص ۶۷۶-۶۷۷.

از دیگر تألیفات وی می‌توان به دیوان فارسی او اشاره کرد که طبق سنّت رایج به حروف الفبا و بر اساس ردیف مرتّب شده بود، که بهترین نسخهٔ خطّی آن در کتابخانهٔ دولتی نسخ خطّی شرقی حکومت مدراس موجود است.

خود سرخوش دربارهٔ دیگر آثارش چنین آورده است:

فقیر، خلاصهٔ مطلب کتاب *منطق‌الطیر* عطّار را در رباعیها بسته و سوای آن چندین مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی‌ها بسته، و در رسالهٔ *روائح* که در تتبّع *لوائح* مولوی جامی نوشته، بتفصیل مرقوم است...[۱]

علاوه بر این، تدوین *دیوان میرناصرعلی سرهندی* و فطرت مشهدی هم به سعی و کوشش سرخوش انجام گرفته است.[۲]

بندرابن‌داس‌خوشگو در تذکرهٔ خود آورده است که *کلّیات سرخوش* تقریباً مشتمل بر چهل و پنج هزار بیت است و تصنیفات دیگری به شرح زیر را نام می‌برد:

مثنوی *نور علی نور* در پیروی *مثنوی* مولانا روم نوشته، که مطلع آن این است:

شیشه از قلقل حکایت می‌کند   غمزهٔ ساقی روایت می‌کند

مثنوی *حسن و عشق* مشتمل بر قصهٔ سسی پُنون. *ساقی‌نامه*. *مثنوی قضا و قدر*. *مثنوی* در بعضی خصوصیات هندوستان. *جنگ‌نامهٔ* محمّداعظم‌شاه از آثار منظوم اوست.

و در نثر هم کتاب‌های *جوش و خروش* و *کلمات‌الشعراء*، را می‌توان نام بُرد[۳].

علاوه بر اینها در کتاب *کلمات‌الشعراء* از دو تصنیف دیگر هم ذکر به میان آمده است: یکی *مثنوی در تعریف خسخانه* و دیگری رسالهٔ *روائح* که در تتّبع *لوایح* جامی نوشته است[۴].

مصنّف *گل رعنا* می‌نویسد که سرخوش دو دیوان نوشته: یکی از شعر قدیم و یکی شعر جدید که در آن قصاید و غزلیّات و رباعیّات و نظم‌های متفرّق نوشته‌بود، ولی تصنیفات این به‌سبب بی‌احتیاطی پسران سرخوش، تلف شده‌اند.[۵]

---

۱. ر. ک: ص ۵۲.
۲. ر. ک: ص ۱۴۵.
۳. *سفینهٔ خوشگو*، دفتر ثالث، ص ۷۶.
۴. ر. ک: ص ۵۲.
۵. ر. ک: *تذکره‌نویسی فارسی در هند و پاکستان*، ص۲۱۲.

جای شگفتی است که از همهٔ کتاب‌های مذکور تنها *تذکرهٔ کلمات‌الشعراء* باقی مانده که نام سرخوش را زنده نگه داشته است و از دیگر کتاب‌ها اطلّاع چندانی در دست نیست.

سرخوش، شاگردانی نیز تربیت کرده است که به روایت تذکره‌اش این شاگردان کسانی هستند که از وی اصلاح می‌گرفتند. از شاگردان وی می‌توان به حافظ محمّدجمال‌تلاش[۱]، شیخ سعدالله گلشن[۲]، عبدالرحیم کمگوی کشمیری[۳] و محمّدیوسف قدیم[۴] اشاره کرد که در این میان، شهرت سعدالله گلشن آن هم به دلیل نوشتن *تذکرهٔ گلشن* از دیگران بیشتر است.

سرخوش، شاگردانی نیز پرورده است که هندو مذهب بودند و این نشان از وسعت دید و آزادمنشی شاعر دارد. بیغم بیراگی[۵]، حکیم چندندرت[۶] و بندرابن داس خوشگو مصنّف *سفینهٔ خوشگو* از آن جمله‌اند. بندرابن‌داس می‌نویسد که از چهارده سالگی شاگرد او[سرخوش] شدم[۷]. تخلّص «خوشگو» را هم سرخوش مقرّر کرد. البته نقل دیگری هم هست که این تخلّص را بیدل به خوشگو داده است.

سرخوش، مسلمانی سنّی با مشرب صوفیانه بود. بیدل نیز شاعری سنی با دلی سرشار از محبّت اهل بیت بود. اتّفاقا این محبّت در شاعران دیگر از جمله در سرخوش نیز بود و آن طور که خود نقل می‌کند بیست و دو رباعی نعت و مناقب در شأن چهاریار و ائمهٔ معصومین گفته، همه صاحب سخنان زبان‌آفرین و تحسین گشودند و همچنین در مرثیهٔ امام حسین ـ علیه‌السلام ـ دوازده رباعی گفته[۸].

البته نباید از نظر دور داشت که برخی از این شعرها و رباعی‌ها در پاسخ شعرهای بیدل و طبع‌آزمایی شاعران و به رخ کشیدن قدرت ادبی خود در مجامع و جلسات ادبی حاصل شده است. بخصوص این دربارهٔ بیدل و سرخوش صدق می‌کند. اگرچه بیدل، مستغنی از این هماوردی بوده است، امّا سرخوش تلاش می‌کرده تا در جواب برخی

---

۱. ر. ک: ص ۵۷.
۲. ر. ک: ص ۱۶۱.
۳. ر. ک: ص ۱۶۲.
۴. ر. ک: ص ۱۵۷.
۵. ر. ک: ص ۵۴.
۶. *سفینهٔ خوشگو*، دفتر ثالث، ص ۷۶.
۷. همان، دفتر ثالث، ص ۷۴.
۸. ر. ک: صص ۵۲، ۱۷۷.

رباعی‌های بیدل، قدرت کلام خود را به رخ بکشاند و در جاهـایی حتّـی اعتـراف نیـز می‌کند که رباعی او برتر از بیدل است و دلیل نیز می‌آورد که: «انصاف به دست عزیزان است». امّا اگر ما شاعران و منتقدان روزگار پس از بیدل نیز در شمار داوران و عزیـزان باشیم، هرآینه در این داوری، بیـدل را ـ بـرخلاف نظرخـان آرزو ـ برتـر از سـرخوش می‌دانیم.

این شیوهٔ مقابله و داوری‌های یک طرفهٔ توأم با ادّعای شاعرانه را سرخوش در برابر بیدل و میرناصر علی سرهندی هم دارد و جالب آن که هم بیدل و هم ناصرعلی، چندان توجّهی به این رجزخوانی‌ها ندارند.

به عنوان مثال، بیدل، حکایتی را در *مثنوی محیط اعظم* خود می‌آورد و سرخوش آن را در یک رباعی خلاصه می‌کند و در محافـل و انجمـن و حتّـی در تـذکره‌اش یـادآور می‌شود که من قادر به آن بودم که ابیات فراوان بیدل را در یک رباعی خلاصه کنم.[۲]

سرخوش اگرچه در بخشی از روزگار خود، به گوشه‌گیری و عرفـان گـرایش پیـدا می‌کند، امّا در روزگاری نیز در طلب صله از دربار پادشاهان و صاحب منـصبان ریـز و درشت، بخت خود را نیز امتحان می‌کند و شعرش اگرچه بی‌تأثیر و قـوّتی نیـست، امّـا بختش در گرفتن صله چندان بلند نیست.

کلمات‌الشعراء سرخوش بیش از آن که به بزرگ کردن این و آن و به قول معـروف نان قرض دادن دچار شود، از صراحت لهجه و بی‌پروایی بهره برده است و این خود از نکات مثبت این تذکره است که شاعر در بیان حقیقـت بـی‌پرواسـت. او از حـق‌گـویی نمی‌ترسد. عیب‌های شاعران را در تذکرهٔ خود بیان می‌کند.

تصوّر کنید اگر نویسنده‌ای در این روزگار در متنی در وصف شاعری چنین بنویسد:

> بر طبع استادی خود مغرور بود، از غایـت برخـود غلطـی، اکثـر اشـعار پـوچ و بـی‌معنـی می‌گفت و از مردم، چشم تحسین می‌داشت.[۳]

آن شاعر تا چه حد با نویسنده دشمنی خواهد کرد و شاید که کار را به محکمه نیـز می‌کشاند.

---

۱. ر.ک: ص ۵۱.

۲. ر.ک: ص ۱۲۲.

این سخنان را سرخوش دربارهٔ شاعری به نام «حکیم کاظم» متخلّص بـه «صـاحب» نیز نوشته[۱] و این جا این سؤال پیش می‌آید که اگر شاعر مورد نقد تا این حد بی‌بهره از شعر است، چه نیازی به آوردن نام چنین شاعری در تذکره است؟ جـز آن کـه بـه ایـن نتیجه برسیم که شاعر مورد نظر با سرمایهٔ اندک شاعری، کوس بزرگی مـی‌زده و یـا در جایی مثلاً با نویسندهٔ این تذکره، خرده حسابی شخصی داشته و یا سرخوش بـا خـرج کردن از آبروی دیگران، خواسته برای خود صراحت لهجه و پایگاه نقد دست و پا کنـد تا دیگر شاعران از او حساب ببرند.

امّا شاعران مورد نظر، همیشه نیز شاعران گمنام و نویـسندگان کوچـک و خـرده‌پـا نیـستند، بـه عنـوان مثـال او بـا شـاعران و نویـسندگان مطـرح روزگـار خـود، امثـال ملاّعبدالحمید لاهوری، و عنایت‌خان آشـنا، بیـنش کـشمیری و حتّـی بیـدل دهلـوی و صائب تبریزی نیز با نگاه منتقدانه برخورد می‌کند. به عنوان مثال دربارهٔ عنایت‌خان آشنا می‌نویسد:

> احوال سی‌سالهٔ پادشاهی شاهجهان را از ملّاحمید و غیره فصیح‌تر نوشته. امّا به اعتقاد فقیر از «خیرالکلام ما قلّ و دلّ» این هم بهره نداشت.[۲]

دربارهٔ شاعری به نام «بینش» که از حیث شاعری، شاعری است در حدّ و اندازه‌های خود سرخوش، نیز چنین اظهار عقیده می‌کند: «تمام دیوانش را سیر کردم، غیر ازین دو بیت تلاشی تازه به‌نظر درنیامده»[۳].

امّا دربارهٔ بیدل چاره‌ای ندارد که جز تعریف و توصیف چیزی بگوید، امّا سرخوش، بیدل را هم بی‌نصیب نمی‌گـذارد و بعـد از چنـد توصـیف و تعریـف، زبـان بـه تنقیـد می‌گشاید و از عدم حُسن خُلق بیدل می‌گوید که چندان نظر صائب و درستی نیست.

علاوه بر این، سرخوش، طوری حرف می‌زند و گمان می‌کند که انگار وارد شدن نام شاعران در تذکره‌اش موجب جاودانگی نام آنهاست. وگرنه در مقدمهٔ کتابش چنـین بـا جسارت، این بیت را نمی‌نوشت:

---

۱. ر.ک: ص ۱۲۲.　　۲. ر.ک: ص ۳۶.　　۳. ر.ک: ص ۴۳.

داخل اهل سخن نیست به پیش دانـا　　　آن که نامش نبود در *کلمـات‌الـشعرا*[۱]

در بیشتر حکایت‌های *کلمات‌الشعراء* شخص سرخوش حضور دارد و تاحدّ زیـادی نیز قهرمان داستان‌ها و حکایت‌های او خود اوست.

به عنوان مثال دربارهٔ شاعری به‌نام قاسم‌خان دیوانه می‌نویسد:

> یک دو مرتبه او را در قهوه‌خانه دیدم. بسیار برخود مغـرور بـود. ابتـذال شـعر هـر کـس برمی‌آورد... فقیر، چند شعر خود برخواند. گفتم: ابتذال برآر! درماند و تحسینها کرد ... [۲]

یکی از مهارت‌های سرخوش، گفتن ماده تاریخ‌هایی است کـه برخـی از آنهـا را در پایان تذکره‌اش آورده است. در این مورد نیز سرخوش، خود را فراموش نکرده و مـاده تاریخ خانهٔ سابق و لاحق خود به همراه ماده تاریخ ساخت مسجدش را به رخ می‌کشد و اینها یعنی که شاعر ما از حیث مکنت و مال دنیا نیز بهره‌هایی داشته و بعد از داشـتن دو حویلی(حیاط)، به فکر ساختن مسجدی هم افتاده و امیدوار بوده کـه خانـهٔ آخرتـی هم برای خود بنیاد کرده باشد.[۳]

و این هم بیتی از سرخوش که انگار در وصف ما و روزگار ما گفته است:

بران گروه بباید گریست کـز پـس مـا　　　حکایـــت کـــرم روزگـــار مـــا گوینـــد[۴]

امّا دربارهٔ نسخهٔ اساس باید گفت که آن را به طور اتّفاقی در کتابخانهٔ خدابخش پتنا دیدم. راستش بر طبق اطّلاعات فهرست نسخه‌های خطّـی هنـد، تـصوّر مـی‌کـردم کـه قدیم‌ترین و معتبرترین نسخهٔ *کلمات‌الشعراء* نسخهٔ کتابخانه مدراس باشد، کـه در سـال ۱۱۵۳ق کتابت شده است. در سال ۱۳۸۷ در ضمن سفری دو روزه که بـرای ایـراد یـک سخنرانی به کتابخانهٔ خدابخش پتنا رفته بودم، ضمن بازدید از گنجینهٔ نسخ خطّی آنجا، بخصوص نسخ خطّی آثار بیدل، از کتابدار آنجا خواستم تا اگر نسخه‌ای از *کلمـات‌الـشعراء* هم موجود باشد، به من نشان دهد. به طور اتّفاقی، نسخهٔ بسیار قدیمی و موثّق و نایاب را دیدم که به گمانم باید یکی از قدیمی‌ترین و معتبرترین نسخ *کلمات‌الشعراء* در زمان حیات مصنّف بوده باشد.

دو نسخهٔ خطی دیگر، یکی متعلّق به کتابخانهٔ آصفیهٔ حیدرآباد دکن است که تصویر

۱. ر.ک: ص ۳۱.　　۲. ر. ک: ص ۸۵.　　۳. ر.ک: ص ۲۱۰.　　۴. ر. ک: ص ۶۲.

آن را استاد ارجمند جناب آقای دکتر مهدی خواجه‌پیری در اختیارم گذاشت. و دیگری نسخهٔ خطّی متعلّق به کتابخانهٔ مرکز تحقیقات فارسی رایزنی فرهنگی در دهلی‌نو است. البته امروزه نسخ خطی *کلمات‌الشعراء* در هند و شبه قاره کم نیست.[1] چند نسخهٔ سنگی و سربی نیز توسّط برخی محقّقان به چاپ رسیده که ارزش و اعتبارشان و فضل تقدّم‌شان را در عرصهٔ تحقیق ارج می‌نهم. امّا به گمانم در این نسخه‌ها به نکاتی تازه می‌توان رسید.

در تصحیح این متن، از راهنمایی‌های دوست ارجمند و محقق فاضل، جناب آقای بهروز ایمانی، نیز بسیار بهره بردم که با حوصله و دقّت زایدالوصفی، مرا در رسیدن به یک کار پژوهشی قابل قبول و معتبر، بسیار راهنمایی کردند. اجرشان مأجور و سعی‌شان مشکور باد.

نسخه‌های خطّی و چاپی مورد استفاده:

۱. نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ خدابخش (پتنه – هند) شمارهٔ HI-3364 : این نسخه به خط نستعلیق دُرشت در ۸۵ برگ کتابت و در سال ۱۱۲۰ق (در زمان حیات خود سرخوش) توسّط میرزا فتح‌اللّه اصفهانی مقابله شده و افزوده‌هایی در حواشی دارد. با توجّه به قدمت و دقّت ضبط، این دستنویس، اساس تصحیح حاضر قرار گرفته و با نشان اختصاری «س» معرّفی شده است.

۲. نسخهٔ خطّی کتابخانه مرکز تحقیقات فارسی دهلی‌نو، شمارهٔ ۲۳۵: نسخه‌ای است که در سال ۱۲۷۶ق کتابت شده است. نشان اختصاری آن در پانوشتها «د» می‌باشد.

۳. نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ آصفیهٔ حیدرآباد دکن (هند)، شمارهٔ ۹۷: نسخه‌ای است کتابت شده به خطّ نستعلیق در سدهٔ ۱۳ق (با تاریخ کتابت نامفهوم؟) و در پاورقیها با نشان اختصاری «ص» مشخّص شده است.

۴. نسخهٔ چاپی لاهور در سال ۱۹۴۲م، به کوشش صادق‌علی دلاوری. در این تصحیح، پنج نسخهٔ خطّی محفوظ از *کلمات‌الشعراء* در کتابخانهٔ دانشگاه پنجاب (لاهور) مورد استفاده قرار گرفته، که دستنویس‌های تاریخدار آن مربوط به سالهای ۱۲۵۴ق و ۱۲۶۱ق است. برای این نسخه، نشان اختصاری «ل» را در نظر گرفته‌ایم.

---

۱. ر.ک: *تذکره‌نویسی فارسی در هند و پاکستان*، صص۲۱۹–۲۲۰.

۵. نسخهٔ چاپی مدراس (دانشگاه مدراس) در سال ۱۹۵۱م، بـه اهتمـام محمدحسین محوی لکهنوی. کهن‌ترین نسخهٔ خطّی مورد استفادهٔ محوی در تصحیح *کلمات‌الشعراء* دستنویس محفوظ در کتابخانهٔ دستنویس‌های شرقی دولتـی مـدراس (هنـد) بـا تـاریخ کتابت ۱۱۵۳ق است. این نسخه در پاورقیها با علامت «م» معیّن شده است.

شیوهٔ تصحیح

چنانکه خود سرخوش در خاتمهٔ *کلمات‌الشعراء* نوشته، از این تذکره، چهـار - پـنج مسوّده نگاشته و مرتّب کرده بوده و این مسوّده‌ها دست‌بدست گشته و در اکثر عباراتش تغییر و تبدیل واقع شده و اشعار بعضی دیگر از شعرا در آن راه یافته بوده، و به همـین دلیل است که در دست‌نوشته‌های موجود از *کلمات‌الشعراء* کاستی‌ها و افزونی‌هایی گاه در متن نسخه‌ها و گاه در حواشی آنها می‌توان دید. معلوم نیست آیا ایـن افـزوده‌هـا از خود سرخوش است یا از دیگران؟ به هرحال، باید در تصحیح *کلمات‌الشعراء* بـه ایـن افزوده‌ها توجّه نمود و آنها را از قلم نینداخت، و مصحّح نیز چنین کرده است.

از میان نسخه‌های مورد استفاده، دستنویس کتابخانهٔ خدابخش را که در زمان حیات خود سرخوش مورد مقابله قـرار گرفتـه، بـه لحـاظ قـدمت و صـحّت ضـبط و کمـال نسبی‌اش، به عنوان نسخهٔ اساس برگزیده‌ایم و بـا دو دسـتنویس محفـوظ در کتابخانـهٔ آصفیهٔ حیدرآباد دکن و در بسیاری از موارد با دو نسخهٔ چاپی پیشگفته سنجیده‌ایم و با توجّه به نسخه‌های موجود، در تکمیل *کلمات‌الشعراء* کوشیده‌ایم. گاه در نسخهٔ اسـاس، به مطالبی برمی‌خوریم که در هیچ یک از نسخه‌های خطّی و چاپی مورد اسـتفاده ثبـت نشده‌اند، و گاه در نسخه‌ها چاپی و یا نسخه بدلهای آنها مطالبی افزوده بر نسخهٔ اساس می‌توان یافت و همهٔ اینها ناشی از بازنوشتِ مکرّر *کلمات‌الشعراء* توسّط خود مؤلّـف و یا تصرّف دیگران در آن است.

در پایـان، بـر خـود فـرض مـی‌دانـم تـا از دانـشمند محتـرم، جنـاب آقـای دکتـر رسول جعفریان که با چاپ و نشر این تذکره توسّط کتابخانهٔ مجلس شـورای اسـلامی موافقت نمودند، از صمیم دل، سپاسگزاری نمایم.

علیرضا قزوه

دهلی ـ تابستان ۱۳۸۹

کلمات الشعراء

نگاشتهٔ

محمد افضل سرخوش

(۱۰۵۰ - ۱۱۲۷ ق)

بسم الله الرّحمن الرّحیم

سخن جان است و[1] دیگر گفتگو جانا![2] ز من بشنو
اگر هر لحظه جان تازه‌ای خواهی،[3] سخن بشنو

بعد حمد سخن‌آفرینی که خلقت انسانی را به شرافتِ امتیازِ نطقْ اشرفِ مخلوقات ساخته، و نعت نبی امّی که نوک[4] قلم از عارْ شق[5] نکرده، به‌شق‌القمر پرداخته، فقیر سرخوش، واضح می‌گرداند که سخن قدیم است و لایزال، زیرا که کلام از جمله صفات سنیّهٔ[6] الهی است. چون ذات قدیم و لایزال است، صفاتش نیز می‌باید که قدیم و لایزال باشد.

غرض، تا بهار نطق در جوش[7] است، هر زبان به‌الفاظ رنگارنگ گل‌فروش. در جمیع افواه و السنه، مرتبهٔ کلام موزون از ناموزون، و نظم از نثر زیاده و افزون است.

آب بُوَد معنی روشن، غنی!   خوب اگر بسته شود، گوهر است

گواه صدق این دعوی،[8] مصرعهٔ[9] برجستهٔ «بسم‌الله الرحمن الرحیم» است که دیباچه‌طراز و عنوان‌آرای *قرآن* است. بیت بلند برجستهٔ ابروان را جای بالای چشم‌های خوبان و خوش‌نگاهان است. حکما گویند، که: در بدن آدمی عجایب بسیار است، امّا

---

۱. ص: ـ و.　۲. ص: جانان.　۳. ص: جانی تازه خواهی این. د: جان تازه می‌خواهی.
۴. ص: لولاک.　۵. د: عار عشق.　۶. ص: شمعه. د: سنة.　۷. ص: سرخوش است.
۸. ص: معنی.　۹. ص: مصرع.

دو چیز بغایت غریب و نادر است، که عقل در ادراک آن عاجز و قاصر است: اوّل: جستن نبض که بی‌نطق، خبر از اعتدال و اختلاف امزجه[۱] می‌دهد و اطبّا از آن بر سقم و صحّت ابدان مطّلع می‌گردند. دوم: شعر، یعنی کلام موزون که گرهی بر باد بیش نیست، چنانچه فصاحت و بلاغت و نزاکت ترکیب می‌یابد که موجب یادگار و باعث زندگی نام در روزگار می‌گردد و سخن‌سنجان به سبب[۲] آن از همدیگر ممتازاند و به‌تلمیذالرّحمانی معزّز[۳] و سرفراز، چنانچه ملّا ظهوری فرماید:

بیت

ز حیوان به‌نطق آدمی برتر است   پس آدم‌تر آن‌کو سخنورتر است

نسبت شعرای کرام به انبیا – علیهم‌السّلام – اقرب واقع[۴] است، زیرا که رجوع این هر دو طایفهٔ عالیه، همیشه[۵] به مبدأ فیّاض و عالم غیب است، چنانچه مولوی نظامی می‌فرمایند:

پیش و پسِ قلب صف کبریا   پس شعرا آمد و پیش انبیا

به‌یقین باید دانست که ذکر احوال و استماع[۶] اقوال این عالی‌فطرتان، خالی از فایدهٔ کلّی و منفعت تام نخواهد بود. پوشیده نماند عزیزانی[۷] که پیشتر به تألیف و ترکیب تذکرةالشعرا پرداخته‌اند، ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده تا به‌سخنوران عهد خویش رسانده‌اند. اکثر تواریخ و تذکره تا زمان عرش‌آشیانی اکبر بادشاه غازی،[۸] رقمی گشته. در هر تاریخی،[۹] احوال ایشان مسطور است و در هر تذکره ذکر هم[۱۰] اینها مرقوم. به‌خاطر فاتر گذشت که از روی نوشتهٔ یکدیگر، سواد برداشتن و نقل‌نویسی کردن لطفی ندارد.

بیت

مکرّر گرچه سحرآمیز باشد   طبیعت را ملال‌انگیز باشد

مناسب چنان می‌نماید که چون در این ایّام، رواج سخنان رنگین‌خیالان و

---

۱. س، د: او.
۲. ص، ل، م: نسبت.
۳. ص: مغرور.
۴. د: واقعیست.
۵. ص، د: ـ همیشه.
۶. ص: ـ استماع.
۷. د: عزیزی ... پرداخته... رسانیده.
۸. ص، د: ـ غازی.
۹. ص: تاریخ.
۱۰. ص: همه.

معنی‌تازه‌یابان بسیار است و اشعار جواهرعیار ایشان بیاضی و بر روی کار[1]، اگر به‌ترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نموده آید، پُر[2] بجاست، لهذا شمّه‌ای از احوال و اقوال سخن‌سنجانِ عصرِ نورالدین جهانگیر بادشاه تا نازک‌خیالان عهد عالمگیر شاه، که پایهٔ معنی‌یابی[3] را به‌معراج کمال رسانیده‌اند، و فقیر سرخوش، فیض صحبت بعضی دریافته و با بعضی نسبت هم‌عصری داشته، و آنچه به‌گوش خورده،[4] کم و بیش به موافق حروف تهجّی، به قید قلم و ضبط[5] رقم درآورده، به *کلمات‌الشعراء* موسوم گردانید[6] و تاریخش نیز از همین نام[7] برآورده. هر که از نعمت الوان این خوان احسان، فایده بردارد، امید که این ریزه‌چین زلّهٔ کرم را به‌فاتحهٔ خیر، یاد آرد:

داخل اهل سخن نیست به پیش دانا　　　هرکه نامش نبود در *کلمات‌الشعراء*

---

۱. ص: + آرد.　۲. د: ـ پُر.　۳. ص: معنی.
۴. ص: ـ و آنچه... خورده.　۵. د: حیطه.　۶. د: گردانیده.
۷. ص: ـ همین. د: تاریخ ۱۰۹۳ق را ذیل عبارت *کلمات الشعراء* با حروف قرمز نوشته است.

میرالهی

در عهد جهانگیربادشاه، از ولایت همدان به‌هندوستان آمد. شاعر نازک‌مزاج و خوش‌خیال بوده و دیوانی مشهور دارد. چون نام مبارک الهی تخلّص کرده، تعظیماً ابتدا از وی نموده شده. ازوست:

– مطلع خورشید می‌سازد رُخت کاشانه را / سوده می‌گردد زبان در وصف زلفت شانه را

– روی در هم می‌کشد از روی ما آیینه هم / چین پیشانی است گویا آیه‌ای[1] در شان ما

– دهر انتقام آن کشد اکنون ز من[2] که داشت / آسوده چند روز به پشت پدر مرا

– نیم جو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ‌چشم / خوشه‌سان در کیسه پنهان می‌کند هردانه را

– ز بس طراوت رویش نمی‌توان دانست / که شبنم است به‌گُل یا گره به پیشانی[3]

میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بوده، به هند نیامده. دیوانش مشهور است و اشعارش خالی از دقّت‌آفرینی نه[4]. ازوست[5]:

– کدام روز که سرمشق انتظارم نیست / کدام شب که سرِگریه در کنارم نیست؟

---

۱. س:آینه.
۲. ص: از من مرا.
۳. د: + است.
۴. ص: دیوانش مشهور و خالی از دقّت آفرینی نیست.
۵. د: وله.

– خاطرم زیر فلک از جوش دلتنگی گرفت دامـن ایـن خیمـهٔ کوتـاه را بـالا زنیـد
– گشتم غبار و از سـر کـویش نمـی‌روم دیگر چه خاک بر سر طاقت کنـد کـسی
– شکستی کز دل افتادگان خیزد، خطر دارد مبادا شیشه‌ای یارب ازین طاق بلند افتـد

ناصرعلی، این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود:
– نکنـد فـیض ادب، رنـج خموشـی ضـایع هـر سـؤالی کـه نکـردیم، جـوابی دارد
– شش جهت مشت غباری شد و پرواز گرفت برق جولان که در خرمن خـاک افتـاد اسـت

فقیر به‌جای «مشت غبار»، «مشت شرار» مناسب‌تر می‌داند، اگر قبول افتد.[۱]

میرزا ابراهیم ادهم

سیّد عالی‌نسب صفوی‌نژاد است. در زمان شاه‌جهان بادشاه به‌هند آمـده. دیوانـه‌مـشرب بود. جنون ساخته داشت. با همهٔ بزرگان به‌شوخی پیش می‌آمد. طبعش بـه طـرز ایهـام میل تمام داشت و از جملهٔ *مثنوی زلالی*، سه بیت انتخاب نموده. الحق، این سه بیـت[۲]، انتخابی است.

یکی در تعریف باغ و بهار گفته:[۳]
نزاکـت آنچنـانش نخـل بـستی کـه بـار رنـگ، شـاخ گـل شکـستی

دوم: در وصف[۴] اسب بادرفتار:[۵]
ز جستن جستن او سـایه در دشـت چو زاغِ آشیان گـم‌کـرده مـی‌گـشت

سیوم[۶]: در تاریکی شب دیجور:[۷]
کواکـب مـی‌نمـودی در زمانـه چـو چـشم گربـه در تاریـک‌خانـه

گویند: روزی در مجلسی وارد می‌شود، امرد پسری را در پهلوی عزیـزی مـی‌بینـد، رفته طرف دوم آن عزیز می‌نشیند و اظهار گرمجوشی می‌کند و آشـنایی بهـم رسـانیده،

---

۱. ص، د:– اگر قبول افتد. ۲. د: آن هر سه بیت. ۳. ص: + این است.
۴. ص: تعریف. ۵. ص: + گفته است. ۶. د: سوم.
۷. ص: می‌گوید.

آهسته در گوشش می‌گوید: خوب است که این پسر را برای ما تنه[1] کنی. او گفت: صاحب چه می‌فرمایید، این خود پسر من است. گفت: همچنین! پس غلط کردم، به‌دیگری باید گفت.

یک بیت در تعریف «فقیر» خوب گفته:

ای که آرام دل خود به‌جهان می‌خواهی　　بعد درویشی اگر هیچ نباشی، شاهی

من اشعاره:[2]

- جامه‌گلگونی که از خون‌ریزی‌ام آزرده نیست　　گر منش دامن بگیرم، خون من خود مرده نیست
- چمن جویای وصل کیست کز جو[3] در خیابانش　　سراسر می‌رود چاک گریبان تا به‌دامانش
- برای نثارش ز شرمندگی‌ها　　اگرجان نمی‌داشتم، مرده بودم
- ادهم! صبح است وقت می‌نوشیدن　　شوم است به مخمور سحر خوابیدن
آن نشئه که در می صبوحی بینی　　برخیز که در خواب نخواهی دیدن

امانی

خان زمان، خلف مهابت‌خان، خان‌خانان. طبع‌رسایی داشته. دیوانی رنگین گذاشته. در علم طبابت نیز وقوف را کار می‌فرمود. از زاده‌های طبع اوست:

- گر نی‌ام مایل رخسار تو، حیرانی چیست؟　　ور ندارم سر زلف تو، پریشانی چیست؟
در ره عشق، صلاح از من رسوا مطلب　　کافرعشق چه داند که مسلمانی چیست؟
- به یاد کعبه چه سر می‌زنی؟ خدا اینجاست　　به‌طوف مروه کجا کجا می‌روی؟ صفا اینجاست
- بغیر دل، همه نقش و نگار بی‌معنی است　　همین ورق که سیه گشت، مدّعا اینجاست[4]
ز پای تا به سرش هر کجا که می‌نگرم　　کرشمه دامن دل می‌شد که جا اینجاست
- در باغ، چسان توبه توان کرد «امانی»!　　هر شاخ گلی ساقی و پیمانه به چنگ است

---

۱. از «ل».　۲. از «ل».　۳. د: خود.
۴. س، ل، د، م: ــ بغیر دل... اینجاست.

ظفرخان احسن تخلّص

خلف رکن‌السلطنه خواجه ابوالحسن تربتی. صاحب طبع عالی بوده. دیوانی رنگین با مثنوی پُرمضامین ترتیب داده. اکثر به صاحب‌صوبگی کشمیر و کابل، عشرت‌اندوزی[۱] داشت. وقتی که ناظم کابل بود، میرزا محمّدعلی صائب تبریزی به شوق دریافت صحبتش از ایران آمده، مدّت‌ها گذرانید. خان قدردان در احوال‌پردازیش سعی موفوره بجا می‌آورد و به‌انواع مراحم و الطاف پیش می‌آمد. تذکرهٔ اشعار شعرای کابل،[۲] که با وی ربط آشنایی داشتند، مثل صائب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و[۳] قزوینی[۴] و میردانش[۵] و میرصیدی و غیرهم، که در آن زمانْ کوس سخنوری می‌نواختند، انتخاب هر کدام به خطّ او نویسانیده، بر پشت هر[۶] ورق، صورت آن معنی‌سنج نیز[۷]. یک ورق که برو تصویر کلیم بود، فقیر دیده‌ام.[۸]

من اشعاره:[۹]

– به تیغ بی‌نیازی تا توانی قطع هستی کن	فلک تا افکند از پا تو را خود پیش‌دستی کن
– به هرکجا که رسم، وصف دوستان گویم	برای یارفروشی، دکان نمی‌باید[10]
– از سبزه، تیغ بر کمر گل، بهار بست	گر توبه خضر وقت شود، جان نمی‌برد
– ز بهر مستی‌ام کی کار با جام شراب[۱۱] افتد	مرا از گفتگوی باده سرخوش می‌توان کردن

عنایت‌خان آشنا

خلف ظفرخان، که جوان[۱۲] دلچسپ بوده. دستی در انشاپردازی نیز داشته. احوال سی‌سالهٔ بادشاهی شاهجهان را از ملّاحمید وغیره فصیح‌تر نوشته، امّا به اعتقاد فقیر سرخوش، از منطوقهٔ[۱۳] «خَیْرُالکَلامُ ما قَلَّ وَ دَلَّ» این هم[۱۴] بهره نداشت. ازوست:[۱۵]

۱. ص: غیرت‌اندوزی.
۲. ص، د، ل: کامل، م: نامدار.
۳. س: ـ یزدی و.
۴. ص: سالک مرایی و سالک دونی. م: هر دوسالک.
۵. ص: ـ و میردانش.
۶. د: سر.
۷. د: + ترتیب نموده.
۸. ص: تصویر کلیم دیده.
۹. ص: احسن راست.
۱۰. د: دوکان نمی‌شاید.
۱۱. د: جام و شراب.
۱۲. ص: + کامل و.
۱۳. ص: منظومه.
۱۴. د: اهم.
۱۵. س: ـ ازوست، ص: ناقل.

– درد و درمان[۱] را دهد گر عرض عشق او به ما   زخم برداریم و بگذاریم[۲] مرهم را به‌جا
– ناقصان هم به‌درش چشم طمع دوخته‌اند   کور، پیوسته نظر جانب بالا دارد
– بنشین به گوشه‌ای، اگر آزرده‌ای ز خلق   پای شکسته تو به جایی نرفته است

فقیر نیز از این قبیل، بیتی دارد:
– به وصل دوست محال است گر رسیدن ما   نرفته است به جایی ز خویش رفتن ما
– در سبکباری است آسایش   سایه، خوابیده قطع راه کند

درویشی موزون‌طبع برای دیدنش آمد، چون بار نیافت، این بیت نوشته، اندرون[۳] فرستاد:
ناز بیجا چه کنی چون به رخت ریش آمد   شرم کن شرم، که روز سیهت پیش آمد

آصف قمی

دیوان مختصر[۴] دارد. در زمان شاه‌جهان بادشاه[۵] به هندوستان آمد، هیچ رشدی نکرد. غیر از این مطلع ندارد:[۶]
شعله‌ایم اما ز دود دل سیه‌پوشیم ما   چون چراغ لاله[۷] می‌سوزیم و خاموشیم ما

این بیت او هم[۸] خالی از مزه نیست:
یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم   در میان نور و ظلمت جوهر آیینه‌ام

به‌کمالات صوری[۹] و معنوی ممتاز، مولوی محمّدسعید اعجاز

مجموعهٔ مکارم اخلاق، و گل سرسبد[۱۰] انفس و آفاق است. عمر شریف او در تحصیل علوم منقول و معقول و اکتساب فضایل می‌گذرد. اکثر اوقات به‌شغل درس علم

۱. د: داد درمان.   ۲. د: نگذاریم.   ۳. ص: ـ اندرون.   ۴. س، د: ـ مختصر.
۵. ص: ـ بادشاه.   ۶. د: + یاد.   ۷. ص: خانه.   ۸. س: ـ هم.
۹. ص: صورت.   ۱۰. س، د: نورسیده.

دینی[1] و افادت و افاضت مصروف است. گاه گاه به‌حسب[2] صفای ذهن و جودت طبع، به فکر شعر نیز می‌پردازد و داد خوش‌خیالی و نازک‌بندی می‌دهد. در این بیت ناصرعلی، تصرّف بجایی کرده، که همهٔ اعزّه پسندیدند:

خیال بی‌کسی من وفا به یادش داد　　به‌جای شمع، دل آورد و بر مزارم سوخت

«دل آوردن» و «سوختن» اندک تردّدی دارد.[3] مولوی،

مصرع

به جای شمع، دل یار بر مزارم سوخت

گفته بود.

یک مرتبه و در وقت رفتن لاهور، مطلعی عارفانه بکیفیّت گفته بود:

کشیده‌ام ز جنون ساغری که هوش نماند　　دگر معامله با پیر می‌فروش نماند

فقیر در جواب این مطلع نیز طبع‌آزمایی کرده:

گداخت حیرت حُسن توام خروش نماند　　چو برگ گل ز تنم جز لب خموش نماند

به فقیرخانه آمده، تحسینها کردند و گفتند: من راست براست طرز گفته بودم و شما معنی کرده‌اید. فقیر در خدمت ایشان، اخلاص قدیم دارد. وجود ایشان در این زمانه از مغتنمات است. خدا سلامت دارد. چند شعر قدیم ایشان قلمی می‌گردد:

– خمارآلوده شوخی از چمن برچیده دامان شد　　شکستِ رنگِ گل، مهتاب را چاک گریبان شد

تقاضای ستم گُل می‌کند از انفعال او　　نگاهی کز حیا دزدیده[4]، شوخی‌های مژگان شد

– شب که بی‌روی تو گلشن غنچه‌ای دل‌تنگ بود　　شعلهٔ آواز بلبل، آتشی در سنگ بود

برق‌جولانی[5] که گرم صید ازین وادی گذشت　　بر طپیدن‌های نبضِ جاده صحرا تنگ بود

– دل غم‌دیده را اسباب راحت[6] می‌شود کلفت　　فتد از مرهم کافور، گُل در چشم داغ من

---

۱. س، د: ـ دینی.　۲. س، د: ـ به حسب.　۳. ص: اندکی تردّد داشت.
۴. د: گر حیا دزدید.　۵. د: جولان.　۶. ص: الفت.

شکستم رنگ دل،[۱] آیینه‌وار بی‌نشان جستم[۲] دری بر روی خود وا کردم و محو تماشایم[۳]

ملّا محمّدسعید اشرف

از خوش‌خیالان زمان است. در عهد مبارک عالمگیرشاه از ولایت ایران[۴] به‌هندوستان آمد. نوّاب زیب‌النّسا بیگم، خلف بزرگ بادشاه دین‌پناه، از روی قدردانی، دستگیری احوالش نموده، در ملازمت خود نگاه داشت. معنی‌یابِ خوش‌خیال[۵] است. اکثر، تلاش به طرز ایهام می‌کند.[۶] عجب صاحب قدرتی است. در خانهٔ میرمعزّموسوی‌خان[۷] دیده‌ام، که نشسته با هم حرف می‌زند[۸] و سخنان هم دیگر می‌شنود و می‌خواند.[۹] قلم برمی‌دارد، مثنوی و غزل و رباعی تازه‌مضمون بر روی کاغذ می‌نگارد. گاهی سر به‌گریبان تفکّر فرو نبرده،[۱۰] مثنوی *قضا و قدر* قریب هفتصد بیت به همین دستور به حضور یاران گفته و نوشته و در وی تلاش‌ها کرده و معنی‌ها یافته. در ماتم سوداگرزاده‌ای که به دریا مرده[۱۱]، گفته:

نبودی چون در آن دریا میسّر کف خاکی که افشانند بر سر
به یاری از سر درد[۱۲] یتیمی سرفرستادی گهر گرد یتیمی[۱۳]

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید وغیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته. درین مصرعهٔ میرزا صائب: «عیبی به‌عیب خود نرسیدن نمی‌رسد». روبرویش دخل بجا کرده، گفت: یک «بای» دیگر می‌خواهد یعنی: عیبی به عیب خود نرسیدن نمی‌رسد. میرزا صائب و دیگران از حاضران، به غور و فکر بسیار، به کنه دقّت این خطا واقف گشتند.[۱۴]

---

۱. س، د: گل.
۲. ل: آیینه‌وار از بی‌نشان جستم. م: آیینه‌دار بی‌نشان گشتم. د: آئینه‌دار بی‌نشان جستم.
۳. نسخهٔ م «چاپی مدراس» پس از این بیت، ۳۲ بیت دیگر اضافه دارد.
۴. س، د: ـ ایران.
۵. س، د: خوشی.
۶. ص: اکثر تلاشش به طرز ابهام است.
۷. منظور، فطرت مشهدی است.
۸. ص: می‌زدند.
۹. ص: می‌شنودند و می‌خواندند.
۱۰. ص: نمی‌برد، د، م: بُرده.
۱۱. د: + بود.
۱۲. ص: به یاران از سر مردان.
۱۳. *دیوان اشعار اشرف مازندرانی*، ص ۱۷۸.
۱۴. س، ص، م: ـ با میرزا صائب ... واقف گشتند.

من اشعاره:[۱]

– از تغافل‌های پی در پـی مگـر یـارش کـنم / پا زنم چندان به بخت خود که بیدارش کـنم
– خاکساری، سرفرازی می‌شود در می‌کـشی / شـور مـستی چتـر مـی‌سـازد دُمِ طـاوس را
– چو آن آبی که شوید طفل، مشق خویش را در وی[۲] / هزاران حرف در هر قطـرهٔ اشـکی نهـان دار
– جلــوهٔ نــازت رســایی داد بیــداد مــرا / کــوه تمکینــت دوبــالا کــرد فریــاد مــرا
کـی شـود آزاد از زلـف گـره‌گیـرش کـسی / دانــهٔ زنجیــر در دام اســت صــیّاد مــرا
– گرد خط آخر برای چهـره‌ات اکـسیر شـد / این غبار از بهر حُـسنت خـاک دامنگیـر شـد
از پریشان‌حالی آخر کار من صـورت گرفـت / بس‌که مو آمـد بـه‌کلکـم خامـهٔ تـصویر شـد
– در نامـهٔ زمانـه بجـز حـرف جنـگ نیـست / گویــا کــه از ســیاهی لــشکر نوشــته‌انــد
– رهروان راست‌رو را رهبری در کار نیـست / خامهٔ جدول کشان را مسطری در کار نیـست
افتد آسان طرّه‌اش وقت می‌آشامی بـه چنـگ / مار چون آبی شود، افسون‌گری در کـار نیـست[۳]

یک بیت در منقبت حضرت مرتضی ـ علیه‌السّلام ـ بسیار برجسته گفته:
همین نه خویشیِ حیدر به مصطفی تنهاست / هم اهل‌بیت رسول و هم اهل‌بیت خداست[۴]

محمّدابراهیم انصاف

جوان طالب‌علم بود. طبع سخنوری نیز دُرست[۵] داشت.[۶] به‌خدمت میرمعزّ موسوی‌خـانْ شعر می‌گذرانید و معنی تازه فکر می‌کرد. در عین جـوانی، بـه قـضای ربّـانی، ودیعـت حیات سپرد. از اوست:[۷]

– سوی پستی است در هر پایهٔ رفعت نهان راهـی / بُوَد این کوه را هر تخته سنگی[۸] بر سر چاهی
– نسازد غم به بیتاب محبّـت، شـادمانی هـم / گران باشد برین بیمـارْ مُـردن، زنـدگانی هـم

---

۱. ص، ل، م: ـ من اشعاره.
۲. ص، ل، م: در وی مشقی خود را.
۳. س، ص، ل: ـ رهروان را... در کار نیست.
۴. س، ص، ل: ـ یک بیت... خداست.
۵. ص: ـ دُرست.
۶. م: تیز داشت.
۷. س، د: ـ ازوست. د: وله.
۸. د: سنگین.

– حایل خورشید وحدت، رنگ[۱] هستی‌های ماست چون زمین از پیش بردارند، روز و شب یکی است

اگرچه این معنی از مولوی روم است، که فرموده است:

چون زمین برخیزد از جوّ[۲] فلک نی شب و نی سایه باشد، نی دلک

فقیر، این معنی را شوخ‌تر از این بسته، دُرست کرده:[۳]

حایل خورشید وحدت شد غبار هستی‌ام چون بساط خاک برچینند، روز و شب یکی است

شب را از بیت مولوی او برداشته، و سایه را فقیر چنین بسته، غرض، این معنی مولوی را ما و او برادری بخش کرده گرفتیم:

مظهر ظلمت نباشد جز غبار هستی‌ام می‌کند روی زمین آیینه‌دار سایه را[۴]

محمّدصادق القا[۵]

در فنّ تاریخی[۶]، که تعداد آن به الوف گشته، وقوف تمام دارد و هوای خیالات بلند به سر[۷]. بیتی که قریب فهم فقیر بود، ایراد یافت:[۸]

– ز بس‌که حیرت دل شد نثارکردهٔ چشم نگه چو صورت دیباست[۹] تار پردهٔ چشم

– بعد فکر یازده سال از خط پشت لبش حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرونویس[۱۰]

میرمحمّداحسن ایجاد

از نجبای سادات سامانه[۱۱] است. در خوش‌خیالی و نازک‌بندی، یگانهٔ زمانه. صاحب فکرهای بلند است و از علوم متداوله نیز بهره‌مند. غزل‌های طرحی را بقدرت و سامان[۱۲] تمام می‌گوید و نثر به‌طرز خاصّ خود می‌نگارد. مردی است به‌اخلاق حمیده متّصف،

۱. د: زنگ.
۲. س، د: جوی، ص، م: جور.
۳. ص: ـ فقیر... دُرست کرده.
۴. س، ص، ل: ـ شب... سایه را.
۵. د: ایفا.
۶. ص، ل: مورّخی.
۷. د: بلند نیز.
۸. د: یافته.
۹. د: دنیاست.
۱۰. م: ـ محمّد صادق القا ... پر ابرونویس.
۱۱. ص: زمانه.
۱۲. د: شایان.

ظاهر و باطن آراسته. صحبت‌های بزرگان دریافته و همه جا مقبول بوده. این چند بیت، آینه‌دار فکر اوست:[۱]

– بسکه پر گردید گوشم از صدای عندلیب / بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب

گر سراغی گیری از عاشق، فغان آینه است / در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب

– شب، نالهٔ دوزخ‌شررم گرم اثر شد / خاکستر دل، بال و پر افشانده سحر شد

طومار هوا یک قلم از شعلهٔ آهم / چون کاغذ آتش‌زده افشان شرر شد

– جلوهٔ معنی ندیدم در صفای قیل و قال / سبز شد هر جا سخن، آیینه‌ای در زنگ[۲] بود

– شد غبارآلود کلفت‌ها زلال زندگی / مشت خاکی از بدن تا[۳] بر سر ما ریختند

– حال سنگینی هجران تو انشا کردم / سطر در صفحه فرورفت چو زنجیر در آب

ملّا اعلی تورانی[۴]

فقیرمشرب[۵]. صاحب همین مطلع بود و بس:[۶]

هر که شد خاک‌نشین، برگ و بری پیدا کرد / سبز شد دانه چو با خاکْ سری پیدا کرد

از آنجا که مقرّر[۷] سخنوران خوش خیال[۸] است،

به یک بیت، دعوی مسلّم بُوَد / اگر مصرعش مصرعی هم بُوَد

موافق این قول، در این اوراق، نام اکثری مرقوم است.[۹]

میرزا عبدالرّسول استغنا

بخشی سرکار شاهزاده محمّداکبر بود.[۱۰] شعر به‌طرز قدیمْ بسیار گفته، یک دو بیت از او به‌خاطر است:

به‌کین چون منی، آن دوستی[۱۱] دشمن چه می‌آید؟ / غریبم، خاکسارم، عاجزم، از من چه می‌آید؟

می‌توان آورد استغنا! سفارش‌نامه‌ای / چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست؟

۱. ص، م: – مردی است... اوست. ۲ د: رنگ. ۳. د: از دیدن ما. ۴. د: مُلا علی نورانی.
۵. س: فقیر شارب بود. ۶. ل: یک دو بیت بود. م: همین بیت بود. د: همین بیت و بس. ۷. ص: معتبر.
۸. م: صاحب کمال. ۹. ص: موافق این قول، نام اکثری مرقوم گشت. د: نام اکثر مرقوم است.
۱۰. س: – بخشی ... بود. ۱۱. د: آن دوست را...

بهایی تخلّص

از فحول علمای مذهب امامیّه است. تصانیف عالی دارد. گاهی به فکر شعر نیز می‌پرداخت.[1] این قطعه ازوست:

مرا ز روی تعصّب معاندی پرسید: | پدر ز روی چه معنی نداشت روح‌اللّه؟
جواب دادم و گفتم که: او مبشّر بود | به احمد عربی جمله خلق را ز اله
مبشّر از پی آن کو بشارت آرد زود | روا بُوَد که دو منزل یکی کند در راه

باقر داماد[2]

از مستعدّان زمانه بود.[3] در ولایت ایران، عَلَم عِلْم‌العلمایی افراخته، جامع علوم غریبه بود. به فکر شعر هم توجّه داشت. ازوست:

به بیستون نظری کردم و یقین دیدم | که کار تیشهٔ فرهاد نیست، کار دل است[4]

بینش کشمیری

تمام دیوانش را سیر کردم، غیر ازین دو بیت، تلاشی تازه[5] به‌نظر درنیامده:

– هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست | آیینه چون شکسته شد، آیینه‌خانه است

---

۱. ص: می‌پردازد. ۲. س: دانا. ل: باسط. ۳. ص، د: است. ۴. م: ـ باقر داماد... کار دل است.
۵. ص: ـ تلاشی تازه.

در راه وصال تو ز بس چشم به راهم	چون جاده بُوَد خاک‌نشین مدّ نگاهم

باقر تبریزی

بسیار خوش‌فکر بود. این دو بیت او از میرمعزّ[۱] شنیده‌ام:

بی‌تو شب ماه تیره روزان	چون چشم سفیدگشته تار است

همچو غنچه تا به‌کی دربند خود باشد کسی	خیمه زن چون لاله بیرون از سواد خویشتن

ابوالحسن بیگانه تخلّص[۲]

در هند نیامده. دیوانش پیش میرمعزّ موسوی‌خان[۳] به‌نظر افتاده. این چند بیت از زبان میرمعز شنیده[۴] شد:

– احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی؟	از سوختگان، قصهٔ جانکاه چه پرسی؟

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد برآورد	ای سیل! به‌سرمنزل من راه چه پرسی؟[۵]

آیینه ز عکس تو در آغوش گداز است	آگه نه‌ای از حال دلم آه! چه پرسی؟

– بر شیشهٔ دل خورد ز نیرنگ تو سنگی	هر پارهٔ این شیشه صدا کرد به رنگی

رفیع‌خان باذل

برادرزادهٔ محمّدطاهر[۶] وزیرخان عالم‌گیرشاهی. صاحب طبع رساست و جوان قابل. کتاب *معارج‌النبوّة* در زمین *شاهنامهٔ* فردوسی به‌نظم در آورده، درآنجا تلاشها کرده، *حملهٔ حیدری* نام نهاده، قریب چهل هزار بیت رسانده[۷]. از اوست:

– عشق را با هر دلی نسبت به قدر جوهر است	قطره بر گلْ شبنم و در قعر دریا گوهر است

– عارض گل‌رنگش از می شمع ایمن می‌شود	از برای آتشِ گلْ، آبْ دامن می‌شود

– بس‌که شرح غم دل، مضطرب‌احوال دهم	به‌کبوتر چو دهم نامه، پر و بال دهم

---

۱. ص: معزّ فطرت.

۲. س: نام. د: بیگانه ابوالحسن نام.

۳. د، ص: ـ موسوی‌خان.

۴. ص: این ابیات از معز شنیده.

۵. ص: ـ مهتاب... چه پرسی؟

۶. ص: ـ محمّد طاهر.

۷. ص: ـ رسانده.

– هرگاه بَرَد مستی چشم تو ز هوشم لبریز شود چون خم میخانه[۱] ز جوشم

– چه نشاط باده بخشد، به‌من خراب بی‌تو به دل گرفته ماند، قدح شراب بی‌تو

تو چنان رمیدی[۲] از من، که به خواب هم نیایی به کدام امیدواری، بروم به خواب بی‌تو

دل داشتیم، دادیم، جان بود، عرض کردیم چیزی که دوست[۳] خواهد، صبر است و ما نداریم

از فنای خویش، خطّ کاملی برداشتیم از میان جان و جانان، حایلی برداشتیم

صد جگرخون از کجا هر روز، صرف غم کنم من که از ملک عدم با خود دلی برداشتم

تخم اشکی ریختم، چیدم گل رسوایی دانه‌ای افشانده بودم، حاصلی برداشتم[۴]

ملّا بیخود نامدارخانی جامی نام

شاعر غرّا. صاحب دیوان فخیم[۵] بود. قصاید و قطعه‌های بسیار دلچسپ و رسا داشت. در تاریخ‌یابی، کارهای دست بسته می‌کرد، چنانچه تاریخ تولّد میرزا اسمعیل خلف ارشد نواب عمدةالملک اسدخان، که الحال، «ذوالفقارخان بهادرنصرت‌جنگ»، خطاب دارد،[۶] مصرع تاریخ: «ز بُرج اسد رو نمود آفتاب» یافته و تاریخ متولّد شرف‌یار، پسر کامگارخان «شرف یار کامگار» یافته که برای او مسجّع نیز تواند شد. وقتی که در خانهٔ نامدارخان، پسر اوّل به‌اسم حمزه میرزا متولّد شد، تا شش روز، جشن ملوکانه کردند. هر روز، قطعهٔ تاریخی تازه[۷] گذرانیده، دادِ تلاش داده. چند مصرع در ماده تاریخ، نگاشته می‌آید:

تاریخ: «نونهال نامدار جعفری آورد گل»

تاریخ: «زر کامل‌عیار جعفری زیب جهان آمد»

تاریخ: «آمد دُر نامدار و شهوار»[۸]

تاریخ: «بگفت آن گوهر والا نجابت از دو سو دارد»

---

۱. ل: خم می‌سینه.
۲. د: رمیده.
۳. ص: یار.
۴. س: ـ از فنای... برداشتم.
۵. د: ضخیم.
۶. ص: که ذوالفقارخان الحال خطاب دارد.
۷. ص: هرروز، تاریخ تازه.
۸. س، م: شاهوار.

قطعه

– شب و روز خورم ماه و سال و مه قدوم مبارکش / چو شنید، داد بهر همه خردم به اهل سخن خبر

ز نشاط با دل شاد زد چنین بنزد[۱] خردم نفس / شب جمعه زاد و بچارده ز جمادی[۲]الاول این پسر

– چنین تاریخ، هرگز کس نگفته / کس از هند و عرب یک نغمه نشنفت

به من گفتند تاریخی ادا کن / که سازد سال هندو با عرب جُفت

دم صبحی به فکر این معمّا / به مژگان، دیده راه فیض می‌رفت

که این یک چشم طفل توأمان دار / ز بطن غیب در مهد دلم خفت[۳]

پی تاریخ هندو و عرب، دل / ز هجرت[۴] یکهزار و شصت و نه گفت

برای تولّد پسر امیری، تاریخ گذرانیده، ترشّحی از سحاب کرمش ندیده، برعکس گفته، به تقریبی گذرانید که مصرع ماده تاریخ این است:

«بادا سر او بار دوم در... س مادر»[۵]

قصّهٔ *حسن و دل* را نظم کرده، در او داد سخنوری داده، این دو بیت در تعریف ساقیان از آن مثنوی است:

یکی را ساده رخ آینه‌آسا / یکی را جوهر[۶] از آینه پیدا

گلستان یکی بی سنبلستان / یکی را بوستان کرده گلستان

به نام نامدارخان گفته، *حُسن نامدارخانی* نام نهاده و تاریخش نیز از همین نام برآورده.

و از مشفقان قدیم فقیر بود. فقیر وقتی که برای خود «سرخوش» تخلص پیدا کرده، اوّل پیش او ظاهر ساخت، او بسیار خوش کرد و فاتحهٔ خیر خوانده مقرّر ساخت.[۷] سجع[۸] خاتم او: «جامی از جام حمد، بیخود شد»

---

۱. ص: زد چنین برد.
۲. ص: جمید.
۳. ص: ـ که این... خفت.
۴. ص: هجری.
۵. ص: ـ برای تولد... مادر.
۶. د: چهره.
۷. ص، م: ـ و از مشفقان... مقدّر ساخت.
۸. د: سجعه.

فقیر بعد از وفات او از سجعش تاریخ بی‌کم و زیاد[1] برآورده:

رفت جامیِ بیخود از عـالم سـجع او　　در ریـــاض جنـــان، مخلّـــد شـــد
بعـــــد فـــــوت شـــــد تـــــاریخ:　　«جـامی از جـام حمـد بیخـود شـد»

همین قسم، فقیر[2]: تاریخ فوت فضایل‌خان شـیخ سـلیمان از نـام بـرآورده و بـه‌ادای خوش در رباعی فی سبیل‌الله بسته:

شد شیخ سـلیمان بـه سـوی دار بقـا　　وارسـت ز قیـد هـستی بـی سـروپا
هم «شیخ سلیمان» شده تاریخ وفـات　　پیمانـهٔ عمـــر بـــود نـــامش گویـــا

گویند: وقتی که پیش نـواب جعفرخـان، نـوکر شـده، پایـه‌ای در مجلـس نشـستن نداشت، قطعه‌ای بدین مضمون در مدح گذرانیده:

قطعه

بهـین طاعـت حـق نمـاز اسـت، در وی　　گهــی بنــده ایــستد، گــه از پــا نــشیند
بُـوَد طاعــت فــرض همچــون نمــازم　　بفرمـــا گهـــی بنـــده را تـــا نـــشنید

اجازت نشستن یافت و مصاحبت حاصل کرد.

حکایت: روزی در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدارخان، مهمان بود، دیگچه‌ای پر از شراب در پهلو داشت، هر لحظه جامی به دست خود پر کرده می‌خورد و همچـو بلبـل مست، شعرخوانی می‌کرد. چون یاران به نمـاز برخاسـتند، رفـت و بـا جماعـت نمـاز بگزارد. فقیر گفت: آخوند صاحب! این چه طور نماز است؟ گفت: همانا نماز بکیفیـت همین است. بعد از آن به‌میرزا لهراسپ بیگ گفت: شما شعرهای این جوان نشنیده‌ایـد؟ گفت: تا حال ما خود این را موزون هم نمی‌دانیم. بعـد از آن بـه‌فقیـر تکلیـف کردنـد. مطلعی تازه گفته بودم، برخواندم:

کجاست دیدهٔ جویای ره، کجاست تـرا؟　　وگرنـه هرمـژه انگـشت رهنماسـت تـرا

۱. د، ص: ـ بی‌کم و زیاد.
۲. ص: مجدّد.

آخوند، لب به تحسین و آفرین[۱] گشود و گفت: هزار غزل ما به این یک بیت نمی‌رسد.

روزی، نامدارخان و برهانی کلانونت، که منظور نظر عاطفت ایشان به‌درجهٔ کمال بوده، از حمّام برآمده در جامه‌خانه برای رخت پوشیدن نشستند. چون فارغ شدند، خان، نگاهی از لطف، جانب برهانی کرده فرمود که: امروز، لایق پنج‌هزاری منصب است. ملا بیخود حاضر بود، گفت: اگر نواب بادشاه باشند. اگرچه تصانیف پسندیده بسیار دارد، اما این دو رباعی از او به خاطر است:[۲]

– هر کس که دل از مدار دنیا برداشت | عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است، بلی | گاو است کسی که بار دنیا برداشت

– ... سنی و ... شیعه اگر مشهور است | ور خصمی‌شان به یکدگر مشهور است
دانا نکند تعصّب از هیچ طرف | دندانِ سگ و گوشت[۳] خر مشهور است

سرآمد سخنوران کامل، میرزا عبدالقادر بیدل

استاد فنّ است. بسیارگو،[۴] خوبگو. امروز در دارالخلافه، کوس رستمی می‌نوازد و داد سخنوری و خوش‌خیالی[۵] می‌دهد. دیوان‌ها و مثنویهای متعدّد دارد. نثر را نیز رنگین می‌نگارد.

بالفعل، کسی در عالم نیست مگر در زمان سلف، میرخسرو و مولوی جامی خواهند بود. در این عهد، وجود او از مغتنمات است. بسیار آرمیده و خلق آراسته.[۶] تصنیفات شریفش پانزده[۷] آثار به وزن درآمد. فقیر، *شاهنامهٔ* فردوسی و *مثنوی* مولوی روم را سنجیده، با وجودی که به[۸] تقطیع کلان پُرقلم بودند، هفت و نیم آثار به وزن درآمد. پنجهزار بیت در دیوانش ردیف «میم» است.

۱. د، ص: ــ قطعه‌ای بدین مضمون... آفرین.
۲. س، د: ــ از حمام برآمده.
۳. س، د : گوش.
۴. ص: ــ گو.
۵. د، ص: ــ و خوش خیالی.
۶. ص: به حسن و خلق آراسته.
۷. ص: یازده.
۸. س: ــ به.

این چند شعر از زاده‌های طبع اوست که از زبان میرمحمّد زمان راسخ شنیده‌ام:[۱]

– بر روی ما چو صبح به رنگ شکسته است — گـردی ز دامـن طـپش دل نشـسته اسـت

مـا لاف طاقـت از مـدد عجـز مـی‌زنـیم — پرواز ما چـو رنـگ بـه بـال شکـسته اسـت

– عرصهٔ آفاق، جای جلوهٔ یـک نالـه نیـست — نـی‌گـره از تنگـی ایـن بیـشه پیـدا مـی‌کنـد

بـه‌محفلـی کـه دل آیینـهٔ رضـاطلبی‌سـت — نفـس‌درازی اظهـار، پـای بـی‌ادبـی‌سـت

– شب که دل از پاس مطلب، باده‌ای در جام کـرد — یک جهان حسرت[۲] به‌طوفان داد و آهش نام کـرد

– عشرت ما چون نگاه از بس تنک‌سـرمایه اسـت — سـایهٔ مژگـان توانـد صـبح مـا را شـام کـرد

– زندگی را از قد خم، حیرت[۳] آگه مـی‌کـنم — وقف رعنـایی بـساطی داشـتم ، تـه مـی‌کـنم

– حیرت‌آهنگم، که مـی‌فهمـد زبـان راز مـن — گـوش برآیینـه نـه تـا بـشنوی آواز مـن[۴]

– صورت پرستی از خلق، بُـرد اعتبـار معنـی — هر چند کعبه سنگ است، تـسکین بـرهمن کـو؟

– کم ظرفی‌ام از همت خویش است وگر نـه — دریاسـت مـی ریختـه ار جـام حبـابم[۵]

در زمین غزل حافظ شیراز که فرموده، به غیر قافیه کرده بود[۶] که در آن غزل، بیتـی[۷] به حسن ادا فرموده، فقیر نیز به شوق آن مطلعی گفته:

بیدل

درهای فـردوس، وا بـود امـروز — از بـی‌دمـاغی، گفتـیم فـردا

سرخوش

جامی مـی عـشق[۸]، دادنـد ناگـاه — از خـویش رفتـیم، الله الله!

بیدل

– زاهـد! آن سـوی فطرتـت مردانـند — در معبـدِ شـوقِ نیـستی فردانـند

یـک‌ره خبـر از کاغـذ آتـش‌زده گیـر — تـا سـوختگان چـه سُبحه مـی‌گرداننـد

۱. ص: شنیده شد. ۲. س: حیرت. ۳. د، ص: عشرت، ل: عبرت.
۴. د، ص: – حیرت آهنگم... آواز من. ۵. ص: حیاتم.
۶. ص: + در اکبرآباد. ۷. ص: ـ که در آن غزل بیتی. ۸. س: میبی خوش؟

– هر تیره درونی که حسد شامل اوست | برتهمت پاکان، نظر باطل اوست
رو پنبه به‌سقف خانه آویز و ببین | دودی که ز شمع سرکشد، مایل اوست

بر این رباعی خود بسیار محظوظ‌اند:

– هرچند طلب به صد فنون است اینجا | دریوزهٔ دیدار جنون است اینجا
از هیئت چشم و مژه غافل نشوی | دستی دگر از کاسه برون است اینجا
– آهنگ جلالی که بَمَش زیر شود | چون وانگری، جمال تأثیر شود
آن بادهٔ شعله‌گون که دارد خورشید | در ساغر ماه چون رسد، شیر شود

بیتی در تعریف کوه، خوب[1] گفته:

مزن بر سنگ او زنهار دستی | که مینا در بغل خوابیده[2] مستی

فقیر به اشارهٔ میان‌ناصرعلی، چند بیت ایشان را از راه شوخی‌ها پیش مصرع رسانیده، مطلع ساخته، اگرچه ایشان شنیده، محظوظ نشدند، از روی غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را می‌باشد، بد بُردند، امّا یاران منصف پسندیدند. چنانچه ایشان فرموده‌اند:

بیدل

به فرصت نگهی آخر است تحصیلم | برات رنگم و بر گل نوشته‌اند مرا

سرخوش

ز بی‌ثباتی عشرت[3] سرشته‌اند مرا | برات رنگم و بر گل نوشته‌اند مرا

بیدل

عوارض کثرت وهمی‌ست ذات وحدت ما را | خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دو تا گردد

سرخوش

دویی کی ذات وحدت را به‌کثرت رهنما گردد | خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دو تا گردد

---

۱. س، د: ــ خوب. ۲. ص: خفته است. ۳. ص: عالم.

بیدل

شخص پیری، نفیِ هستی می‌کند، هشیار باش صـورت قـد دو تـا آیینـهٔ ترکیـب لاسـت

سرخوش

صورت قد دو تـا آیینـهٔ ترکیـب لاسـت جلوه‌گاه نقش پیری تختهٔ مشق فناسـت[1]

بیدل

گُلْ جام خود عبث به شکستن نمی‌دهـد صاف طرب به‌شیشهٔ رنـگِ پریـده اسـت

سرخوش

دست نشاط دامن از خـود رمیـده اسـت صاف طرب به‌شیشهٔ رنـگِ پریـده اسـت

بیدل

بی‌تکلّف مرگ هم آسان نمی‌آید بـه‌کـف از تماشای دو عالم چـشم بایـد دوختـن

سرخوش

نیست از شمع اجل آسان نگـاه افـروختن از تماشـای دو عـالم چـشم بایـد دوختـن

حکایتی در مثنوی *محیط اعظم* به یازده[2] بیت تمام کرده، فقیر در رباعی بسته:

واعـظ گفتـا کـه: نیـست مقبـول دعـا زان زان دست که آلـود[3] بـه جـام صـهبا

رندی گفتـا کـه: تـا بُـوَد جـام بـه‌دسـت دیگـر بـه دعـا کـسی چـه خواهـد ز خـدا؟

از زبان میرزا محمّدعلی‌ماهر شنیده‌ام که: زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایـت را می‌گفت، که: شب زمستان بود و یاران در صحرا فرودآمده بودند، ناگـاه آتـش سـرد گشت. یکی از میان جمع برخاست که چوب پیدا سازد، گـذرش بـه‌جانـب گورسـتان می‌افتد. تابوتی در آنجا می‌یابد، به سر برداشته می‌آرد. یکی در راه پرسید، که: از عزیزان که مرده است؟ می‌گوید: آتش. پس، این همه را زلالی در دو بیـت بـسته و همیـشه در میان سخنوران فخر می‌کرد که من چنین کارهای دست بسته می‌کرده‌ام و آن این است:

---

۱. د: مصرع جابجا شده است. ۲. س: پانزده. ۳. د: آلوده.

شـــبی رنـــدی در ایّـــام زمـــستان | بــه ســر تــابوت مــی‌بُــردی شــتابان
یکــی پرسـید زو کــای یــار دلکـش! | که مـرده از عزیـزان؟ گفـت: آتـش[۱]

فقیر، خلاصهٔ کتاب *منطق‌الطیر* شیخ عطّار را در رباعی‌ها بسته، و سوای آن، چنـدین مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی‌ها بسته، و در رسالهٔ *روائح* که در تتبع *لوائح* مولوی جامی نوشته، بتفصیل مرقوم است، و دو[۲] رباعی به‌جهـت استـشهاد قـول[۳] خویش، اینجا ایراد می‌یابد:[۴]

– سی مرغ ز شوق، بال و پـر بگـشودند | در جُـــستن ســـیمرغ، هـــوا پیمودنـــد
کردنــد شــمار خــویش چــون آخرکــار | دیدند کـه سـیمرغ همـین خـود[۵] بودنـد
– دزدی شب تار، کو به کـو مـی‌گردیـد | از هــیچ دری بـــه مطلــب دل[۶] نرســید
در خانـهٔ خـویش رفـت و کـالا دزدیـد | چــون روز نظـر کـرد، متـاع خـود دیـد

یک رباعی در نعت و منقبت گفته، پیش مرزا بیدل فرستادم که تلاش سـخن تـا بـه اینجاست و بس. ایشان نیز رباعی در جواب فقیر نوشتند. هر دو نگاشته می‌آید:

سرخوش

در فضل و کمـال، ذات احمـد یکتاسـت | اسـلام، قـوی ز بـازوی شـیر خداسـت
عـــین انـــسان،[۷] نتـــایج انـــسانند[۸] | همچون دو الف که یـازده زان پیداسـت

بیدل

آن چـــار خلیفـــهٔ رســـول معبـــود | کـز ابجـد وضعـشان عـشر روی نمـود[۹]
بـــی‌نقطـــهٔ شـــک بـــه‌ذات یکتـــایی او | چــون جمـع کننـد، یـازده خواهـد بـود

۱. د، ص: از زبان میرزا محمدعلی ماهر شنیده‌ام که عزیزی حکایتی به دو بیت بسته بود، همیشه در شاعران فخر می‌کرد که چنین کار دست بسته کرده‌ام. ازوست: شبی... آتش.
۲. س، د: سه، م: چند.
۳. ص: ـ قول.
۴. م: چون گواه صادق می‌آرد. ل: چون و گواه صادق در اینجا می‌آرد.
۵. ص: هم این‌ها.
۶. ص: به مقصد خود.
۷. ص، ن، م: ایشان.
۸. ص، ل، م: ایشانند.
۹. د :عشر رو بنمود.

فقیر، رباعی دیگر به همین مضمون، و دو دیگر[۱] در منقبت چار یار باصفا فرستاد:

– وهمـی باشـد ز ذات پـاک احمـد　　تفریـق دوازده امـام امجـد
کـاین جلـوهٔ موجهـای دریـای صـمد　　چـون سـیزده اسـت آشـکارا زاحـد
– اصـحاب کبـار را کـم از هـم مـشمار　　یک جان، یک تن بـدان، تعـصّب بگـذار
دل را در سـر، هـوای هـر چـار بُـوَد　　دال است سـر دل و عیـان در[۲] وی چـار
– از چـار خلیفـهٔ رسـول مختـار　　قـائم شـده چـار رکـن دیـن ابـرار
دالـی کـه بُـوَد آخـر احمـد، دالّ اسـت　　بـر اثبـات خلافـت ایـن هـر چـار

چندربهان برهمن

طبعی[۳] درست داشت. شعر بـه طـرز قـدما[۴] شـسته و صـاف مـی‌گفـت. و سـلیقهٔ انشاپردازی دُرست[۵] نیز[۶] داشت. در هندوان غنیمت بود.

روزی در پیشگاه خلافت و جهانداری، او را حکم شعرخوانی شد، ایـن بیـت تـازه گفته بود[۷]، برخواند:

مرا دلی است به‌کفر آشنا که چنـدین بـار　　بـه‌کعبـه بـردم و بـازش بـرهمن آوردم

شاه‌جهان برآشفت و فرمود که: این بدبخت، کافر مرتد است، بایدش[۸] کشت. افضل خان به‌عرض رسانید که: این بیت، شیخ سعدی، پیشتر، مناسب حالش گفته:

خـر عیـسی اگـر بـه مکّـه رود　　چـون بیایـد، هنـوز خـر باشـد

بادشاه، تبسّم کرد و به‌طرف دیگر متوجّه شد. او را از دیوان[۹] خاص بیـرون کردنـد. این بیت به نام او مشهور است:

ببـین کرامـت بتخانـهٔ مـرا ای شـیخ!　　که گـر[۱۰] خـراب شـود، خانـهٔ خـدا گـردد

اما به تحقیق پیوسته است که از هندوی دیگر است.

۱. ص: ـ و دو دیگر.　۲. د: از.　۳. ص: طبیعتی.　۴. د: قدیم قدما.
۵. ص: ـ دُرست.　۶. د: تر.　۷. د: – بود.　۸. د: – باید.
۹. ص: دیوانخانه.　۱۰. ص: چون.

روزی، میرزا محمّدعلی ماهر از وی پرسید، که: این شعر از شماست؟ گفت: شاید گفته باشم، به‌خاطر نیست.

فقیر، بیتی در نعت و منقبت گفته، مشهور گشته:

محمّـد یکـی بـا علـی ولـی اسـت   چو یک کس که نامش محمّدعلی است

مرزا بیدل گفت که: این بیت به نام میرحشمتی شنیده‌ام. گفتم: میرحشمتی، صاحب این تلاش نیست، شاید به او توارد[۱] شده باشد. من خود بـه گفتـهٔ شـما دسـت از ایـن برداشتم. هر دو داخل ثواب شدیم.

یک بیت برهمن، اندکی مزه داشت، نگارش یافت:

چه اختلاط بـه اربـاب عقـل، شـیدا را   به طور خـود بگذاریـد لحظـه‌ای مـا را

بیغم بیراگی

مردی است آزاد مشرب. به مذاق فقر، آشـنایی دارد. نـزد فقیـر، مـشق مـی‌گذرانـد. ازوست:

– در فضای عشق جانان، بوالهوس را کار[۲] نیست   هرسری شایستهٔ سـنگ و سـزای دار نیـست

دل چو شد بیکار، دست از کار بایـد داشـتن   کار در بیکـاری دل بـود، دیگـر کـار نیـست

– همچو صبح از جیب دل، خورشید می‌آید برون   وه چه جام است این کزو جمشید می‌آیـد بـرون

– مرا ابروکمانی می‌کشد در بـر، ولـی ترسـم   که این در برکشیدن‌ها چو ناوک دورم اندازد

– مده از دست، دامان یقین، وصل[۳] ار میسّر نیست   که این مشّاطه هـم در خـوبی از معـشوق کمتـر نیـست

قصّه‌ای از کتب[۴] هندی در زمین *شاهنامه* به‌نظم راست براسـت[۵] درآورده و مطالـب تصوّف را توضیح نموده.

---

۱. د: وارد.   ۲. د: بار.   ۳. ص: فضل.   ۴. ص: ترکیب.

۵. د: + طور.

ملّا علی‌رضا تجلّی

در زمان سعادت عنوانِ شاه‌جهان، از شیراز به هندوستان آمد. شاعر غرّا[1] و خوش‌خیال بود. در قصاید و مثنوی و غزلیات، معنی‌های تازه تلاش کرده. فکرهای بلند دارد. این شعرها از زاده‌های طبع اوست:[2]

– فغانم بی‌تو شبها دل خراشد[3] مرغ و ماهی را | به‌چشمم صبح چون داغی‌ست[4] کاندازد سیاهی را

– هجر جانسوز، چه یک‌روزه، چه صدساله، یکی است | نقطه و دایرهٔ شعلهٔ جوّاله یکی است

– در قطره قطره خونم، پیکان[5] آبدار است | چون استخوان که پنهان، در دانهٔ انار است

– به‌کوری بگذرد بی‌مهر رویش عید نوروزم | بُوَد بی‌نورْ صبحم چون بیاض چشم قربانی

– بس که دارد عضو عضوم روی خواهش سوی دوست | پای خواب‌آلوده‌ام در خواب بیند کوی دوست

– بی‌تو از چشم ترم شورش[6] جیحون پیداست | چون رگ لعل، مرا هر مژه در خون پیداست

– بس که در مشت غبارم یاد رویش نقش بست | گردهٔ تصویر او شد، هر کجا گردم نشست

– بی‌تو بر من ماهتاب[7] امشب شب دیگر شدست | نور شمعم چون طلایی گشته[8]، خاکستر شدست

– محبّت، شمع فانوس است، کی پوشیده می‌ماند؟ | غم او عاقبت در پرده رسوا می‌کند ما ر

– چکد به دامنم از دیده، لخت دل با اشک | به‌رنگ شعله که با روغن از[9] چراغ چکد

---

۱. د: – غرّاو.
۲. ص: از اوست.
۳. ص: می‌گدازد.
۴. د: داغ است.
۵. ص: مژگان.
۶. س، ص: سوزش.
۷. د: باثبات.
۸. د: کشته.
۹. ص: ـ از.

– مرا هم‌مشرب[۱] تبخاله دارد روز و شب دوران　　بُوَد گر سرنگون جامم، همان لبریز خوناب است

محمّدتقی

از تازه‌گویان است، امّا بر حقیقت حالش کماهی آگاهی نیست. یک بیت از او که میرمعزّ خوانده،[۲] اینجا ایراد می‌یابد:

مست نازی و سر خانه‌خرابی داری　　از سر کوچهٔ ما می‌گذری، خوش باش

عبداللطیف‌خان تنها

دیوان صوبهٔ پنجاب بود و خواهرزادهٔ میرزا جلال‌اسیر. فکر اشعار بلند و طبع انشاپردازی رسا[۳] داشت. این چند بیت[۴] از زاده‌های طبع اوست:

– یارم به‌کنج غمکده تنها نشاند و رفت　　گفتم که من غبار تو، دامن فشاند و رفت

– بی‌داغ عشق، خون رود از چشم دل مرا　　آید به‌گریه طفل، چو خاموش شد چراغ

– بلند از جور چشم او چو مژگان گشت فریادش　　ز خاموشی چو حال[۵] سرمه را آهسته پرسیدم

– خشکی زاهد شود از گریه رسوا بیشتر　　می‌شود از بارش دی، جوش سرما بیشتر

– بتی دارم که بر بالای همچون سرو گلفامش　　قبا چسبان بُوَد، از بس که شیرین است اندامش

– بجز ساغر چو موج باده[۶] کی گردد زبان من　　به رنگ شیشه از می‌مغز دارد استخوان من

– جز به کشتن نشوند اهل جهان صاف به هم　　صیقل آینه، گردِ صفِ جنگ است اینجا[۷]

میر[۸] تشبیهی

یک بیت رسمی از او به گوش خورده:

مست آنچنان خوش است که گوید به‌روز حشر　　من کیستم، شما چه کسانید، و این چه جاست؟

دو بیت نیز فقیر به ادا گفته:[۹]

---

۱. ص: حضرت.　۲. ص: از میرمعز شنیده.　۳. ص: نیز.　۴. ص: رباعی.

۵. ص: خاک.　۶. س: باد.　۷. افزوده از «ل».　۸. د: – میر.

۹. افزوده از «ل».

- مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر | چون سرکشد ز خاک، بگوید: پیاله کو؟

کسی به حشر ز اندوهْ پاک برخیزد | که با پیاله چو نرگس ز خاک[۱] برخیزد[۲]

حافظ محمّدجمال[۳] تلاش تخلّص

سرگرم کار است، و فکرش[۴] خالی از تلاش نیست. پیش فقیر، مشق می‌کرد:[۵]

- بس که در خون تحیّر[۶] غوطه زد اندیشه‌ام | چون رگ یاقوت خوابیدست پای ریشه‌ام

- خانه‌زادان وفا را ناله می‌باشد مدام | شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را

به روز عید، هر شاه و گدا گم می‌کند خود را | تو رفتی بر سمند ناز و من از خویشتن رفتم

۱. س: خواب.
۲. ص، م: ـ کسی... برخیزد.
۳. س: جلال.
۴. د: فکر.
۵. ص: می‌کند.
۶. ص: تجرّد.

میر[1] مفاخر حسین ثاقب

عموی میرمحمّدزمان راسخ. از سادات نجیب است. طبع معنی‌یاب و ذهـن سـلیم دارد. خوش‌فکر و صاحب‌تلاش است. در سهرند سکونت داشت[2] و همانجـا درگذشـت.[3] از اوست:

– نیست پیدا سعی ما از عشق دامـن‌گیـر مـا / گـم بُـوَد آواز پـا در شـیون زنجیـر مـا
– غبـار پـرده ننـشیند بـه‌سـیما آفتـابش را / که شوخی‌های رنگ از رخ بگرداند نقابش را
– راهـرو را رهنمـا افتـادگی‌هـا مـی‌شـود / هر کجـا پـایی بلغـرد، جـاده پیـدا مـی‌شـود
– ز بـس کـه طاعـت آلـوده بـا گنـاه کـنم / به سـجده همچـو نگـین نامـه را سـیاه کـنم
– قطـع امیـد دهـد قـوّت بـازوی طلـب / بـه پـر ریختـه پـرواز تـوان کـرد اینجـا[4]
– روزگار عمر همّت کـرد در چـشمم سـیاه / پُرغبـار از دامـن افـشانده شـد کاشـانه‌ام
– اشک چشم سرمه‌آلودم دریـن سرگـشتگی / شام غربت می‌برم با خـویش هرجـا مـی‌روم
– ز دسـتگیری غربـت بپاسـت جلـوهٔ[5] مـنج / چـو مـوج ریـگ روان[6] گـرد راه خویـشتنم
– می‌بـرد از دسـت، امـشب بـادهٔ لعلـی مـرا / آنکه دُرد تـه‌نـشینش خنـدهٔ زیـر لـب اسـت
– جز حدیث خود نگنجد در دهان خود فروش / طوطی‌اش را غیر خود چون بسته در منقار نیـست
نبودم غافل از نازی که لطف آموخت آن خـو را / به خون من اشارت کرد و بی‌چین ساخت ابـرو را

---

۱. ص: میرزا. ۲. ص: دارد. ۳. ص: ـ و همانجا درگذشت.
۴. د: آنجا. ۵. ص: جاده. ۶. ص: راهروان.

– زکـــار بـــسته کـــنم راه مـــدّعا پیـــدا　　　سـر کـلاوه شـود زیـن گـره مـرا پیـدا
– دم نشاط، غـم عـشق، گـرم چـارهٔ ماسـت　　　صـدای قهقـه مـا آه پـاره پـارهٔ ماسـت[۱]
بـه ذوق نالـهٔ امـروز مـی‌تـوان جـان داد　　　کـه عنـدلیب، سـرودی بـه یـاد مـستان داد[۲]

جهانگیر بادشاه

با وجود مستی و بی‌پروایی و شغل جهانبانی و فرمانروایی، گاه گاه بـه حـسب تکلیـف وقت، زبان الهام‌بیان را به گفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان مـی‌کـرد. طبـع عـالی دشوارپسندِ خورده‌گیر و دقّت‌آفرین داشت.

گویند: روزی، شاعری، قصیده‌ای در مدح این[۳] بادشاه عالی‌جاه گفته، آورده، شـروع در خواندن کرد، همین که پیش مصرع خواند:

ای تاج دولت بر سرت، از ابتدا تا انتها

فرمود، که: از عروض و وزن و تقطیع شعر خبرداری؟ گفت: ندارم. برزبـان مبـارک راند:[۴] اگر عروضی می‌بودی، گردنت می‌زدم. شاعر به خود درماند که آیا چه خطا واقع شده؟ پیشتر طلبیده فرمود: مصرع را وقتی که تقطیع می‌کنند، چنین به وزن درآیـد: «ای تاج دو: مستفعلن. لت بر سرت. مستفعلن. از ابتدا: مستفعلن: تا انتها: مستفعلن.»

بَدیُمْن است. شاعر را باید که از همه خبر داشته باشد.[۵]

خان‌خانان، غزل ملّا جامی را طرح کرده بود، که این مصرع ازآن است:

بهر یک گل محنتِ صد خار می‌باید کشید

بندگان حضرت در باغی نشسته بودند، هوای ابر[۶] و وقت پیاله[۷] نوشی بـود. بدیهـه، این مطلع فرمود:

جام می را بر رخ گلزار مـی‌بایـد کـشید　　　ابر بسیار است و می بسیار می‌باید کشید

۱. افزوده از «م».　۲. افزوده از «ل».　۳. د: – این.　۴. ص: فرمود.
۵. ص: همه‌چیز شعر باخبر باشد.　۶. د: هوایی ابر.　۷. ص: باده.

این رباعی از زاده‌های طبع مبارک است:

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده — اندوه دل وسوسه‌ناکت خورده
مانندهٔ قطره‌های باران به‌زمین — جا گرم نکرده‌ای که خاکت خورده

ایضاً:

هر کس به ضمیر خود صفا خواهد داد — آیینهٔ خویش را جِلا خواهد داد
هرجا که شکسته‌ای بُوَد دستش‌گیر — بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه‌نو رمضان را دید، این مصرع بر زبان مبارک راند:[1]

هلال عید به‌دور افق[2] هویدا شد

خدر معلّی، نورجهان بادشاه بیگم، که طبعی موزون و فکر بلند و رسا داشت، بدیهه این مصرع رساند:

کلید میکده گم‌گشته بود، پیدا شد

بادشاه، تحسین‌ها کرد، الحق مصرع خوبی رساند.

روزی، بادشاه، پیراهنی با تکمهٔ[3] لعل پوشیده بود، بیگم[4] گفت:

ترا نه تکمهٔ لعل است بر لباس حریر — شدست قطرهٔ خون منت گریبان‌گیر

مستحسن افتاد.

روزی در شکارگاه، آهوی بسیار صید کرده بود. در این اثنا، یوز خاصه، آهوی سیاه را افکند[5]، از فرط خوشحالی[6] بر زبان مبارک رفت:

چیتهٔ پادشاه زد کاله

ابوطالب کلیم حاضر بود، مصرع رساند:

گشت صحرا ز خون پُر از لاله

پنج هزار روپیه انعام یافت. سبحان‌الله، چه زمانه و چه همّت بود. اکنون اگر آسمان را بر زمین دوزند، فایده ندارد.

۱. ص: این مصرع بر زبان آورد.
۲. ص: بر اوج فلک.
۳. ص: تکمه‌های.
۴. ص: + بدیهه.
۵. ص: صید کرد.
۶. ص: ـ از فرط خوشحالی.

بر آن گروه بباید گریست کز پس ما | حکایت کرم روزگار ما بکنند

غرض، عهد جهانگیری، عجب عهدی بود. عیش و عشرت به درجهٔ کمال رسیده. هر کسی خاطر جمعی داشته و فراغ بالی و طبع عالی متعالی در هر ادانی و اعالی اثر کرده ، مرفّه و آسوده حال به سر می‌بردند.[1]

مناسب‌خوان حاضر جواب این عصر، مثل تربیت‌خان می‌باید.

نقل می‌کنند که: روزی، شاه‌جهان بادشاه، دم صبح بر کنار دریا شکار می‌کردند، بُخار تَر از دریا برآمد، که آن را به زبان هندی «که» گویند. تمام روی هوا را گرفت. بادشاه از روی نشاط فرمودند: کسی مناسب این حال، بیتی دارد؟ تربیت‌خان عرض کرده:

قدم نامبارک مسعود | گر به دریا رود، برآرد دود

یکی از صاحب‌همّتان زمان ما همّت‌خان بود. فقیر، مدّتی خدمت او کرده، ساقی‌نامه و تعریف خسخانه در مدح او گفت. در آن مثنوی‌ها داد معنی‌یابی داده، تلاش‌ها کرده. این دو بیت از خسخانه است:

سر انگشتی به جود از یک اشارت | دهد سرمایهٔ دریا به غارت

به دُر کی همّتش دستی رساند | که آبی بسته را ناپاک داند[2]

یک روز مهربان شده، فرمود، که: چوبداری رفته خانهٔ میرزا سرخوش دیده بیاید. رو به من کرد و گفت: یک‌دست خلعت و یک رأس اسپ برای شما علیحده کرده‌ام، چون محقّری است، به خانهٔ شما می‌فرستم. دیگر روز تغافل زد. چندروز، فقیر از خانه برنیامد که مبادا عطیّهٔ ایشان بیارند و مرا در خانه نیابند. انتظارها کشید، آخر معلوم شد که قول آن ترک به کار بردند، که شاعری در مدحش قصیده گفته آورد و سر مجلس برخواند. ترک شنیده، محظوظ شده، گفت: فردا بیا چند من غلّه به تو می‌دهم. شاعر، خوشحال شده، دم صبح، باربردار و جوّال و ریسمان بر در خانه‌اش برد. ترک از خوابْ بی‌دماغ برخاسته، بیرون آمد. شاعر گفت: به موجب فرمودهٔ شما باربردار و غیره لوازم

۱. ص: - سبحان‌الله... می‌بردند.

۲. م: ـ در آن مثنوی... داند.

برای بردن غلّه آورده‌ام. امیدوار عنایتم. گفت: عجب مرد ابله بوده‌ای. تو دیروز حرفی گفتی، مرا خوش آمد، من نیز حرفی گفتم، ترا خوش آمد، باربردار و جوّال و ریسمان چه دخل دارد؟ فقیر به یک رباعی، رسوای عالمش ساخت:

ای پنجهٔ تو ز دامن همّت دور   بر دولت بی‌فیض، دماغت مغرور
بی‌همّتی و نام تو همّت‌خان است   «برعکس نهند نام زنگی کافور»[1]

عاقل خان، ناظم صوبهٔ شاه‌جهان‌آباد، به طالع ما از اسخیای روزگار بود. روزی که هزاری اضافه بی‌تلاش و تردّد برای این آمد، قصیده‌ای به رسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. مطالعه نموده نفس برنیاورد، گویا جان به حق تسلیم کرد. فقیر، تاریخی گفت:

خان عاقل‌خطابِ جاهل‌دل   که چو او نیست غافل و نادان
بگذراندم قصیده در مدحش   بستد و خواند چند بیت ازان
نقش دیوار شد به فکر صله   ماند حیران چو صورت بی‌جان
شد یقینم که سرد گشت و بمرد   ورنه می‌شد زبانْش گرم بیان
سال تاریخ فوت او جستم   گفت هاتف: «بمُرد عاقل خان»

تاریخی برای اضافهٔ آن بی‌خیر و برکت نیز گفت:

چون هزاری اضافه عاقل‌خان   یافت ناکرده کوشش مطلق

قطعه تاریخ

دل به صد حیف گفت تاریخش   «آه آمد اضافهٔ ناحق»[2]

دیگر از کریمان عصر ما خواجه بختاورخان بود.[3] سرای نزدیک به دهلی‌آباد کرده، بختاورنگر نام نهاده و جمیع شعرای پایتخت را تکلیف تاریخ آن نموده.[4] تاریخ هیچ

۱. م: ــ فقیر... کافور. س، د: ــ یکی از صاحب همّتان... کافور.
۲. س، م: ــ عاقل‌خان... ــ ناحق.
۳. م: بختاور خانجیو بودند.
۴. م: جمیع صاحب طبعان پایتخت، تاریخ آن گفتند.

کدام پسند نیفتاد. فقیر، خاطرخواه تاریخی گفت،[۱] از بادشاه تا امرای عظام، هرکه شنید، خوش کرد و همان تاریخ بر کتابهٔ آن سرای کندند:[۲]

در همـــایون عهـــد عالمگیرشـــاه	زیب تاج و تخت و فخـر دیـن و داد
بهـــر تعمیـــر ســـرای دلگـــشا	خـان بختـاور کـف همّـت گـشاد
روی[۳] نقش از گلـشن مـسجد[۴] فـزود	آبـــروی دیگـــر از تـــالاب داد
خواست طبع سرخوش از جام سـخن	ســال اتمــامش ز فــیض بامــداد
شــاد و خـــرّم زو[۵] برآمــد راهـــرو	گفــت: «بختــاورنگر آبــاد بــاد»
چـون شـد ایـن معمـورهٔ دلکـش بنـا	عقــل، «بختــاورنگر» نــامش نهــاد

روزی از راه خوش‌طبعی گفتم، که: آنچه بر این سرای خرج شده، ربـع آن را خـود هرآیینه سزاوارم، که بیابم. گفت: البتّه مطلب از ساختن رباط و سرای، نام است کـه در عالم بماند. زر ما خرج کردیم و در او نام شما شریک،[۶] پـس، نـصف زر از شـما بایـد گرفت.[۷]

روزی، رباعی به این صنعت و خوبی گذرانیدم، گفت: اتّفاقات است:

ای نام خوشت نقش ضـمیر سـرخوش	مـدح تـو همیـشه دلپـذیر سـرخوش
دست از حالش مدار گر هم‌عدد اسـت	بختـاور خـان و دسـتگیر سـرخوش

روزی که این رباعی گذرانیدم، التفات ظاهری بسیار کرد:[۸]

ای بــاطن تــو ز راز شــاهی آگــاه	بختاوری از نام[۹] تو روشن چون مـاه
تو پیرو شاه، و شه[۱۰] بُوَد پیـرو حـق	شه[۱۱] سایهٔ کردگار و تـو سـایهٔ شـاه

فرمودند: به یک واسطه، ما را هم سایهٔ الهی گفته‌ای، بـر بیـاض مـا بـه خـط خـود بنویس. نوشته دادم.[۱۲]

۱. م: فقیر، تاریخی خاطرخواه ایشان گفت.
۲. م: بر دروازهٔ سرا نوشتند.
۳. ل: رو.
۴. م: مسجد و گلشن.
۵. ل: رو.
۶. م: و در نام، ما و شما هردو شریکیم.
۷. م: + فقیر، سرفرو افگندم و گفتم: راست می‌فرمائید.
۸. م: چون این رباعی گذراندم، محظوظ شدند.
۹. م: بام.
۱۰. ل: شاه.
۱۱. ل: شاه.
۱۲. ل: − فرمودند... دادم.

با وجود این همه بی‌فیضی‌ها فقیر بعد فوت او تاریخی هم گفت:

دریغ از جهان بخت‌ورخان گذشت　　نماند آب در گلستان سخن

خرد خود است تاریخ فوتش ز دل　　بگفتا که: «کو قدردان سخن»

این قصه به آن می‌ماند که شاعری در مدح دولتمندی قصیده‌ای گفته گذرانید، ترشّحی از سحاب کرمش ندید.[۱] بعد از چندین،[۲] مثنوی به نام او گفته آورد، و هیچ التفات نکرد. قطعه‌ای مشتمل بر عرض احوال خود آورد، چیزی او را نبخشید. باز آمده بر در خانه‌اش[۳] نشست. آن دولت‌مند دون‌همّت[۴] دید، گفت: عجب حریصی بوده‌ای،[۵] قصیده گفتی، چیزی ندادم. مثنوی گفتی، محروم برگشتی.[۶] قطعه آوردی، هیچ نبردی.[۷] حالا به چه امید بر در خانهٔ من نشسته‌ای؟ گفت: نشسته‌ام که بمیری و مرثیه‌ات نیز بگویم.[۸]

در این دارالخلافه، میرابوعلی‌امجدخان بخشی واقعه‌نگار صوبه، صاحب احسان و فیض‌رسان است. فقیر، وقتی که بوعلی بود، قطعه‌ای گذرانید:

بوعلی آن سیّد عالی‌نسب　　باب علی هست ولی بن ولی

شیر بُوَد بچهٔ شیر ژیان　　بوی علی یافتم از بوعلی

مهربانی زبانی بسیار فرموده، چون به خطاب پدر – که امجد خانی است – سرفراز شد، روز محلهٔ خود، این رباعی به رسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم:

زان دم که شده اختر دولت تابان　　صبح اقبال و جاه گشته خندان

چیزی که به‌جا شده، همین شد به جهان　　کامجدخان شد نتیجهٔ امجدخان

به مطالعه درآورده، خوش‌وقت شد. فقیر را نزدیک‌تر نشاند. از جملهٔ دو اسپ فقیر، یکی را برطرف نمودند. هرچند الحال کردم، که دو ساله طلب در سرکار است؛ عوض این اسپ میسّر نخواهد شد، که این محلّه خود بحال باشد، اسپ دوم چاق و جوان است:

بدان را به نیکان ببخشد کریم

---

۱. م: روی ترشّح ندید.　۲. م: چند روز.　۳. م: آستانش.

۴. م: ـ دون همّت.　۵. م: ـ عجب حریصی بوده‌ای.　۶. م: چیزی ندادم.

۷. م: ـ قطعه نبردی.　۸. س: ـ دیگر از کریمان... نیز بگویم.

مفید نیفتاد. فقیر نیز یک رباعی همچو در کار دولت ایشان گفت:

امجدخانی که نیستش بخشش یاد | از دولت او کس نرسیده به مراد
گوینـد بـه مدح مار، زر می‌بخشد | ایـن بی‌همّت، مرا جز آزار نداد

یک امیر در عهد ما نوّاب بخشی‌الممالک روح‌الله خان مرحوم بود، که هجوکنندۀ خود را نهال کرده. گویند: عبدالله بیگ نام منصبداری، قطعه‌ای در هجوش از راه واسوختگی، نظر بر رتبه و اعتبار سکندر خدمتگار انداخته، مشهور ساخت، مصرع آخرش این است:

بر سُرینش هر که بنشیند، سکندر می‌شود[1]

رفته رفته، این قطعه به نوّاب رسید، مطالعه نموده، فرمود، که: او را حاضر سازند. چون به خدمت آمد، آن قطعه را به دستش داد و بگفت: این شما فرموده‌اید. رنگش پرید. عرض کرد که: نوّاب سلامت، این گُه را من خورده‌ام. تبسّم کرد و گفت: پریشان‌حال هم بسیار خواهی بود.

گفت: نوّاب سلامت، پریشانی و درماندگی، من خانه‌خراب را به این کم طالعی و بی‌سعادتی رهبر گشته. فرمود، که: مراتب او برنگارند، همراه برده به نظر انور گذرانیده، اضافۀ دو چند و خدمت واقعه‌نگاری جای برایش گرفته و به خانه آمده، یک اسب و خلعت خاصه و هزار روپیه از طرف خود انعام داده رخصتش فرمود.

در آن ایّام که خدمت خانسامانی سرکار عالم‌مدار داشت، فقیر در مدحش قصیده‌ای به زمین قصیدۀ شاه طاهر دکنی:

«تنگ چشمان شکوفه چون سپاه اوزبک»

در اهل سخن آن قصیده مشهور است، گفت. یک بیت فقیر این است:

ترک شوخی نکند زان سبب استاد ازل | همچو اطفال کشیدست فلک را به فَلَک

معرفت میرزامحمّد کاظم منشی و میرغیاث‌الدین منصور فکرت فرستاد. این هردو بزرگ به احسن وجوه گذرانیدند و نقلی نیز در میان آوردند، که: چون ملّاوحشی،

۱. این مصرع در «ل» حذف شده بود، با توجّه به *کلمات الشعراء* (نسخۀ خطّی ۶۸۶ سنا) افزوده شد.

جواب این قصیده را گفت، فرزندان و مریدان ملّاشاه برآشفتند. پیش یک صاحب‌سخن رفته شکوه کردند که ببینید بی‌ادبی ملّاوحشی را که قصیدهٔ شاه بابا را جواب گفته. آن عزیز گفت، که: بی‌ادبی دیگر آنکه به از شاه بابا گفته. نوّاب، خوش وقت شد. برای فقیر، خدمتی که دلخواه بود، تجویز فرمود.

حاکم معزول پیغام داد، که: اگر به حال شوم، دوهزار روپیه نذر می‌گذرانم. فرمود، که: حالا به‌سرخوش دادم. بیست و هفت سال است که به سبب آن خدمت در دارالخلافه به آسودگی تمام به سربرده، هزاران بهم رسانده و خورده. خدایش غریق رحمت کناد!

دیگر از ریزهٔ امیران، حافظ‌نورمحمّدمیرسامان، سرکار نوّاب گوهرآرای‌بیگم، مرد جواد زمانهٔ ماست. چون فیلی از حضور به او انعام شد، فقیر این رباعی گذرانید:

چون کرد شهنشاه عنایت ز حضور   فیلی که ازو چشمِ بدِ دوران دور
شد جلوه‌نما نور محمّد بر وی   چون نور تجلّی خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت و برخاست. فقیر، سرفروافکنده برخاستم. چنانچه کلاونتی[1] به امید تمام پیش امیری رفت و سلامی کرد، آن امیر نیز دست بر سرگذاشت. کلاونت برگشت و گفت: برابر شدیم، حالا چه گویم و چه توقّع ماند.

– نی شمع به محفلی نه گل در چمنی   بنگر به چه روزگار افکند مرا
– در تیره خاک هند، کریمی ندیده‌ایم   از طوطیان، کریم کریمی شنیده‌ایم

دیگر از آشنای رازهای قدیم فقیر، شیخ سعدالله نومسلم، که به پیش‌دستی دیوان خالصهٔ شریفه سرافرازی دارد و پدر و عمّش، که خواجه رام‌رای مردمی تخلّص همسایه بودند، با هم دوستی داشتیم. چون این ناخلف به دولت رسید و برای بعضی خویشان و آشنایان خود خدمت‌ها فرستاد، فقیر را نیز هوس شد برای بعضی مطالب ضروری، دو کلمه به وی فرستادم. کتابت وا نکرد، تا به جواب

۱. ل: کلانونی.

چه رسد. هرچند گذرانده ابرام نمود، گفت: فرصت ندارم. فقیر نیز قطعه و رباعی به این مضمون گفتم:

قطعه

– نحسی که روی او ننماید خدا به‌کس | سعدالله است بر غلط امروز نام او
چون کور کِش به دست فتد صیدی از قضا | ناگه فتاد وحشی دولت به‌دام او
– از سادگی نوشتمش احوال خویش را | این باده را ز سهو فکندم به جام او
دم بر نیامدش به جواب کتابتم | گویا که سرمه ریخت سوادش به کام او

رباعی

– ای سعدالله با نحوست منسوب! | حاصل نشد از توام جواب مکتوب
ان‌شاءالله در همین نزدیکی | بینم چو چتربهوج، ترا هم مغضوب

اگرچه هجو گفتن شعار نیست و زبان را به مذمّت این ناکسان آلودن عار می‌داند، و مقرّر شعراست که قابل مدح را قابل هجو نیز می‌دانند، و دولتمندان این زمانه، نه قابل مدح‌اند و نه قابل هجو، امّا به هرحال، هجوشان لازم است:

– جز به‌هجا کلک سزاوار نیست | مار که زهرش نبود، مار نیست
– گاویست زمین گرفته بر شاخ | بر پوزش عقربی نمایان
پیچد به سرش چو باد نخوت | نیشی زندش به امر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش | صاحب دولت بُوَد به دوران
این هم ز غرور حشمت و جاه | برتابد چونکه سر ز فرمان
بر پُوزش نیز هست لازم | نیش هجوی ز نکته سنجان

استغرالله، سخن در کجا بود و به کجا کشیده‌ام. باز بر سر مدّعا [آیم][1].

۱. از عبارت: «یک امیر در عهد ما...» از «ل» افزوده شده است.

آصف‌خان جعفر

از امرای جهانگیرشاهی[۱] بوده. سلیقهٔ سخنوری نیز داشت[۲]. غیر از مثنوی *خسرو و شیرین* شعر دیگر از او[۳] به گوش نخورده. از آن هم همین است:

ز شوق آنچه آنجا دید فرهاد   مرا این جا قلم از دست افتاد

در استدعای فرهاد، وقت جان کندنش گفت:

به تو دارم سپهرا! حاجت نو   که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون جز این غمم دامن نگیرد   که جز من در غم او کس نمیرد

از دیوانش نیز شعری شنیده شد:

هرکس که شبی نشست با او   بسیار به روز ما نشیند[۴]

آقا نجف‌قلی جرأت

طبعی[۵] رسا داشت. این بیت ازوست:

انجم‌افروز شب از نالهٔ[۶] جانکاه من است   آسمان کاغذ آتش‌زده از[۷] آه من است

میرزا عبدالرحیم جیشی

شاگرد ملاّخیالی[۸] است. با محمّد علی‌ماهر، هم‌مشق بوده. هر دو پیش ملّای مذکور تلمذّ می‌نمودند[۹]:

کسی که دل ز تو گیرد، کجا نگه دارد؟   من و دل از تو گرفتن، خدا نگه دارد

---

۱. د: شاه.   ۲. د: + امّا.   ۳. س، د: ــ از او.
۴. س، ص، م: ــ در استدعای... نشنید.   ۵. ص: طبیعتی.   ۶. ص: باده.   ۷. د: – از.
۸. ص: ملّا جلالی، ص: ملّا حالی، م: ملّا حاکی. متن، موافق «ل».
۹. د، ص، س: – تلمذّ می‌نمودند.

میرزا[۱] محمّد ایوب جودت

سرآمد صاحب‌کمالان و سرحلقهٔ سخنوران است. مضامینش همه بلند و معنی‌هایش همه عالی. حافظه‌اش به مرتبهٔ تمام و مدرکه‌اش به درجهٔ کمال. در قصاید و غزل و رباعی، داد تلاش می‌دهد.[۲] جوان خوش‌فکر و صاحب تلاش است. از اوست:

– چه امکان دارد از لعلش تمنّا کرد مطلبها / شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لبها

چه دور از آسمان گویی نصیب از مردمی باشد / که از دور ازل مردم ندارد چشم کوکبها[۳]

– چه غم از دستبرد ناله دارد داغ هجرانم / چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم

ندانم پرتو حُسن که جا در دیده‌ام دارد / که از آن چون پری رنگین‌تر است امروز مژگانم

– نشاط اهل دنیا در حقیقت عین غم باشد / به خود بالیدن این مردگان همچون ورم باشد[۴]

– ز رفعت بیشتر باشد صلابتْ خاکساران[۵] را / ز بالا سوی پستی هر که بیند، در هراس آید

– مردان ازین بیابان، رفتند لنگ لنگان / بنگر که پای چوبین، منصور را ز دار است[۶]

– کیست کز جادهٔ چاک جگر[۷] آگاه بُوَد / ورنه تا دوست رسیدن چه قَدَر راه بُوَد؟

– هنر را آنقدر الفت به جسم[۸] ناتوانم شد / که جوهردار چون دندان ماهی استخوانم شد

– به بزم اهل دین، ارباب دنیا را چه رو باشد / به‌رنگ خواب همچون غفلت آنجا مو به‌مو باشد[۹]

– دلی دارم که دارد خارخار از یاد گیسویش / به رنگ خارماهی شانه می‌روید ز پهلویش

نه تنها زلف او دارد گره در خاطر از عاشق / که بر گردید است از من چو مژگان هر سر مویش

– خمید از ناتوانی قامتم چون ماه نو «جودت»! / گدازد نعل در آتش، خیال چشم جادویش

– راز خلق افشا نسازد هر که ترسد از خدا / بند بند از هم جدا شد قرعهٔ رمّال را[۱۰]

---

۱. ص: ـ میرزا.

۲. ص: ـ سرآمد... می‌دهد.

۳. ص: ـ چه امکان... کوکبها.

۴. ص: – ندانم... ورم باشد.

۵. د: خاکساری.

۶. ص: ـ مردان... داراست.

۷. ص: دل.

۸. س: چشم.

۹. ص: ـ به بزم... باشد.

۱۰. ص: ـ خمید... رمّال را.

– بزرگان را بُوَد اسباب شهرت مایهٔ نقصان به چشمم ماه‌نو در شیشهٔ افلاک، مو باشد

– علاج سوز پنهانم ز افلاطون نمی‌آید که نبضم از طپیدن ماند و چون یاقوت تب دارم

رباعی

غمگین مشو از بلا اگر داری راز اینجاست که عیش رفته می‌آید باز

گر تا به زوال سایه دزدد قد خویش زان پس قد او شود بتدریج دراز[1]

۱. ص: ـ علاج... دراز.

حکیم حاذق

از امرای پادشاهی بود. دیوان ضخیم ترتیب داده، اشعارش همه به‌طرز قدیم است.[1] این بیت او دَردی دارد[2]:

دلـم بـه‌هـیچ تـسلّی نمـی‌شـود حـاذق! | بهار دیـدم و گـل دیـدم و خـزان دیـدم
نمود فاش بدانـسان کـه گوشـها نـشنید[3] | سکوت مـن سـخن نارسـیده بـر لـب را

روزی، پیش ملاّشیدا این مطلع خود را برخواند:

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بینـد مـرا | بت‌پرستی کی کند گر بـرهمن بینـد مـرا

شیدا گفت: صاحبا این شعر را در امردی گفتـه باشـند. حکـیم برآشـفت و او را در حوض غوطه‌ها داد. بیت دویمش نیز خالی از ادایی نیست:[4]

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل | میل دیدن هر که دارد، در سخن بیند مرا

حسین مشهدی

خوش‌فکر[5] بوده. این دو بیت او به خاطر است:

– یاقوت با لـب تـو دم از رنـگ مـی‌زنـد | این خون‌گرفته بین که چه بر سنگ می‌زند
ا– ز تو تـا دوسـت یـک نفـس راه اسـت | تـــو حبـــابی و بحـــر الله اســـت

---

۱. ص: ضخیم. ۲. ص: + اندک مزه داشت. ۳. د: بستند.
۴. ص: و بیت دویمش نیز حالی از آن داشت. ۵. ص: سخن.

میرحشمتی[۱]

در اکبرآباد، یک شب با وی اتّفاق ملاقات افتاده. با شیدا صحبت داشته. دیوانی ضخیم به‌طرز قدیم دارد. یک بیت او اندک بامزه هست:[۲]

موی سر کردم سفید[۳] و هیچ کارم سر نشد		دست و پایی می‌زنم اکنون که آب از سر گذشت

نقل کرد که: شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت.[۴] روزی به من گفت: میر! در شعر جای شکسته بند آورده‌ای. گفتم گردن شما بشکند تا[۵] شکسته‌بند بیارم.

در اوایل مشق به سن یازده سالگی به مطلعی گفته بودم:

برچشم او خطی نه ز ابرو کشیده‌اند		مدّی بُوَد که بر سر آهو کشیده‌اند

یاران از *دیوان فیضی* مصرع آخر برآوردند:

بالای چشم، ابروی مشکین آن غزال		مدّی بُوَد که بر سر آهو کشیده‌اند

فقیر از این بیت خاقانی به فکر این قسم معانی افتاده بود.

اطاقه به فرق شه کامیاب		چو مدّ الف بر سر آفتاب[۶]

محمّدبیگ حقیقی

در گجرات به سر می‌برد. طبعی درست داشت. ازوست:

در حقیقت دگری نیست، خداییم همه		لیک از گردش یک نقطه جداییم همه

یاران در جواب این مطلع[۷] فکرها کردند. هیچ کس این قوی مطلع نتوانست گفت.[۸] محمّد فاروق، بیتی رسانید:

قطره بگریست که از بحر جداییم همه		بحر بر قطره بخندید که ماییم همه

روزی، مست به خانه‌ای درآمد که در آنجا گذر پریان بود.[۹] شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ در دست داشت، نظر بر آن کرد و گفت: «چه رنگ است، این چه رنگ است، این چه رنگ است؟».

---

۱. د: چشتی.
۲. ص: اندک مزه داشت.
۳. ص: سپید.
۴. ص: دارد.
۵. ص: – تا.
۶. ص: ـ در اوایل... آفتاب.
۷. د: – مطلع.
۸. د: – هیچ کس... گفت.
۹. ص: می‌گفتند.

از گوشهٔ خانه، که آنجا هیچ کس نبود، آواز برآمد: «به‌مینای زمرّدگون می لعل» چنانچه همهٔ حاضران مجلس بشنیدند.[۱]

شیخ محمود[۲] حیران

می‌خواست که به‌تقلید ناصرعلی راه رود، راه اصلی خود را نیز[۳] گم کرده، حیران است. از اوست.[۴]

– آهو شنیده‌ایم و[۵] ندیدیم جز رمی | نقش جهان به گردش چشم که بسته‌اند
– امشب که بزم بی‌تو رخ دل‌طپیده است | نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است
ره می‌برد به گوش نگه چون صدای چاک | چشم جهان ز شوق که جیب دریده است؟
– به نیرنگی دل صد داغ من گردیده پامالش | که رقصد صد چمن طاوس نقش پا به دنبالش
به‌خلوت‌خانهٔ دل رفت و پیدا کرد عالم را[۶] | درین آیینه خود بنشست و بیرون ماند تمثالش
– آن نهال شعله پروردم که ذوق سوختن | چون رگ یاقوت در آتش دواند ریشه‌ام[۷]

---

۱. ص: شنیدند و پسندیدند.
۲. ص: مجهود.
۳. ص: – را نیز.
۴. ص: ـ از اوست.
۵. س: ـ و.
۶. د: در عالم.
۷. س، د، خ، ل: ـ آن نهال... ریشه‌ام.

محمّدابراهیم اصالت‌خان

خلف سیّدمظفر وزیر، والیِ حیدرآباد. «خلیل» تخلّص می‌کرد. طبعی درست داشت. با فقیر، یار بود:

– قطرهٔ خورشید را، حکم چکیدن دهیم   تشنه‌لب عشق را، ذوق چشیدن دهیم
– عشق پیش از[1] تیغ، تیزی کرده است   بی‌قیامت، رستخیزی[2] کرده است

روزی، نجابت خان، برادرش، در خط، این بیت با وی نگاشت:[3]

دو نعمت است که بالاترین نعمت‌هاست   شراب خوردن و در[4] پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید، رفتم. دیدم که مست شراب است و بر روی سبزه می‌غلطد. مرا دیده گفت که: جواب این بیت، زود باید داد[5] که به برادر عزیز بنویسم.[6] فقیر، نظر بر حالش کرد و بدیهه گفت:

– خوش است جام می‌ناب با تو نوشیدن   چو گل شکفتن و بر روی سبزه غلطیدن
به‌غافلان طرب، برقْ چشمکی زد و گفت   برون نجسته ز خود ناخوش است خندیدن

---

۱. س:– از.   ۲. ص: نوشت.
۳. س: در متن: بر دو عالم، حاشیه: بی‌قیامت.
۴. د: بر.   ۵. ص: گفت.   ۶. ص: بنگارم.

یک از فواید عزلت خود[۱] این سرِ دست است | کـه پاشکسـته نیـارد[۲] پیـاده گردیـدن

بسیار محظوظ شد و هر سه بیت مـرا در جـواب نوشـت. در صـحبتهای او بـسیار عیشها کردم. خدا سلامت دارد.

میرزا خلیل

جوان قابل منشی‌طبیعت بود. چندی در ملازمت نوّاب قدسی‌القاب، زیب‌النـساء بـیگم، خلف عالمگیر شاه، بهره‌اندوزی داشت.[۳] انشاء[۴] *زیب‌المنـشآت* را، کـه تـالیف آن بـیگم والاصفات است، ترتیب می‌داد. از اوست:[۵]

– حاجـت بـه‌گفتگـوی نـدارد بیـان مـا | سوزد چو شـمع بـر سـر حرفـی زبـان مـا
سـامان نوبهـار بـه ایـن نـازکی[۶] کجاسـت؟ | رنـگ شکـسته ریختـه دارد خـزان مـا
– برای خاطر مجنون، بهشتْ زنـدان اسـت | هوا یکی است اگر خانـه گـر بیابـان اسـت
غـم وطـن نبـود در دل مـسافر عـشق | به‌چشم او چو رسد سرمه در صفاهان است
– پیرانه سر مخور می، گفتم دگر تـو دانـی | در ماهتـاب منـشین، بـا خرقـهٔ کتـانی

شبی، فقیر در خواب می‌بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفتـه ایـستاده اسـت. میرزاخلیل، فقیر را ملازمت او می‌کناند و می‌گویـد کـه: حـضرت سـلامت، سـرخوش شاعر همین است.[۷] من از میرزا می‌پرسم کـه: آن کـدام بـزرگ اسـت؟ مـی‌گویـد کـه: حضرت مرتضی علی – صلوات‌الله علیه[۸] – اسـت. مـن دویـده سـر در قـدم مبـارکش می‌گذارم. دست بر پشت[۹] من زده، سر مرا برداشته[۱۰] فرمودند[۱۱] که: سرخوش! همچو تو شاعر در عهد تو کسی نخواهد بود. فقیر، مدّتی در تردّد بود که قول شاه ولایت چنـین است، حال آنکه همچو من در عصر من اکثر اعزّه هستند. میرزا محمّدبیگ کهکر کـه از اهل الله بود، گفت که: تو هم شاعری و هم عارف، صاحب دو صفت کمالی.

---

۱. ص: یک از قواعد خود عزلت.
۲. د: نباید.
۳. س: شرف اندوز گشت.
۴. س: ـ انشاء.
۵. س: ـ از اوست.
۶. ل، م: تازگی.
۷. د، ص: سرخوش شاعر من.
۸. ص: کرّم الله وجهه.
۹. ص: لب.
۱۰. س، د: ـ سر مر برداشته.
۱۱. س: فرمود.

قرنها[۱] باید که تا یک کودکی از راه عقل عارف کامل شود، یا شاعر شیرین‌سخن

مرزا بیدل گفت که: شاعری، عبارت از معنی تازه‌یابی[۲] است. همچو تو صاحب تلاش و معنی‌یاب در عهد تو نیست.

خالص

در عهد عالمگیر شاه از ولایت به هند آمده به‌طرف دکن اکثر می‌گذرانیده. قصاید و مثنوی و[۳] دیوانی مختصر[۴] به طرز قدما دارد. این بیت او مشهور است و قوّالان در ترانه‌ها بسته‌اند. امّا می‌دانستم[۵] که از شعرای قدیم است.[۶] در دیوانش برآمد:

– غبار راه گشتم، سرمه گشتم، توتیا گشتم به‌چندین رنگ گشتم تا به‌چشمش آشنا گشتم

به هر صورت که گردیدم، نبردم راه در کویش نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم

– رقیبا! من نمی‌گویم گل و باغ و بهار از من بهار از تو، گل از تو، هر دو عالم از تو، یار از من

مرا ای باغبان! از داغ دلْ برگ و نوا باشد چمن از تو، گل از تو، بلبل از تو، لاله زار از من

عبدالرحیم خان‌خانان

خلف بیرم‌خان از امرای عمده و خوانین عظام اکبرشاهی[۷] و جهانگیری بوده. در شجاعت و ملک‌گیری یگانه، و در سخاوت[۸] و بخششْ حاتم زمانه. در فهم و فراستْ ضرب‌المثل، و در دقیقه‌یابی و ادافهمی بی‌بدل. در داد سخن[۹]دادن اداها نموده که چشم کسی ندیده. در جود و کرم، کارهای دست‌بسته کرده که گوش احدی نشنیده. چنانچه تفصیل مدّاحان و بخشش آن جناب در کتاب *مآثر رحیمی* که میرعبدالباقی تألیف[۱۰] نموده، مشروحاً ایراد یافته. شیخ فیضی، بخشی‌الملک اکبرشاه،[۱۱] در مدحش چنین دُرفشانی کرده:

خانِ‌خانانِ عهد، کانعامش طبع را رخصت شکفتن داد

---

۱. ص: مدّتی.
۲. س، د: ـ تازه.
۳. د، ص: ـ قصاید و مثنوی و.
۴. ص: + با قصاید.
۵. ص: و ما می‌دانستیم.
۶. م: از امیر خسرو است.
۷. ص: ـ شاهی.
۸. ص: سخا.
۹. ص: سخنوری.
۱۰. ص: – تألیف.
۱۱. ص: بخشی اکبر شاه.

داشت چون اعتماد بر شعرا / صله پیش از مدیح گفتن داد

ملّا تقی‌الدین[1] شوشتری غیّوری[2] تخلّص، این رباعی در مدحش گفته:

خان‌خانان، سرِ ملایک را تاج / آوازه‌اش از نسیم و گل گیرد باج
هر گه که به‌تخت معدلت بنشیند / موسی است به طور و مصطفی در معراج

صاحب‌سخنان، که در آن عصر بودند، همه به مدح و ثنای آن سپه‌سالار بخت‌جوان، رطب‌اللّسان بودند.[3] بادفروشان در اشعار هندی‌زبان،[4] مبالغه‌ها از حد گذرانیده، به صلات و انعامات لایقه مفتخر و مباهی گشته‌اند. خود نیز گاه گاه، طبع‌آزمایی می‌کرد و[5] به رباعی و بیتی و دوهره[6] زبان را گل‌فشان می‌نمود. معنی «کلام‌الملوک ملوک‌الکلام» از عباراتش واضح و لایح است. یک رباعی و یک بیت آن[7]، بالفعل به‌خاطر بود، قلمی گردید:

رباعی

در قصهٔ عشق، مرد ناگویا به / اندیشهٔ عشق و خون دل یکجا به
تا قدر وصال دوست، ظاهر گردد / همچون شب قدر، وصل ناپیدا به

ایضاً

نی‌ام فضول که جویم وصال همچو تویی / بس است همچو منی را خیال همچو تویی

فقیر سرخوش در جواب، این بیت[8] گفته:

کجاست درک حقیقتْ مجال همچو تویی / بود ز خویش گذشتن کمال همچو تویی

وله / دوهره

کهون ترا اجی بنه نهنگ تنها کمین / کهون کهو برکت او کرت وی جانهین

---

۱. س: نقی‌الدین.
۲. د: غوری.
۳. ص: ـ همه... بودند.
۴. ص: زبان هندی.
۵. ص ـ می‌کرد و.
۶. دوهره: دوهره (دوها): دو مصراع (یک بیت شعر) در زبان هندی.
۷. د: ـ آن.
۸. ص: بیتی.

یعنی: اگر لب به بیان می‌گشایم، عشق جفا می‌کشد. قاصد! حال خود را چگونه تقریر کنم. خواهی گفت که باران کجا می‌بارد و دیگر اشارت را او می‌فهمد.[۱]

چون ذکر احوال کریمان، محرّک شوق جود و عطاست، و باعث سرنگونی ممسکان حیله‌گر بی‌حیا، نقل چند از سخاوت و احسان آن کان کرم به قید رقم در می‌آرد.[۲]

نقل است[۳]: برهمنی بی‌برگ و نوا به دست یکی از مقرّبان معروض داشت که: من و تو همزلفیم، از حال من غافل چرایی؟[۴] نوّاب شنیده، او را طلبیده پهلوی خود نشاند و تفقّد[۵] احوالش نمود. وقت رخصت، نقد و جنس آن قدر بخشید که از ورطهٔ افلاس و بینوایی[۶] برآمد. مصاحبان، التماس نمودند که: این هندو چگونه نسبت همزلفی به نوّاب داشت؟ فرمودند که: سمپدا[۷] و بپتا[۸] هر دو خواهرانند. سمپدا که عبارت از توانگری باشد در عقد من است، و بپتا که معنیش مفلسی باشد، در حبالهٔ اوست.

نقل است:[۹] ملّا نوعی که[۱۰] از مدّاحان این خدیو کشورگشا بود، قصاید و ساقی‌نامه در مدح آن سپه‌سالار گفته، مکرّر صلات و انعامات لایقه یافته. یک‌دفعه به چارده[۱۱] هزار روپیه نقد و جنس و خلعت خاصّه و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سربلند گشته، چنانچه ملاّرسمی[۱۲] گوید:

ز نعمت تو به نوعی رسید آن مایه	که یافت میرمعزّی ز دولت سنجر
ز گلبن املش صد چمن گل امید	شکفت تا که به مدح تو شد زبان‌آور

عرفی و نظیری و غیرهما هرکه مدحت این ستودهٔ زمانه[۱۳] کرده، صله و جایزه به کام آرزو یافته.

نقل است:[۱۴] جهانگیر بادشاه، باده‌فروشی را به سبب تقصیری، فرمود که زیر پای فیل اندازند. باده‌فروش، فریاد برآورد که: پادشاه سلامت! من باده‌فروش ضعیف و حقیر،[۱۵] چه لایق پای فیلم! مرا در پای بلبلی و گنجشکی و صعوه‌ای باید انداخت. زیر پای فیل،

---

۱. د، ص، م، ل: – کهون... می‌فهمد. ۲. ص: می‌آید. ۳. ص: ـ است.
۴. ص: غافل مباش. ۵. ص: تفصیل. ۶. ص: ـ بینوایی. ۷. ص: سپنتا.
۸. ص: بتها. ۹. ص: ـ است. ۱۰. ص: + یکی. ۱۱. ص، ل: جایزهٔ.
۱۲. ل: رستمی. ۱۳. ص: سرمایه. ۱۴. ص: ـ است. ۱۵. ص: احقر.

خان‌خانان را باید انداخت. بادشاه تبسّم کرد و از سر قتلش[1] درگذشت. سپه‌سالار شنیده، چند هزار روپیه انعام به آن باده‌فروش فرستاد.

نقل است: باده‌فروشی، شعری به زبان هندی گفته آورد مضمونش آنکه: جفت سرخاب که روزْ واصل و شب، از هم جدا می‌باشند، نر با ماده می‌گوید که: وقت آن رسیده است شب، که میان ما و تو پردهٔ مفارقت می‌اندازد، از عالم برطرف شود و ما را وصال دائمی میسّر آید. ماده گفت: چگونه؟ گفت: نوّاب خان‌خانان، جواد دست به بخشش و بذل گشاده، زر[2] خزاین تمام عالم بخشیده، دست به‌کوه سمیر می‌اندازد و زرش را نیز به غارت می‌دهد. شب که آفتاب در پس آن پنهان می‌شود، نمی‌تواند شد، در عالم همیشه روز خواهد بود[3] و ما باهم یکجا خواهیم بود. مقرّر اهل هند است که: سمیر، کوهی است از طلا و محیط است به‌کرهٔ زمین، به حساب آنها هر روز[4] آفتاب در پس آن غروب می‌شود و هم از افق آن سر بر[5] می‌زند.[6] نوّاب گنج‌بخش فرمود: تو چند ساله‌ای؟ عرض کرد که: سی و پنج ساله. گفت: عمر آدمی چند است؟ گفت: نهایت[7] صد سال. فرمود که: سی و پنج سال وضع کرده، شصت و پنج سال طلب این به[8] حساب، پنج روپیه یومیّه شمار کرده بدهند که عمر باقی، محتاج نماند.

نقل است:[9] روزی طعام می‌خورد، خدمتکاری برسرش ایستاده، مگس‌رانی می‌کرد. به گریه درآمد. پرسید: چرا گریه می‌کنی؟ گفت:[10] از انقلاب زمانه. فرمود که: تو چه[11] کسی، پسر کیستی؟ گفت: پسر فلان بن فلان خان. نوّاب بر سبیل امتحان پرسید:[12] اگر دولتمند[13]زاده‌ای بگو که در مرغ، کدام چیز لذیذتر است؟ گفت: پوست مرغ. نوّاب قدردان فرمود که دست‌هایش بشویانند. برابر خود به سفره بنشاند و در صدد احوال‌پردازیش شد. در اندک فرصت به پایهٔ دولت رساند. بعد از چند روز، خدمتکاری دیگر از راه تقلید[14] بگریست. نوّاب، استفسار حالش همان طور[15] نمود. همان طرز تقریر

---

۱. ص: فیلش.
۲. ص: از.
۳. ص: ماند.
۴. ص: بروز.
۵. س: ـ بر.
۶. ص: بر می‌کند. د: برمی‌کشد.
۷. ص: – نهایت.
۸. د: – به.
۹. ص: ـ است.
۱۰. ص: عرض کرد.
۱۱. س، د: ـ چه.
۱۲. ص: فرمود.
۱۳. س: دولت.
۱۴. ص: بتقلید.
۱۵. ص: ـ همان‌طور.

کرد.[۱] فرمود که: اگر صادقی، بگو که در گاو کدام چیز لذیذتر است؟[۲] مقلّد احمق گفت: پوست گاو. نوّاب خنده کرد، او را نیز از فضل و کرم محروم نداشت.

نقل است:[۳] روزی که به‌حکم جهانگیرشاه، مهابت‌خان به تقریبی، نوّاب را در قید داشت، سرهای دو پسر رشید ایشان را بریده در خوانی گذاشته، خوان‌پوش انداخته، پیش نوّاب فرستاد. نواب به تلاوت *قرآن*[۴] مشغول بود. چون[۵] آورده پیش نظرش گذاشتند،[۶] پرسید: چه چیز است؟ آرنده گفت[۷] که: نوّاب مهابت‌خان، تربزها برای شما فرستاده. چون سرخوان وا کردند، سرهای پسران خود را دید. تبسّم کرد و گفت که: مهابت‌خان برای من تربزهای شهیدی فرستاده.

نقل است:[۸] روزی با راجه مان‌سنگهه نردبازی می‌کرد. با هم شرط بستند هرکه بازی ببازد، یک بار آواز کُدّی[۹] کند. قضا را نوّاب[۱۰] باخت، از جا برخاسته عزم رفتن محل کرد. راجه دامن گرفت که شرط به جاآرید. گفت: می‌آیم. در این لفظ، ادای آواز کدّی[۱۱] کرد.

نقل است:[۱۲] مصوّری، شبیه زنی[۱۳] غسل کرده نشسته و کنیزی بر کف پای او سنگ پا می‌زند، کشیده در سواری گذرانیده، یک نظر دیده بر بالش پالکی گذاشته برای مجرای پادشاه رفت. وقت برگشتن، مصوّر خود را نمودار ساخت. فرمود: که پنج هزار روپیه بدهند. صورت‌گر عرض کرد که: تصویر من از پنج روپیه زیاده نمی‌ارزد. امّا صنعتی در این کرده‌ام، اگر نوّاب واقف شده، داد کار من می‌دهد،[۱۴] می‌گیرم. فرمود که: صنعت، همین است که در وقت سنگ‌پا زدن، خارشی در کف پا می‌شود، اثر آن در[۱۵] چهره[۱۶] نمایان کرده‌ای. مصوّر، گرد پالکی آن دقیقه‌یاب گردید.

نقل است:[۱۷] درویشی[۱۸] در پرگنه‌ای از جاگیر نوّاب، مدد معاش داشت. عامل آنجا

---

۱. س، د: ـ همان... کرد.
۲. ص: پذیراست.
۳. ص: ـ است.
۴. ص: + مجید.
۵. ص: خوان.
۶. ص: گذاشت.
۷. ص: عرض کرد.
۸. ص: ـ است.
۹. ص: کسری؟ ل: گربه.
۱۰. ص: + بازی.
۱۱. ص: در کسری؟ ل: گربه.
۱۲. ص: ـ است. ل: + گویند.
۱۳. ص: نسای.
۱۴. ص: می‌دهند.
۱۵. س،د: از آن.
۱۶. ص: چنین تصویر.
۱۷. ص: ـ است.
۱۸. ص: + ملکی.

سند مجدّد از او درخواست نمود.[۱] درویش به‌خدمت نوّاب آمد، عرض حال[۲] کرد. به مُنشی امر شد که پروانه بدهد.[۳] مجلس سرودْ گرم بود. درویش را وجد و حال دست داد. چرخ‌ها می‌زد. هرگاه از پیش نوّاب می‌گذشت؛ در عین حال می‌گفت که: پروانه نوشتند.[۴] نوّاب به منشی تأکید می‌کرد.[۵] هرگاه گذرش بر نوّاب می‌افتاد، از پروانه و مُهر کردنش می‌پرسید. تا آنکه نویسانده مهر کرده به‌دستش دادند. برسر گذاشته رقص‌ها کرد. چون مجلس تمام شد، درویش مرخّص گشت. مصاحبان به خنده درآمدند که عجب صوفی طاماتی بود. صوفی[۶] در وقت حال، باید که بی‌خبر و مدهوش بود. نوّاب گفت که: کامل الحال بود. چون خطرهٔ پروانه درآن وقت در خاطرش بند می‌شد، برای رفع آن می‌گفت که زود پروانه حاصل شود که وجد به‌فراغ دل کنم.

غرض، این قسم مناقب آن برگزیدهٔ آفاق بسیار است، اگر به تحریر پردازد، دفتر می‌شود.

مصراع

مرا چه کار، اگر زید خوب و عَمْر بد[۷] است

میرزا[۸] خلقی

خوش‌سخن بوده. همین بیت ازو به دست آمد:[۹]

رسید بر سر بالین به وقت نزعم[۱۰] یار   چراغ زندگیم شام مرگ، روشن شد

---

۱. ص: کرد.   ۲. ص: – حال.   ۳. ص: بدهند.   ۴. س: نویسند.
۵. ص: می‌فرمود.   ۶. س: ـ صوفی.   ۷. ص: ـ که وجد... بد است. ل: – غرض... بد است.
۸. ص: مرزا.   ۹. ص: افتاده.   ۱۰. ص: مرگم.

قاسم‌خان دیوانه[1]

یک بیت او نیز به گوش خورده:

نگاهم را به‌دام افتاده[2] عکس شعله‌پردازی خموش ای هم‌نفس! یکدم که در صید[3] پریزادم

یک دو مرتبه او را در قهوه‌خانه[4] دیدم. بسیار بر خود مغرور بود. ابتذال شعر هر کس برمی‌آورد[5]. گمانش[6] این بود که معنی نابسته نمانده. فقیر، چند شعر خود برخواند. گفتم: ابتذال برآر! درماند و تحسینها کرد. شاعر پخته بود.[7]

میرزا رضی دانش

در عهد شاهجهان بادشاه به‌هند آمده، هنگام[8] سخنوری را گرم داشته. بسیار شیرین‌گو و معنی‌یاب بوده. دارا شکوه این بیتش را خوش کرده، طرح نموده:

تاک را سرسبز دار ای ابر نیسان! در بهار قطره تا مَیْ می‌تواند شد[9]، چرا گوهر شود

من اشعاره:[10]

- رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

---

۱. ص: ـ دیوانه. د، ل: خازن. ۲. ص: افتاد. ۳. ص: قید. ۴. ل: خانه.
۵. ل: می‌آرد. ۶. ل: کمالش. ۷. س، ص: - یک دو مرتبه... پخته بود.
۸. د، ص: هنگامه. ۹. د: دریا تواند شد. ۱۰. ص: من اشعار رضی.

- خدا از دست دشمن، کار محتاجان برون آرد | خم می محتسب بشکست، عید باده‌خواران شد
- شکسته شیشه و می‌ریخته‌ست و دل‌تنگم | به بال برگ خزان‌دیده می‌پرد رنگم
- درآن وادی که من می‌گردم،[۱] آبادی نمی‌باشد | سیاهی می‌کند[۲] از دور، گاهی چشم آهویی
- همچو دزدی[۳] که به باغ از گذر آب رود | از رگ تاک به میخانه رهی پیدا کن
- باغ را از رخنهٔ دیوار می‌بینم، مباد | باغبان تا در گشاید، موسم گل می‌رود[۴]
- بر سرم آمد، ولی بسیار زود ازمن گذشت | دولت تیزی که می‌گویند شمشیر تو بود
- تو چون سیل آمدی بر ما[۵] گذشتی[۶] | چو صحرا سینهٔ چاکی به ما ماند
- نشان آب حیاتم چه می‌دهی ای خضر! | کجاست سرمهٔ از دیده‌ها[۷] نهان گشتن؟
- فرصتی خواهم که یک شب با تو بزم‌آرا شوم | می‌کنم تا شمع روشن، صبح روشن می‌شود[۸]
- کسی در عاشقی هم‌پیشه را چون من نمی‌خواهد | خورم گر آب شیرینی، به یادم کوهکن آید
- چون سر زلفش به‌دستم افتد، از خود می‌روم | همچو طفلان، اوّل شبْ خواب می‌گیرد مرا
- روز وصل تو گم کنم خود را | نو به دولت رسیده را مانم

میرزا[۹] رفیع دستور

در اوّلِ عهد جهانگیری درگذشته، در سخنوری و نکته‌سنجی دستورالعمل بوده. از اوست:[۱۰]

- ای درد توام قرین، قرین را چه کنم؟ | دین پردهٔ روی تُست، دین[۱۱] را چه کنم؟
ز اندیشهٔ غیر تو تهی سازم دل | فکر تو حجاب تُست، این را چه کنم؟
- از بهر شهود،[۱۲] عکس آن بدر منیر | کز وی شده نور دلبری عالمگیر
عالم همه آیینه و انسان در وی | جامی است ز آیینه که شد عکس‌پذیر

---

۱. ص: می‌باشم.
۲. در حاشیهٔ «س»: سیاهی کردن: نمودار شدن.
۳. د: رودی.
۴. ص: بگذرد.
۵. ص، حاشیهٔ س،د: مستان.
۶. م: مستانه رفتی.
۷. د: دیده‌ای.
۸. د: می‌کند.
۹. ص: + محمّد.
۱۰. س: ـ از اوست. د: وله.
۱۱. ص: وی پردهٔ روی دین.
۱۲. ص: سواد.

ملّا دانا

در معنی[1]یابی، تلاش بسیار داشت. به عنوان منشی‌گری در سرکار[2] امیرخان، منسلک بود. این چند بیت از اوست:[3]

در عشق ابلهی است به‌تقلید گفتگو — این راه را چو سایه به پای کسان مپو

بربند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر — بفروش خویش را و نگهدار آبرو

اضطراب اندر سخن عیب است «دانا»! چون هلال — مصرع برجسته باید، گو پس از ماهی رسد

محمّدامین ذوقی

صاحب‌مذاق چاشنیِ سخن بوده. یک بیت ازو به یاد است:

گناهم را عذابی باید از دوزخ فزون، ترسم — که سوزندم به‌داغ هجر فردای قیامت هم[4]

۱. ص: معانی.

۲. ص: + نوّاب.

۳. ص: این چند بیت از اداهای طبع اوست.

۴. ص: ـ محمّد امین... قیامت هم.

عاقل‌خان رازی

در عنفوان جوانی، مشق شعر کرده. کتاب *مرقّع* در زمین[1] *مثنوی* مولوی روم[2] بـه تقلیـد عارفان گفته. بیشتر مطالبِ نسخهٔ *امواج خوبی* به نظم درآورده. چند تصنیف[3] دیگر هـم بی‌مزه دارد. این هر دو بیت[4] از زاده‌های طبع اوست:

– عشق که آسان نمود، آه چـه دشـوار بـود　　هجر که دشوار بود، یار چـه آسـان گرفـت

تنهـا نشـسته‌ایـم و طلبکـار چـون خـودیم　　مکتـوب اشـتیاق بـه‌عنقـا نوشـته‌ایـم

مرزا حسن بیگ رفیع

پیش ندرمحمّد[5]خان، والی توران، خدمت منشی‌گری داشت. چون به هند آمد، شاه‌جهان بادشاه، او را به‌منصب پانصدی[6] سرفراز ساخت. در عهد عالمگیرشاه، به‌خدمت دیـوانی بیوتات کشمیر، شرف‌اندوز گردید. آخر در دارالخلافه به‌اجل طبیعی[7] درگذشـت. چـون بادشاه، او را خدمت جایی می‌فرمود، به زودی تغیر نموده، به‌حضور[8] می‌طلبید، این بیت گفته گذرانید:

یک زمان فاصله‌ای نیست سـفرهای مـرا　　رفـتن و آمـدن مـن بـه نَفَـس مـی‌مانـد

---

۱. ص: + شاهنامه و.　۲. ص: ـ روم.　۳. د: بیت.　۴. س، د: سه.
۵. ص: میرزا محمّد. م: نظر محمّد.　۶. د: + ذات.　۷. د: طبعی.
۸. ص: ـ به حضور.

این بیت او شهرت تمام دارد که اکثر فخر می‌کرد:

عمر گر خوش گذرد، زندگی خضر کم است ‌ ‌ ‌ ور به ناخوش گذرد، نیم نَفَس بسیار است

میرمعزّموسوی‌خان[۱] دخل، کرد که: «به ناخوش» دُرست نیست، یا «ناخوش» می‌باید گفت، یا «به ناخوشی». میرزا شنیده «به‌تلخی گذرد» درست کرده. امّا شعر از مزه افتاد.

دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد. مثنوی در تعریف شاهجهان‌آباد خوب گفته، چنانچه در تعریف تخت مرصّع گوید:

اگر پاسبانش شود مست خواب ‌ ‌ ‌ به رویش فشاند ز یاقوت آب

در صفت عمارت عالی گفته:[۲]

قضا رفعتش را به جایی رساند ‌ ‌ ‌ که آتش ز همراهی سنگ ماند

در تعریف انارِ باغ حیات‌بخش گفته:[۳]

انار دلکش این تازه بستان ‌ ‌ ‌ بود بی‌دانه همچون نار پستان

نوّاب علیةالعالیه، بیگم صاحب، شنیده، این بیت را بسیار خوش کردند.[۴] پانصد روپیه صله دادند.

این رباعی در تنزّل احوال خود به‌عرض عالمگیرشاه رسانده، که بیت آخرش این است:

– گفتم قدمی پیش نهم، پس رفتم ‌ ‌ ‌ در بخت، نظیر پای معکوسم من

– چو رشته از گهرم گر لباس پوشانی ‌ ‌ ‌ برآورم سر خود را همان به عریانی

– چو غنچه‌ای که بُوَد در میان خرمن گل ‌ ‌ ‌ نشسته‌ام به‌دل جمع در پریشانی

– خوشم که غیر نگنجد میانهٔ من و تو ‌ ‌ ‌ چو خاتم دو نگین است خانهٔ من و تو

– ز وطن یاری نیامد با من شیدا برون ‌ ‌ ‌ آمدم مانند دست از آستین تنها برون

– خویش را آشنای حرف مکن! ‌ ‌ ‌ نقطهٔ امتحان کاتب باش!

– ای جرس! این همه فریاد ز دل‌تنگی چیست؟ ‌ ‌ ‌ شُکرها کن که دلت جای طپیدن دارد

---

۱. ص: معزّ فطرت موسوی خان.

۲. ص: خوب گفته، این است.

۳. ص: + این است.

۴. ص: شدند.

– چه‌ها کنم دل او گر شود به فرمانم[۱] جنون به سر زده را دسترس به‌سنگ مباد!
– بی‌لب لعل تو می‌خوردیم، دل را زد شراب محتسب‌بنشین که ما را باده خود کرد احتساب

میرزا[۲] محمّد علی رایج

از سادات سیالکوت[۳]. مردی است قلندروضع آزاد[۴] مشرب. مشق سخن[۵] را پخته کرده.[۶] صاحب فکر و معنی بلند است.[۷] از اوست:[۸]

– جز هوایی نبود این همه ما و من ما خالی از تن چو حباب آمده پیرامن ما
– ای حریفان را به راحت رفته از سرهوش‌ها زانتظارت دیدهٔ قربانیان آغوش‌ها
– ز چین ابروی او جوهر شمشیر می‌ریزد زند مژگان چو برهم، یک نیستان تیر می‌ریزد
که جز بر صفحهٔ وحدت تواند بست نقش او ز رنگ خود مصوّر رنگ این تصویر می‌ریزد
– رهت زد سعی وصل یار، ورنه مطلب آسان بود نمی‌شد گر برون از آستین دست تو، دامان بود
به‌جنگ ما و من، روزی که از وحدت کمر بستم ز خود بیرون شدنها بر کفم شمشیر عریان بود

سید پاک‌گوهر میر[۹] محمّد زمان راسخ

از خوش‌خیالان زمان و بلندفطرتان جهان است. طبع عالی و فکر رسا داشت.[۱۰] در نازک‌بندی و معنی‌یابی، داد سخنوری داده و[۱۱] می‌دهد. صافی ذهن و جودت طبع او به مرتبهٔ کمال است. فقیر، مطلعی گفته بود، میرمعزّ[۱۲] وغیره صاحب‌سخنان، همه خوش کردند، هیچ کس جای انگشت نداشت.[۱۳] این است:

بیت

به اندک تلخی اندوه، عشرت‌ها نمی‌ارزد به تشویش حلال[۱۴]، این نعمت دنیا نمی‌ارزد

میر، شنیده گفت که: لفظ «تلخی» بیجاست. همان ساعت، لفظ «کاوش» به‌جای آن رساند. الحق، اصلاح خوشی کرده، جانی از این لفظ در قالب شعر دمید. در شهر[۱۵] سرهند[۱۶]، ودیعت حیات سپرد. فقیر، تاریخ رحلت آن عزیزالوجود چنین یافته:

---

۱. س، د: قربانم. ۲. ص: میر. ۳. د: سالکوت. ۴. ص: آزاده.
۵. ص: ـ سخن. ۶. ص، د: نکرده. ۷. ص: امّا صاحب فکر است.
۸. س، د: ـ از اوست. ۹. د: – میر. ۱۰. ص: دارد. ۱۱. ص: ـ داده و.
۱۲. ص: + فطرت. ۱۳. ص: نگذاشت. ۱۴. د: خلال. ۱۵. د، ص: ـ شهر.
۱۶. د: سهرند.

محمّـد زمـان راسـخ خـوش‌خیـال / دریغـا بـه جـان آفـرین جـان سـپرد
چو تاریخ فـوتش دل از عقـل خواسـت / خـرد گفـت بـا دل کـه: «راسـخ بمـرد»

دیگر، مصرعِ مادهٔ تاریخ است:[۱] «راسخ دم بود محمّد زمان»

این شعرها از زاده‌های طبع اوست:

- یـاد از شـام غـم نالـه‌خموشـان کـردیم / مـشتی از سـرمه گـرفتیم و پریـشان کـردیم
جامـهٔ صـبر بـه بـالای جنـون تنـگ آمـد / هرچـه از دسـت برآمـد، بـه‌گریبـان کـردیم
- ز گلگشت چمن، بیرون چوآن سرو خرامان شد / گشاد بـال بلبـل، بـاغ را چـاک گریبـان شـد
خرابی‌های عاشق برفروزد رنـگ رخـسارش / پریدن‌های رنگـم آتـشش را بـاد دامـان شـد
- از ظهور عشق، عالم یک تجلّی بیش نیست / ریخت رنگی در طپیدن طرح این کاشـانه بـست[۲]
- بُوَد از درد وحشت نشئهٔ در خون طپیدن‌ها / شـود دامـن تـهِ پـا صـید را گـرد رمیـدن‌هـا
جهـان دیگـرم پـرواز را بایـد کـزین عـالم / چو چشم خفته بگذشـتم بـه‌بـال آرمیـدن‌هـا
- اثر به نالهٔ[۳] عاشق ز اضـطراب خـود اسـت / چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش اسـت ز جـام شـراب تـشنه‌لبـی / جبین بادیه را صندل از سراب[۴] خـود اسـت
- یاد چشم سرمه‌آلودش[۵] ز خویشم مـی‌بـرد / مـی‌کنـد گـردِ رم آهـو ز خـود پنهـان مـرا
- جلـوه گـاهِ آه گـرمم گـر شـود میخانـه‌هـا / خشک گردد می چو خونِ نافه در پیمانـه‌هـا
خرمنم در انتظار بـرق[۶] هـستی‌سـوز اوسـت / می‌پرد همچون شرار از شوقْ چـشم دانـه‌هـا
- گشت خون از درد عشق آخـر دل غـم‌پیـشه‌ام[۷] / از می خویش است چون یاقوت رنـگ[۸] شیـشه‌ام
هر قـدم در بیـستون غـم، دلـی گـم کـرده‌ام / با شکست شیشه می‌جوشـد صـدای تیـشه‌ام

میر[۹] روحی

برحقیقت حال او اطّلاعی نیست. یک شعر او خوش‌آمده:

به‌کیش سخت‌دلان هم فسردگی ننـگ اسـت / گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

---

۱. د، ص: ـ دیگر ... است. ۲. س، د: هست. ۳. ص: بادهٔ. ۴. د: شراب.
۵. ص: آلودی. ۶. س: شور. ۷. د: بی‌ریشه‌ام. ۸. ص: رنگین.
۹. ص: ـ میر.

آقا رضی

یک شاه بیت او به گوش خورده، قلمی شده:

برندارد عشق، هرگز دست از دامان حُسن گر بسوزی[۱] سرو را قمری سمندر می‌شود

محمّدرضا کشمیری

خوش اندیشه بود. ازوست:

محبت را پس از قطع محبّت، لذّتی[۲] باشد که شاخ نخل پیوندی به از اوّل ثمرگیرد

ملّا رضوان[۳]

از ولایت آمده در لاهور توطّن گرفته.[۴] صاحب دو بیت، بیش نبود. در آن دو بیت نیز یاران، ابتذال برآوردند و بیچاره را بی‌مایه ساختند:[۵]

– مگر ساقی کمر در خدمت میخانه می‌بندد که چون نرگس به هر انگشت خود پیمانه می‌بندد

حاجی محمّدجان قدسی[۶]

یک جام خمارم نبرد، کاش چو نرگس بودی به هر انگشت مرا ساغر دیگر

معنی این رباعی را تازه یافته بود، یاران، بسیار پسند کرده بودند. مطلع به‌خاطر نیست:[۷]

چون پیر شدی، مشو ز مردن غافل صبحِ شب مهتاب، نهان می‌باشد

فقیر، این معنی را چنین بسته:

فتد یاقوت ز آب و رنگ پیش لعل می‌نوشش بُوَد صبح شب مهتاب گوهر در بناگوشش[۸]

---

۱. د: تو سوزی. ۲. ص: از ازل. ۳. د: – ملّا. ۴. ص: کرده. د: گرفته.
۵. ص: ـ و بیچاره... ساختند. ۶. ص: محمّد جان قدسی در جواب بیت اوّل می‌فرماید.
۷. ص: ـ معنی... نیست. ۸. س، ص: – فقیر، این معنی ... بناگوشش.

زکی[۱] همدانی

از احوال او کماهی آگاهی نیست. این سه بیت ازوست:[۲]

– نه نکهتی ز گلی، نـی پیـامی از خـاری؟ درین چمن به چه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بُوَد از زخم ورنه فرقـی نیـست میـان چـاک دلـی و شـکاف دیـواری

– اگر حریف بلایی، هلاک خویش مخـواه چرا که آرزوی مرگ عافیـت‌طلبـی اسـت

زمانا

در معنی‌یابی، یگانهٔ زمانه بود. این ابیات ازوست:

– درد سر[۳] کیفیّت مخمور[۴] را فرزانگی است نـشئهٔ آسـودگی در بـادهٔ دیـوانگی اسـت

نی تغافل از تو می‌بینم، نه[۵] روی دل، نه جور گر چنین است آشنایی، صرفه در بیگانگی است

قوّت بال طلب تـا[۶] هـست، کوتـاهی مکـن از حرم تا دیر، یک پرواز مرغ خانگی است

– آنچه بی‌روی تو منظـور نظـر داشـته‌ایـم[۷] آستینی است کـه بـر دیـدهٔ تـر داشـته‌ایـم[۸]

اشک در راه طلب، سـخت روان اسـت مـرا زحمـت گـام ازیـن بادیـه[۹] برداشـته‌ایـم[۱۰]

---

۱. ص: ترکی. ۲. ص: ـ از احوال ... اوست. ۳. د: وز سر.

۴. ص، متن س، ل، م: پیمان. ضبط، موافق حاشیهٔ «س» است. د: پیمانهٔ — را.

۵. ص: به. ۶. د: گر. ۷. ص: برداشته‌ام. ۸. ص: برداشته‌ام.

۹. د: وادیه. ۱۰. ص: برداشته‌ام.

محمّدقلی سلیم

در زمان شاهجهان از ولایت به هند آمده، داد خوش‌خیالی و معنی‌یابی داده. در ملازمت نوّاب[1] اسلام‌خان، وزیر اعظم، می‌گذرانید. شعرهای خوب دارد. ازوست:[2]

– چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است | مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

– گدای کوی خراباتم و غمم این است | که باده آتش سوزان و کاسه چوبین[3] است

– دل چو شد گرم[4] ز می، جلوهٔ معشوق کند | ماهی موم به‌آتش چو رسد، آب شود

– در تلاش سوختن چون کاغذ آتش‌زده | داغهای سینه‌ام با هم به‌جنگ افتاده است[5]

– توان از دانه‌های سبحه دانست | که دل‌ها را به دلها هست راهی

– نوبهار است و چمن در پی سامان گل است | ابر بر روی هوا دود چراغان گل است

بسکه گل سرزده از هر سر خار ماهی | کوچهٔ موج به دریا چو خیابان گل است[6]

– بسته کمر کینم، در قبضه کمان او | در کشتن من تیغش، افتاده به یک پهلو

بیماری چشمش را، تغویذ چو بنویسند | از پردهٔ چشم آرند، خوبان ورق آهو

– به عیش‌آباد هندستان غم پیری نمی‌باشد[7] | که مو نتواند از شرم کمرها شد سفید[8] اینجا

– کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم | در هند سیه‌بختی خود شاه سلیمم

---

۱. د: – نوّاب. ۲. ص: ـ از اوست. ۳. ص: چینی. ۴. ص: نرم.
۵. ص: افتاده‌اند. ۶. س، د: بسکه ... گل است. ۷. ص: نمی‌ارزد. ۸. ص: سپید.

سالک یزدی[۱] و سالک قزوینی

هر دو همعصر بودند. در عهد شاهجهان پادشاه، کوس سخنوری می‌نواختند. در تلاش سخن و کوشش معنی‌یابی، هر دو استاد فن و کامل عیار بودند.[۲] امّا غیرت این قدر نداشتند که یک تخلّص را دو کس چرا اختیار کرده‌اند، مگر قحط تخلّص بود.[۳]

این چند بیت[۴] از سالک یزدی، ایراد می‌یابد:

– شکست شیشهٔ خاطر ز ساغرم پیداست / چو لاله داغ دل از کاسهٔ سرم پیداست
جواب نامهٔ من غیر ناامیدی نیست / ز دست سودن بال کبوترم پیداست
– از بس به دشت کرده‌ام آشفته نالها / چون زلف دلبران شده شاخ غزالها
– در دور رخت زلف به‌صد قیمت جان است[۵] / دیوانه ز بس پُر شده، زنجیر گران است
– عجب مدار که طوطی شود شریک هما / شکر ز درد تو در استخوان سر دارم
ز دست کینهٔ[۶] ناخن مدد نمی‌خواهم / به‌رنگ غنچه به دل شوق جامه‌در دارم
– از ما به اسیران بلا[۷] باد بشارت / کز بیضه به‌یک منزلی دام رسیدیم
– صحبت ما عاقبت با دوست درخواهد گرفت / ما سراپا خار خشکیم، او سراپا آتش است

سالک قزوینی:[۸]

– کبک از حیرت رفتار قیامت‌زایش / بسکه استاده به ره، ریخته خون در پایش
– بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش / طاوسْ اسیر است به گُلدام پر خویش
– استخوان من و مجنون به تفاوت بردار / ای هما! چاشنی دردْ فراموش مکن
– چین بر جبین ز جنبش هر خس نمی‌زنند / دریادلان چو آب‌گهر آرمیده‌اند

سایرای[۹] مشهدی

در هند نیامده. چند بیت او از *بیاض* میرمعزّموسوی خان[۱۰] سواد برداشته. ازوست:

---

۱. د: ایزدی. ۲. س: ـ بودند. ۳. ص: ـ مگر... بود. ۴. ص: این شعر.
۵. س: از آن است. ۶. ص، ل: یکسر، م: کمتر. ۷. ص، ل، م: قفس.
۸. ص: من اشعار آبدار سالک قزوینی، پاره‌ای از سالک یزدی خوش است. ۹. ص، ل، م: سایر.
۱۰. ص: معزّ فطرت.

- پرتو عمر چراغیست که در بزم وجود / به نسیم مژه برهم‌زدنی خاموش است
- میخانه‌ها ز گردش چشمش[1] خراب شد / خُم گردباد بادیهٔ اضطراب شد
- چون گرفتاری تن[2] دید محبت، فرمود / که دگر دام نسازند و قفس نفروشند

قافلان بیگ سپاهی[3]

خوش‌فکر بوده. همراه ایلچی هند به ایران رفته، با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته. یک بیت صائب را بالمشافهه تحسین کرده، به هند آورده، پیش محمّد علی ماهر نقل کرد، و ایشان پیش فقیر.[4]

صائب

مجنون به‌ریگ بادیه غم‌های دل شمرد / یاد آن زمانه‌ای که غم دل حساب داشت

اشعار مرزا صائبا ازین هم بلندتر است، اما این عزیز را همین خوش آمده.[5]

من اشعاره:

- رسید یار من از گرد راه و می‌خواهم / کمر گشاید و خنجر به من حواله کند
- شد سفید از گریه چشمم، بسته شد راه نظر / رشته کی از پنبهٔ نمناک می‌آید برون؟
- از آن میان که تو داری، گذشتن آسان نیست / ز دجله گر گذری، آب تا کمر باشد

حاجی محمّد اسلم سالم تخلص[6]

از نوکران عمدهٔ اعظم شاه عالیجاه است.[7]خوش فکر[8] و معنی[9]یاب است. این بیت، آینهٔ خیال بلند اوست:

ببندد برقفا ادبارْ دست جور ظالم را / همان پیش است پیکان از هوا چون تیر برگردد[10]

---

۱. د: چشمت. ۲. د: من. ۳. ص: سنائی تخلّص.
۴. ص: امّا بیت، موجب آفرین است، این است. ۵. ص: ـ اشعار مرزا صائب... من اشعاره.
۶. ص: حاجی محمّد جان عرف سلیم. ۷. س، ص، م: – از نوکران ... است.
۸. ص: بسیار خوش فکر. ۹. ص: معانی.
۱۰. د: می‌گردد.

فقیر سرخوش نیز به قصد این معنی، قصد کرده،[۱] بلکه تیری بر سرش زده:[۲]

با بزرگان بی‌ادب تیری مزن سوی فلک   وقت برگشتن بُوَد پیکانش آخر سوی تو

حکیم سعیدا[۳]

صاحب این شعر است و خوش‌فکر:

در انتظارت ای ثمر دل! شکوفه‌وار   چشمم سفید گشت و تو در دیده بوده‌ای

محمّد صالح ستّار[۴]

به‌طرف بنگاله به سر بُرده. بسیار خوش‌اداست. ازوست:[۵]

کبابم می‌کند در می‌پرستی همّت مینا   که گر یک ساغرش کمتر دهی، زنّار می‌بندد[۶]

مرزا[۷] سنجر

خوش‌فکر و صاحب تلاش بوده. از اوست:[۸]

- چشم بر راهند می‌خواران که کی باران شود   ابر می‌خواهند مستان، خانه گو ویران شود
- از آب زر به خنجر شیرویه نقش بود   کین[۹] را نسب به تیشهٔ فرهاد می‌رسد
- داغم به نمک خشک شد و زخم به‌الماس   آگه کن ازین تجربه مرهم‌طلبان را
- تیره بنشینی[۱۰] گرت خالیست از روغن چراغ   کلبهٔ فقر و قناعت را بُوَد[۱۱] روزن چراغ

سیّاح[۱۲]

صاحب همین بیت است و بس. دیگر از وی شعر خوب به گوش نخورده:[۱۳]

دل بی‌عقده در جمعیت سامان نمی‌باشد   صدف را تا بود گوهر، لب خندان نمی‌باشد

---

۱. ص: به شوق این معنی، قصدی کرده.
۲. ص: رسانده.
۳. ل: سیدا.
۴. ص: محمّد صانع سیّار.
۵. ص: به طرف بنگاله بود. این بیت از اوست.
۶. در حاشیهٔ «س»: زنّار ساغر: موج پیالهٔ شراب (رشیدی).
۷. د، م: ـ مرزا.
۸. س: ـ از اوست.
۹. ص، م: کاین.
۱۰. ص: منشینی.
۱۱. ص: فقر و غنا را بس بُوَد.
۱۲. ص: + تخلّص.
۱۳. د، ص: ـ دیگر... نخورده.

میرسیّدعلی سیّد تخلّص

در ولایت با میرمعزّ همطرح بود. مشق او را کم از مشق میر نتوان گفت. از فکرهای[1] اوست:

– از باده برفروخته حُسن فرنگ را / خطّش به‌شیشه کرده پریزاد رنگ را

– در بحر وجودش دو جهان نقش بر آب است / با هستی او هستی ما موج سراب است

معماری اقلیم دل ما نتوان کرد / چندان که درو دیده کند کار، خراب است

– نموده می شفقی چهرهٔ فرنگ ترا / به نازبالش گل تکیه داد رنگ ترا

– فتد گر جانب صحرا گذر آن شوخ سرکش را / کند گلگون پریدن‌های رنگ لاله ابرش را

به‌قدر خویش در هر نشئه هر کس عالمی دارد / سپهری چون حباب می نباشد رند می‌کش[2] را

– خوش آن ساعت که بینم در کنار خویش جایش را / چو گل وا کرده باشم غنچهٔ بند قبایش را

نی‌ام غافل پس از مردن کند گر جلوه بر خاکم / جواب از دل طپیدن می‌دهم آواز پایش را

فرنگی زاده‌ای در اصفهان دل برده[3] از دستم / که هند[4] از تیره‌بختی‌های من باشد حنایش را

– ز بس دلها روند از خود ز شوق گفتگوی او / صدای پا به گوش آید چو جانان در سخن باشد

نگارین کی شود سیّد! کف دریادلان هرگز / حنای پنجهٔ مرجان ز خون خویشتن[5] باشد

– به صحرایی که یار[6] از جلوه گرداند عنانش را / جواهر سرمه سازند آهوان ریگ روانش را

مرا افکند وحشت‌های عشق او به‌صحرایی / که از مژگان شیران سبزه باشد آهوانش را

– چسان آرم در آغوش آن بت گیسومسلسل را / که نتواند به خود همخوابه دید از ناز محمل را[7]

– حُسن را فتراک گیرایی به‌دست‌انداز اوست / شوخ چشمان را رگ گردن کمند ناز اوست

– هرکجا گردد شکارافکن، قیامت می‌شود / شور محشر گوش بر آواز طبل ناز[8] اوست

– این[9] چه رنگ است که از عکس گل رخسارت / جوهر آینه ابری شفق‌آلوده شود

---

۱. ص: زاده‌های طبع.
۲. س، د: سرکش.
۳. د: برد.
۴. ص: بند.
۵. ص: کوهکن.
۶. د، ص، ل، م: ناز.
۷. د: محمل‌ها.
۸. س: باز.
۹. د: آن.

سیّدعلی‌خان

خوش‌نویس جواهررقم خطاب داشت.[۱] گاهی فکر سخن نیز می‌کرد. چون تخلّص نداشت، نامش را به‌جای تخلّص، اعتبار نموده شد.

من خیالاته:[۲]

– نفسم سوخته فریاد خموشی دارم ‌‌ ‌ نالـه‌ای در گـرو سـرمه‌فروشی دارم

– بیا بلبل! به‌آهنگی که می‌دانی، بکش هویی ‌ ‌ که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کویی

– من آن مرغم که آهنگ نوی در هر قفس[۳] دارم ‌ ‌ صفیری می‌کشم تا نعره‌واری[۴] از نفس دارم

میر جلال‌الدّین سیادت

در لاهور توطّن داشته. صاحب فکرهای بلند و معنی‌یابی بوده، امّا همچو من طالع شهرت و قبولیّت[۵] نداشت:

– مجو رفعت اگر چون مور می‌خواهی سر خود را ‌ ‌ مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را

– تماشای جهان اهل عدم را در نظر باشد ‌ ‌ توان از خانهٔ تاریک دیدن حال بیرون را

– ما لذّت حیات ز غفلت نیافتیم ‌ ‌ چون نشئهٔ شراب که در خواب بگذرد

– نمی‌خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد ‌ ‌ که چون طاوس از زینت، گره بر بال من افتد

– خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را ‌ ‌ که دل بسان مگس در کتاب می‌میرد[۶]

– چو آفتاب لب بام آخر وصل است ‌ ‌ رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما

– مگر ستارهٔ بختم شرار کاغذ بود ‌ ‌ که تا نسوخت مرا، از سرم گذار نکرد[۷]

– مست ساغر به کف انجمن تصویرم ‌ ‌ که ز خود پیشتر از باده کشیدن رفتم[۸]

– جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم ‌ ‌ به چشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم

---

۱. ص: ـ جواهر... داشت. ۲. ص: از اوست. ۳. ص: تو در زید نفس.
۴. ل، م: نعره‌داری. ۵. ص: ـ و قبولیّت.
۶. د: می‌ریزد. ۷. ص، ل، م: بر سرم نکرد گذار.
۸. س، د: ـ مست... رفتم.

ملّا سرابی[۱]

در عهد جهانگیرشاه[۲] به هند آمده. مرد خوش‌طبع و خوش‌فکر بوده. روزی در مجلس نوّاب قلیچ‌خان حاضر شد. نوّاب فرمود که: ملّاسرابی! ما هم فکر می‌کنیم شعرهای ما را شنیده‌ای. عرض کرد: عنایت فرمایند مستفید شوم. فرمود که: سفینهٔ خاص[۳] مرا بیارند. به‌دست گرفت، چند غزل بی‌سر و پا و چند بیت بی‌معنی و بی‌ربط برخواند. ملّاسرابی، بعض جا دخل کرد و اظهار استادی خود نمود. نوّاب برآشفت و زبان به فحش و دشنام گشود. شاعر، سر فروافکنده[۴] می‌شنید[۵]. بعد از آن برخاسته و گفت[۶] که: نوّاب سلامت! این نثر نوّاب به از نظم نوّاب است.

از جملهٔ اشعار او یک رباعی به نظر درآمده، به خاطر است:[۷]

در چشم ترم رنگ[۸] جهان برق سراب است	تا دیده بهم برزنم این خانه خراب است
مژگان من از گریهٔ بسیار فروریخت	آخر فتد آن نخل که نزدیک به‌آب است

حکیم سرمد

مجذوب‌وضع سر و پا برهنه بود. به مذاق تصوّف، آشنایی تمام داشت و گاه گاه فکر رباعی می‌کرد. داراشکوه، خلف شاه‌جهان، از راه موحّدی او را دوست می‌داشت. پیش بادشاه، تعریف او کرد. خلیفهٔ الهی، عنایت‌خان آشنا را برای تفتیش حال و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد. خان مذکور آمده او را دید و باز به‌خدمت بادشاه رفت و اظهار احوال او به این[۹] بیت نمود:

بر سرمد برهنه، کرامات، تهمت است	کشفی که ظاهر است درو، کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیرشاه،[۱۰] به‌سبب اتهام[۱۱] عریانی، به‌فتوای علمای زمان، به‌قتل رسید.

---

۱. د: شرابی. ۲. د: بادشاه. ۳. د، ص: ـ خاص.
۴. ص: فرو برده. ۵. د: می‌نشیند. ۶. ص: عرض کرد.
۷. ص: از اشعار او دیگر رباعی به نظر افتاده. ۸. د: ریگ. ۹. ص: یک.
۱۰. ص: عالمگیری. ۱۱. ص: الحاد.

رباعی

– سرمد! چه طلسم را که در وا کردم[۱] | در شام، دریچهٔ سحر وا کردم[۲]
هرچند که خواب را ز سر وا کردم | دیدم همه خواب تا نظر وا کردم[۳]

– هر کس که سرِ حقیقتش باور شد | او پهن‌تر از سپهر[۴] پهناور شد
ملّا گوید که بر فلک شد احمد | سرمد گوید فلک به احمد در شد

– سرمد که ز جام عشقْ مستش کردند | بالا بردند و باز[۵] پستش کردند
می‌خواست خداپرستی و هشیاری | مستش کردند و بت‌پرستش کردند

محمد افضل سرخوش

خادم درویشان، بل[۶] خاک‌پای ایشان، محمّد افضل سرخوش، از خانه‌زادان شاه عالمگیر است. یک‌چند در عالم جوانی در پی دنیا و دولت و تلاش منصب و جاه و جاگیر،[۷] سرگردانی بسیار کشید.[۸] آخر به‌توفیق‌الله، در شاه‌جهان‌آباد، گوشهٔ عزلت اختیار نموده، خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست.[۹]

من کلام مصنفّه:[۱۰]

نیست در عالم بهشتی بهتر[۱۱] از خلوت مرا | دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق نعم‌البدل | کرد گر[۱۲] گردونِ دون، محروم از دولت مرا

به‌کرم الهی، اکثر عزیزان کامل را که در این عصر بودند دریافت، و با جمیع خوش‌خیالان، که در این عهد،[۱۳] کوس سخنوری می‌نواختند، صحبت‌ها داشت و استفاده‌ها نمود، امّا اعتماد هیچ کمالی برخود ندارد. مگر گاهی به خاطر[۱۴] می‌گذرد که با

---

۱ – ۳. ص: کردیم. ۴. د: زمین. ۵. ص: خواندند سرافرازی.
۶. ص: بلکه. ۷. ص: در پی دولت دنیا.
۸. ص: + و تلاش منصب، نتیجهٔ پریشانی دانست. ۹. ص: پنداشت.
۱۰. ص: ـ من کلام مصنّفه. ۱۱. ص: خوشتر. ۱۲. د: اگر.
۱۳. ص: زمان. ۱۴. ص: خواطر.

صاحب‌کمالان آمیزش داشته‌ام، هرآینه بی‌نصیب نخواهم بود و جمال هم‌نشینان اثری کرده باشد. چنانچه مرزا صائب فرماید:

اگرچه نیک نی‌ام، خاکپای نیکانم　　عجب که[1] تشنه بمانم، سفال ریحانم

گفته‌اند که: شناخت[2] عارف و شاعر و خوانندهٔ اصول موسیقی باخبر وغیره صاحب‌کمالان بسیار دشوار است، مگر تحقیق شود که با کدام کاملْ صحبت داشته و اختلاط ورزیده، قیاس حال او نیز از آن عزیز کنند که اگر کامل است، این نیز بی‌نصیب نخواهد بود،[3] چنانچه مولوی گوید:[4]

گر تو نشناسی کسی را از ظلام　　بنگر او را کوش سازیده امام[5]

چند شعر از زاده‌های طبع ناقص خود نیز می‌نگارد که باری از این وسیلت در شمار عزیزان می‌باشد:[6]

– هوشیاری را حجاب یار می‌دانیم ما　　بیخودی را[7] بزم بی‌اغیار می‌دانیم ما

تیز می‌سازد به قتل عاشقان شمشیر را　　این قدر هم رحم ازو[8] بسیار می‌دانیم ما

– چنین گر می‌گدازد ضعفْ جسمِ ناتوانم را　　حبابی می‌تواند آسمان بستن[9] جهانم را

– تبخاله نیست در شب هجران ز تب مرا　　کز فرقت تو خیمه زده جان به لب مرا

– کجا فقیر به دل جا دهد توانگر را　　زمین فرو نبرد همچو قطره گوهر را

– کجاست دیدهٔ جویای و[10] ره کجاست ترا[11]　　و گرنه هر مژه انگشت ره‌نماست ترا[12]

– مبند دل به زر و مال این جهان سرخوش!　　به هر دو دست، صدف‌سان مچسپ گوهر را

– پیموده‌ایم بسکه ره گلعذارها　　از فرق ما چو شانه گذشتست خارها

آیینه‌دار حُسن بُوَد ذرّه ذرّه‌ام　　گشته سپند آتش خود چون شرارها

– کنم ز باده گوارا به دل غم او را　　توان به آب فروبرد تلخ‌دارو را

---

۱. د: چگونه.　۲. ص: سیاحت.　۳. ص: ـ که اگر... بود.　۴. ص: فرماید.
۵. ص: کوس سازنده انام. د: کوست سازنده امام.　۶. د: باشم.
۷. د: بیخودیها.　۸. د: زخم را.　۹. ص، ل، م: گشتن.　۱۰. ص، م: ـ و.
۱۱. ص: مرا.　۱۲. ص: مرا.

چه گفتگوی که چشمش نمی‌کند با من / ازو بپرس[۱] که داند زبان آهو را

– نَفْس را غالب چو بینی، از لباس تن برآ / راهزن چون تیغ بردارد، ز پیراهن برآ

– نظری بر گل شبنم‌زده افتاد مرا / آمد از زخم نمک‌سوده جگر یاد مرا

– ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را / به‌خاک سرمه کُشتی شعلهٔ آواز بلبل را

– نیست ذوق گفتگو طبع مآل‌اندیش[۲] را / می‌کنم چون خامه خود پامالْ حرف خویش را

– نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم / چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیرها

– عمر چون تصویر، صرف رازپوشی شد مرا / هر دو لب چسبیدهٔ مشق[۳] خموشی شد مرا

– شکوه پادشهان است کشتگان ترا / جنازه تخت روان است کشتگان ترا

– کوزهٔ دولاب شد هر دانه‌اش / بسکه گرید سبحه بر تقوای ما

– منعمان را حرص زر باقیست تا روز شمار / تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا به خواب

– رشته‌داری در[۴] تعلّق ساز نقص[۵] عزّت است[۶] / نغمهٔ تار رگ گوهر، شکست قیمت است

– رام گشته وحشی مطلب به ناکامی مرا / بخت من چون چشم آهو در سیاهی روشن است

– نیست شاهی جدا ز فقر که طبل / گویم ار پوست‌کنده کشکول است

– تا مرا یک پای ثابت در طریق یار گشت / پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

– بیهوده دل زهدکشان وسوسه‌ناک است / از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشهٔ انگور عیان شد که درین باغ / شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

– یک دشت خار در کف‌پای هوس شکست / کو شعله‌ای که[۷] کار ز سوزن گذشته است[۸]

– شریک صاف[۹] دلان‌اند خامُشان در رنج / شکستِ آینه زخمی به روی تمثال[۱۰] است

– غنچه‌ای ترسم به راه نازنینم بشکند / برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

– بُوَد واعظ ز علم باطن اعمی[۱۱] / که چشمانش چو عینک در کتاب است

– ای حشر به‌خاک من بیتاب چه شور است؟ / بُردست همین لحظه مرا خواب، چه شور است؟

---

۱. س، ص: مپرس. ۲. د: ملال‌اندیش. ۳. ص: مُهر. ۴. ص، ل، م: از.
۵. د: نقض. ۶. ل: عزلت. ۷. د: گو شعله را که.
۸. افزوده از «د» و «ص». ۹. س، د: صاحب. ۱۰. س، د: نمناک. ۱۱. د: اُمّی.

– از ورق‌گردانی دوران کسی وارسته نیست
در[1]همه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

– از دامن وصال جدا نیست دست عشق
پای چراغ حُسن تو بخت[2] سیاه ماست

– شیرینی سخن به‌رعایت مقدّم است
کی حقّ این نبات ز حقّ نمک کم است؟

زاحسان ببند رخنهٔ دیوار دشمنی[3]
زخم دهان پرگله را لقمه مرهم است

– بر اوج جاه، دماغ هوس[4] رسا گردد
به پشت بام، دوبالا صدای پا گردد

– کفر و دین متّفق به وحدت اوست
سخن هر دو لب یکی باشد

– ساز بزم عشرت ما بی‌رُخت از کار[5] ماند
نغمه از بس نارسایی چون گره در تار ماند

تا نظر بر حُسن صیادم فتاد از زیر دام[6]
دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

– ساز هم در چنگ پردل، ساز جنگی می‌شود
نی چو گیرد وصل با پیکان، خدنگی می‌شود

– رونق بیداد او از اضطراب ما بُوَد
جوهر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بُوَد

برق پیشِ وحشت ما پای خواب‌آلوده است
عرصهٔ کونین یک گام از شتاب ما بُوَد

– تنزّل‌پیشه کی[7] از تیره‌روزیها حزین[8] باشد؟
که بالا شام[9] گر شد، صبح[10] در زیر زمین باشد

– زمین و آسمان در می‌کشی فرمان‌برت گردد
سرت چون گردد از مستی، جهان گرد سرت گردد

– محال است این که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم
که گر من خاک گردم، گرد دامان تو خواهم شد

– چنان بی‌روی او آمادهٔ شیون بُوَد گلشن
که گر ناخن‌زنی بر ساغر گل، در صدا آید

– رزق را روزی‌رسان مقدار هر پیمانه داد
خوشه را چندین شکم داد و به هر یک دانه داد

– از زر و مال جهان، عریان‌تنان وارسته‌اند[11]
غنچه‌سان اندر[12] گره خود را چو گوهر بسته‌اند

در عدم هم ز عشقْ شوری هست
گل گریبان دریده می‌آید

– نالهٔ ما صورتی بگرفت،[13] بلبل ساختند
لخت‌های دل به یک جا جمع شد، گل ساختند

---

۱. د: از.
۲. ص: دست.
۳. ص: فروستی؟ س، د: دوستی. ضبط، مطابق «ل» و «م» است.
۴. ص: غرور دل.
۵. ص: ز نگار.
۶. ص: جام.
۷. س، ص: تنزّل پیشگی. ضبط، موافق «ل» و «م» است.
۸. س، د: جز این.
۹. س: صبح.
۱۰. س: شام.
۱۱. ص: آسوده‌اند.
۱۲. ص، م: غنچه چینان در گره. س، د: در گره خود را همچو. ضبط، مطابق «ل» است.
۱۳. س: + صور. د: + و.

خطّ او شد سبزیی کز بخت ما برداشتند
دود دل آمد به روی کار و کاکل ساختند

آنچه کم از طاقت ما شد، به تمکینش فزود صبر
ما بردند[1] در چشمش تغافل ساختند

– مردم و از جستجوی او نیاسایم هنوز
می‌دود چون ریشه زیر خاک، اعضایم هنوز

– بسکه از نامحرمان پوشیده دارم راز خویش
همچو خط سر تا به پایم سرمهٔ آواز خویش

– نبندد در دلم صورت، تمنای خط و خالش
ز شوخی نقش بر آب است در آیینه تمثالش

– چسان برخواند آن مه، نامهٔ مشتاق[2] دیدارش
که خط را همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

– بر دهن دست گذارد ز ادب گل به‌چمن
که[3] به گوش تو کند عرض پشیمانی[4] خویش

– رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق
درگرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه‌سوزان محبت را به‌چشم کم مبین
هر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

– ظلمت‌زدایِ هستیِ من شد ضیای[5] دل
گشتم نهان به‌رنگ گهر در صفای دل

– بسکه بگدازد ز شرم حُسن او[6] رخسار گل
عطر ماند در کفش، چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور لعل و دُر است
بر لبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

– کی شود از ناز با ما خاکساران چارچشم
آنکه می‌پوشد ز گرد سرمه در گلزار چشم

– دین و دنیا خورد بر هم تا که ما پیدا شدیم
از میان این دو کف همچون صدا پیدا شدیم

– افغان من خبر دهد از حال خسته‌ام
بر تیر آه، نامهٔ احوال بسته‌ام

– یاد ایّامی که از رنج تو راحت داشته‌ام
بر دَم شمشیر می‌خفتم، فراغت داشتم

عشوه هر دم چشمکی میزد ز شوخی سوی من
من هم از پرواز رنگ خود اشارت داشتم[7]

یاد ایّامی که شوقم خودسری‌ها می‌نمود
می‌زدم بر نقش پایت بوسه، جرأت[8] داشتم

– تا ز حرف جستجویش دم زدم
چون دو لب کونین را برهم زدم

– جنبش لب در حدیث عشق پُر بی‌لطف بود
از طپیدن‌های دل با او حکایت داشتم

راحتی گر یافتم سرخوش! به عزلت یافتم
داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم[9]

– سکوت داد نشاط دگر درین چمنم
سخن به خنده بدل شد چو غنچه در دهنم

۱. د: + و. ۲. ص: پرشوق. ۳. ص: گر. ۴. د: پریشانی.
۵. س، د: صفای. ۶. د: آن. ۷. افزوده از «ل».
۸. ل: ـ یاد ایّامی... جرأت داشتم. ۹. د، ص، م: ـ عشوه... داشتم.

– ز بس شرم تو ریزد رنگ خاموشی به کـام مـن		چو شمعم گر زبان جنبد، عـرق باشـد کـلام مـن
– ز بـس از سـعی[1] دیگـر گـام[2] در راه فنـا دارم		چـو بـرق از گرمـی رفتـار،[3] آتـش زیـر پـا دارم
– ز آبادی فزایـد شـور سـودا در دمـاغ مـن		سوادِ شـهر، مـشک سـوده افـشاند بـه‌داغ مـن
چه پروا عاشـق وارسـته را از آفـت دوران		که باشد آستین چون غنچه دایم[4] بـر چـراغ مـن
– همـــــوار ز کـــــس نبینـــــد آزار		نتـــوان کـــف دســـت را گزیـــدن
– مردم از حسرت، به پیغامی دلم را شاد کن		ای که می‌گفتی فراموشـت نـسازم یـاد کـن
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بـست[5]		هر قدر می‌خواهی اکنون، جـور کـن، بیـداد کـن
هرزه نالی‌هایت ای دل! سـخت دردِ سـر فـزود[6]		دور شو بی‌صبرا! از پهلوی مـن،[7] فریـاد کـن
– چو در بند سخن ماندی، هوای عیش پیدا کـن		بسوز اوراق دیوان را چراغـانی تماشـا کـن[8]
– به‌صحرایی مرا بُردست حُسن بی‌نـشان او		که از خود رفتن مجنون بُـوَد ریـگ روان او
– گران است از نزاکت، نشئهٔ می‌بر دمـاغ او		ز بار رنگ صهبا بشکند چـون گـل ایـاغ او
مزاجش تاب شور نعـرهٔ مـستان کجـا دارد		کـه بـرهم مـی‌شـود از قلقـل مینـا دمـاغ او
چه پرسی ظالم از حال[9] به‌خـون آغـشتهٔ تیغـت		که بر روی نمـک خوابیـده همچـون لالـه داغ او
– شد آب بسکه پـیش رخـت از حیـا نگـاه		ریـزد بـه‌رنـگ اشـک ز مژگـان مـا نگـاه
لبریـز نالـه گـشت ز بـس پـای تـا سـرم		چون نـی بُـوَد بـه دیـدهٔ زارم صـدا[10] نگـاه
– شکار افکن ازین صحرا گذر تا کرد گـل‌رویـی		چو داغ لاله در خون خفت هر سو چشم آهـویی
ز گـرداب گهـر نبـود رهـایی اهـل دنیـا را		بسا کشتی درین یک قطرهٔ آب است دریایی
– کشیدم در چمن آه از غم آن گـل بـه افـسوسی		درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی به فانوسـی
شراب از شرم لعلش بسکه هر دم رنـگ گردانـد		ندانم شیشهٔ صهباست یا در جلوه طاوسـی؟

رباعی

– خواهی که قـدم بـه راه حـق بگـذاری		بایـد کـه بـه‌کـف، دامـن پیـری آری

۱. س: شعر.
۲. ص: ز بس سعی دگر هرگام.
۳. ص: رخسار.
۴. ص، ل: دامن.
۵. ص: را باده است. د: از ناز بست.
۶. ص: دارد سرفرود.
۷. ص: ما.
۸. ص: ـ چو در بند... تماشا کن.
۹. س: خال.
۱۰. ص: دیدهٔ آرام ما.

بـــی‌آینـــه پنبـــه[1] درنگیـــرد هرگـــز — یـــک چنـــد اگـــر در آفتـــابش داری

– از باده مرا فزون شـود عقـل و شـعور — سـاغرْ مـا را[2] ره نـشاط اسـت و سـرور

مـیْ روشـنی طبـع بـوَد سـرخوش را — روغـن همـه در چـراغ مـی‌گـردد[3] نـور

– در اهـل جهـان بُـوَد قناعـت کمتـر — مـادرزاد اسـت حـرص در طبـع بـشر[4]

بنگر چو خورد طفل به یک پـستان شـیر — در دسـت بگیـرد سـرِ پـستان دگـر

– هرکس که بود ز سیم و زر، زیـب و فـرش — باشـد پـس مـرگ نـاگزیر از سـقرش[5]

بنگـر چـو شـود جامـهٔ[6] زربـاف کهـن — سـوزند در آتـش از پـی سـیم و زرش

۱. حاشیهٔ «س»: آتش.

۲. ص: نذر؟ ل: خضر، م: بلد.

۳. س: می‌گیرد.

۴. د: پسر.

۵. د، ص، م: سفرش.

۶. ص: خانهٔ.

شانی تکلّو

صاحب سخن و[1] استاد فن[2] بود. شعرهای برجسته دارد. مثنوی در مدح شاه‌عباس، فرمانروای ایران، بسیار بتلاش گفته. شاه این بیتش پسندیده به زر کشید:

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست　　　به طاق ابروی مستانهٔ اوست

از اوست:[3]

– صد دور به هر ساعت، در شهر تو می‌گردم　　　من گرد سر شهری، از بهر تو می‌گردم

– عشقم چنان گداخت که موران تربتم　　　عضوی نیافتند که ناخن فرو کنند

دیروز توبه کردم و امشب به پای خُم　　　آن طاقتم نماند که می‌در سبو کنند

ملّا شیدا

در اواخر[4] عهد جهانگیری و اوایل جلوس شاهجهان به‌عرصهٔ هند[5] آمده، هنگامهٔ سخنوری گرم داشته. شاعر پرگو و خوش‌گو، در عهد خود یگانهٔ زمانه بود. روزی در مجلس سخنوران، ذکر این مطلع او در میان آمد، همه خوش کردند:

بسکه بنگاشته اشکم رخ کاهی از خون　　　مژه‌ام بسته بهم چون پر ماهی از خون

---

۱. ص: – صاحب سخن و.　۲. د: من.　۳. س، د: ـ از اوست.

۴. ص: آخر.　۵. ص: ـ هند.

فقیر گفتم: پیش مصراع خوب نرسیده. بدیهه مطلع ساختم:

بسکه می‌ریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما — بسته از خون چون پر ماهی بهم مژگان ما

وقتی که این مطلع قصیده گفت:

چیست دانی بادهٔ گلگون؟ مصفّا جوهری — عشق را پروردگاری، حُسن را پیغمبری

یاران، خوش کردند و در ترانه‌ها بستند. چون به‌سمع مبارک پادشاه دین پناه رسید، بی‌دماغ شده، زبان به‌تکفیر او گشاده فرمودند که:[۱] تعریف ام‌الخبائث را که حرمت آن به نصّ قرآنی ثابت است، چنین گفته، از ملک ما برانند.[۲] چون حکم محکم[۳] به اخراج او صادر شد، بوسیلهٔ یکی از مقرّبان، این قطعه گذرانیده، پادشاه را بر حال خود مهربان ساخت:

جهان‌پناها، شاها! به قدر جاه و جلال — نیافریده خدا چون ترا عدیل و نظیر

به‌وصف می‌زده سر از من این دو مصرع خوش — که گشته ورد زبان همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است و معنیش خاص است — به‌خاص و عام بُوَد شهره همچو بدر منیر

چنین که می‌کش اسرار مولوی جامی — که هست گفتهٔ او دور از ره تقصیر

به‌وصف می ز صراحی دوباره قلقل می — به از چهار قُلش گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بُوَد که به ز منی — سخن چنین کند و هیچ نایدش به ضمیر

مرا چو شاه براند، کجا توانم رفت؟ — به‌گاه راندن از کف کجا رود شمشیر؟

این بیت ملّاجامی برای استشهاد ملّا اینجا نوشته شد:

از صُراحی دوباره قلقل می — نزد جامی به از چهار قل است.[۴]

بر قصیدهٔ حاجی‌محمدجان قدسی ملک‌الشعرا[۵] که گفته:[۶]

عالم از نالهٔ[۷] من بی تو چنان تنگ فضاست — که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده، که همهٔ صاحب‌سخنان پسندیدند.

---

۱. ص: گشود که. ۲. د، ص: بر آید. ۳. ص: ـ محکم.
۴. س، ص، م: – این بیت ملاّ جامی ... قل است. ۵. ص: ـ ملک‌الشعرا.
۶. گفته، این است. ۷. ص: باده.

مشهور است که شاعر ظریف‌طبعِ بی‌باکِ شوخ دهن[۱] هجوگو و حاضرجواب بـوده. هجو استاد زمان، طالب آملی، که از امرای پادشاهی بوده، چنین گفته:

شـــب و روز مخـــدوم مـــا طالبـــا پـی جیفـهٔ دنیـوی در تـگ اسـت
مگـر قـول پیغمبـرش یـاد نیـست[۲] که دنیاست مردار و طالب سگ است

هجو مُمسکی حکیم حاذق چنین[۳] بیان کرده:

بـر ک.. نویـسی ارْ[۴] تـو حـاذق حاجـت نبـود دوای امـساک

هجو میرزا امرالله، پسر خان‌خانان، که او را مُعطی می‌گفتند، گفته:

نه تنها من همی‌گویم که امرالله مفعول است خدا فرموده[۵] در قرآن کـه «امـرالله مفعـولا»

روزی در مجمع شعرا نشسته بود که اظهری، شاعر نابینا، در آنجا حاضر شد،[۶] بیتـی تازه گفته بود،[۷] برخواند:

خواه با اظهری و خواه بـه بیگانـه نـشین من همین شرم تو را بر تو نگهبان کـردم

شیدا گفت: مثل[۸] مشهور است که: «زن نابینا را خدا نگهبان است.»

گویند: وقتی که رایات عالیات به‌سیر کشمیر جلوه‌گر شـد،[۹] در آنجـا شـالهایی[۱۰] در ذخیرهٔ[۱۱] سرکار جمع شده بود. حکم شد که چهارم حصّه وضـع کـرده بـه شاگردپیـشه تنخواه نمایند. برات این نیز بند شد. پیش اسلام‌خان دیوان اعلی رفته اظهار ابرام نمـود. یساولان بی‌حرمتش کرده، از پیش‌گاه نظر براندند، چنانچه دستارش از سر افتـاد. بانـگ برداشت که: نواب سلامت! عرضی دارم، برای خدا بشنوند.[۱۲] چون نزدیک بردند، گفت: عزّتی که در دیوان شما یافته‌ام، شما هم در دیوان ما[۱۳] خواهیـد یافـت. نـوّاب خندیـده، بـراتش را از دسـت او برگرفـت و بـر وی دسـتخطّ معـافی کـرد.[۱۴] اگرچـه اشـعارش

۱. ص: ـ بی‌باک شوخ دهن.
۲. ص: آمد بجا. د: آمد بجای.
۳. ص: + وجه.
۴. د: از.
۵. ص: گفته است.
۶. ص: گشت.
۷. ص: که تازه ایراد یافته بود.
۸. ص: + هندی. د: سعدی.
۹. ص: تشریف بُرد.
۱۰. د، ص: شالی کهنه.
۱۱. د، ص: ـ ذخیره.
۱۲. د، ص: بشنوید.
۱۳. د، ص: من.
۱۴. ص: براتش را خطّ معافی دستخط کرد. د: بر براتش دستخط معافی کرد.

مشهوراند، امّا این چند بیتِ خوشگاه میرمعزّ قلمی گردید:[۱]

– مرا نیاز، ترا ناز، هر دو می‌زیبد[۲] | چنانچه زیر و بم ساز هر دو می‌زیبد[۳]

– چون غنچه دل ز دوست جدا شد گره مرا | مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا

– پنجهٔ اهل سخا بر جانب دست گدا | وقت رفتن غنچه است و وقت[۴] برگشتن گل است

– مرد غم را ز طرب تازه دماغی نبود | خانه آتش زده محتاج چراغی نبود

– ساده‌لوحی که به یک غمزه دلم[۵] شیدا کرد | آن قدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد

– بر سر زلف تو تنها دل من مایل نیست | هر که این سلسله را دید، جنون پیدا کرد

– تو از تمکین، من از حیرت، نه ایمایی، نه تقریری | بدان ماند که هم‌بزم است تصویری به تصویری

– عشق با حُسن است در هرجا به هر صورت که هست | حلقه گردد طوق قُمری گر شود در چوب[۶] سرو

– اگر گیسو برافشانی، هوا در مشک تر پیچی | وگر رخساره[۷] بنمایی، شب ما در سحر پیچی

فسونگر داند آن خاکی[۸] که از وی بوی مار آید | شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی

– خورم ز دست غمت خون ناب را تنها | چنانچه می‌کش مفلس، شراب را تنها

گهی به روی تو و گه به سوی گل نگرم | کند مقابله کس چون کتاب را تنها؟

– چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل | تبسّم تو بود انتخاب خندهٔ گل

جفا نگر[۹] که به دیوان عشق می‌طلبند | ز آب دیدهٔ بلبل، حساب خندهٔ گل

– به عشق خواب طلب می‌کنی، برو غافل | به‌کارخانهٔ مخمل که خواب می‌بافند

– یک ابر هم نیامده با چشم تر که ما | یک لاله سر نکرده به داغ جگر که ما

گل خنده این قدر نکند روز و شب که تو | بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما

– شهید حسرت[۱۰] آغوشت[۱۱] ای نازک‌بدن! گشتم | به‌جای موی سر در ماتمم، بند قبا بگشا

---

۱. د، ص: ـ اگرچه... گردید.
۲. د، ص: می‌زیبند.
۳. د، ص: می‌زیبند.
۴. د، ص: غنچه و هنگام.
۵. د، ص: ساده لوحی هنگامی دل ما.
۶. د: جیب.
۷. د: رخسار.
۸. ص: رازی.
۹. ص: مکن.
۱۰. د: حیرت.
۱۱. س: آغوش تو.

شادمان

از سلاطین‌زاده‌های قوم ککهر است. ملک ایشان مابین پنجاب و حَسَن ابدال است.[۱] منصبْ ترک نموده در وطن گوشهٔ انزوا اختیار کرده.[۲] طبعی درست داشت. دیوانی به‌طرز قدما[۳] ترتیب داده. امّا آنچه در صاحب سخنان مشهور است، این بیت است:[۴]

شاخ شکسته گل ندهد،[۵] لیک زلف یار — هرجا شکست خورد، گُل آفتاب داد

روزی، شیخ عبدالعزیز عزّت داروغه،[۶] عرض مکرّر[۷] در پیش فقیر نقل کرد: که پادشاه عالمگیر، امروز از من پرسید[۸] که: شادمان، سوای این بیت، شعر دیگر هم خوب دارد. بنده عرض کردم که یک بیت نیز دیگر گفته، برجسته و تلاشی است:

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار — سدّی به روی بحر ز گوهر نبسته است

فقیر گفت: پادشاه عالمگیر، شعرفهم به نسبت جهانگیر نبود و الّا می‌دید که کار به‌کجا می‌کشید. چه طور شعری است، فخریهٔ[۹] بی‌مزه باز به حضور پادشاهان خواندن. شیخ تأمل کرد وگفت:[۱۰] فلانی! راست می‌گویی،[۱۱] خطای عظیم بود.

شوقی

از وی، غیر این بیت به گوش نخورده:

اسیر عشق و گرفتار قید تقدیرم — چو شیر از دو طرف می‌کشند زنجیرم

میرمحمّدهادی شرر تخلّص

در این عصر در ایران، هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد و شعر عارفانه می‌گوید:[۱۲]

به یاد نوگلی[۱۳] چون غنچه شب دلتنگ بنشستم — سحر چو جیب صبرم چاک شد، خود را همان دیدم

---

۱. ص: پنجاب است، حسن اندیشه بود.
۲. ص: گزیده.
۳. ص: ـ به طرز قدما.
۴. ص: همین یک بیت است که برابر با هزار توان گفت.
۵. ص: ندمد.
۶. ص: ـ داروغه.
۷. ص: ـ عرض مکرّر.
۸. ص: پرسیدند.
۹. ص: ـ فخریه.
۱۰. ص: بانگ زد.
۱۱. ص: می‌گویند.
۱۲. د، ص: + از او نیز یک بیت بر گوش خورده.
۱۳. ص: تو یکی.

فقیر سرخوش نیز از این قبیل، بیتی رسانده، به حسب تقریب، ایراد می‌نماید:[۱]

دست در دامن معشوق زدم دوش به‌خواب ‌ ‌ ‌ ‌ دامن خود به‌کفم بود چو[۲] بیدار شدم

شرف‌الدّین حسین

ازین عزیز هم[۳] یک بیت به ما رسیده:

حیرت، نظرنکردهٔ چشم سیاه کیست؟ ‌ ‌ ‌ ‌ شور جنون، صدای شکست کلاه کیست؟

شریف ترشیزی

از وی، این رباعی یادگار است:

پوشیدن چشم من به دیدن ماند ‌ ‌ ‌ ‌ بر پای نشستنم به رفتن ماند

پابند به هیچ مانده‌ام بر سر راه ‌ ‌ ‌ ‌ چون حرف که بر زبان الکن ماند

شعیب

از او دو بیت به‌نظر درآمده. خوش فکر است:

لبت ز خنده نمک بر جراحت جان ریخت ‌ ‌ ‌ ‌ نمک ز تنگی جا[۴] از لب نمکدان ریخت

زمانه دفتر اوصاف حُسن یوسف را ‌ ‌ ‌ ‌ ز شرم حُسن تو برد و به چاه کنعان ریخت[۵]

بسیار صاحب‌تلاش و خوش‌خیال بوده و معنی‌های تاره و نازک می‌بندد. دیوانش در ایران شهرت دارد:

- همچو گندم به عدم زاد سفر می‌بندم ‌ ‌ ‌ ‌ نان تهٔ کردهٔ خود را به‌کمر می‌بندم
- از بهر قطع کردن نخل حیات تو ‌ ‌ ‌ ‌ چون اره‌ای دو سر[۶]، نَفَس اندر کشاکش است
- خطّی که به‌یاقوت تو نظّاره‌پسند است ‌ ‌ ‌ ‌ گردیست که از آمدن خنده بلند است
- شهادت نامهٔ ما قاصد دیگر نمی‌خواهد ‌ ‌ ‌ ‌ برد مکتوب ما را چون دم تیغ تو برگردد
- خانهٔ ما کم از فناکده نیست ‌ ‌ ‌ ‌ چشم عنقا چراغ خلوت ماست

---

۱. د، ص: ـ به حسب... می‌نماید. ‌ ‌ ۲. د: که. ‌ ‌ ۳. ص: از او هم. د: از این هم.

۴. د: بر. ‌ ‌ ۵. ص: ـ زمانه ... ریخت. ‌ ‌ ۶. د: دم.

– دور از چشم تو نگشاید دل از بستان مرا | می‌نماید ترکش پر، تیر نرگس‌دان[۱] مرا
– عیار رنگ عاشق گردد از بخت سیه کامل | طلای زعفران را جبههٔ هندو محک باشد
– درِ شهر فنا با خاک، یکسان بود از پستی | پی داخل شدن چون شمع دزدیدم قد خود را
– سواد هند را میخانهٔ اندیشه می‌دانم | حنای پای سبزان[۲] را می ته‌شیشه می‌دانم
– در از بیگانگی شوخی به روی آشنا بندد | که از وحشت به شام دیدهٔ آهو حنا بندد
– نیست از حسرت[۳] دیدار تو چشمم خالی | نم اشکم چو هوا گشت، نگه می‌گردد
– آمادهٔ فنا نکند زندگی قبول | دست رد است رعشهٔ پیری حیات را
– فزون گشت از سواد خط، فروغ حُسْن جانان[۴] را | صف این مور، میل سرمه شد چشم سلیمان را
– غریق بحر وحدت، جلوهٔ کثرت نمی‌بیند | به‌زیر آب نتوان دید موج روی دریا را
– رشتهٔ نظّارهٔ خودبین کم از زنّار نیست | چشم پوشیدن ز خود، خود را مسلمان کردن است
– چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده‌اند | عاشقان تا خار را از پای خود بیرون کنند
– بُوَد موج تبسّم جنبش گهوارهٔ نازش | خبر از گریه‌ام آن طفل بی‌پروا کجا دارد؟
– نمانده است نشانی به غیر نام ز من | مرا کسی که به بزم تو بُرد، نامم بُرد[۵]

---

۱. ص: نرگستان.
۲. د: شیران.
۳. د: حیرت.
۴. ص: خوبان.
۵. د، ص: ـ غریق بحر وحدت... نامم بُرد.

میرزا[1] محمّدعلی صائب تبریزی[2]

در ملک اصفهان، کوس رستمی بنواخته،[3] در تمام عالم، آوازهٔ[4] اشعار گوهرعیار خویش انداخته. از زمانی که زبان به سخن[5] آشنا شده، چنین معنی‌یابِ خوش‌خیال بلندفکر بـر روی عرصه نیامده. در حین حیات، دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود. خونـدگار روم وغیره بادشاهان در نامه‌های خود از والی ایران، درخواست دیوان او مـی‌کردنـد و شاه به‌رسم تحفگی و[6] هدایا می‌فرستاد. در عهد شاهجهان بادشاه به هند آمده، چندی با ظفرخان در کابل بوده، همراه او تا دکن[7] سیر کـرده، بـاز بـه اصـفهان رفـت. بـا نـوّاب جعفرخان نیز دوستی داشت. از ولایت، این بیت به‌نوّاب نوشت:

دوردستان را به‌احسان[8] یاد کردن همّت است ورنه هر نخلی به‌پـای خـود ثمـر مـی‌افکنـد

نوّاب، پنجهزار روپیه، صلهٔ این بیت به وی فرستاد.

قدرت سخن‌آفرینی و حدّت‌طبع به‌حـدّی داشـت، کـه روزی، راقـم،[9] کـه یکـی از شاگردان اوست، مصرعی مهمل طور گفته آورده:

از شیشهٔ بی می، می بی‌شیشه طلب کن

---

۱. د، ص: مرزا.
۲. ص: ـ تبریزی.
۳. ص: می‌نواخت. د: می‌نواخته.
۴. ص: + شهرت.
۵. ص: که سخن به گوش.
۶. ص: به رسم تحفه.
۷. د، ص: دکهن.
۸. ص: بخشش.
۹. ص: عامل.

صائب، بدیهه پیش مصرع رساند:

حق را ز دل خالی از اندیشه طلب کن

وقتی که با یاران در راهی می‌گذشت، سگی نشسته دید. حالت سگ این است که در وقت ایستادن، سرنگون، و هنگام نشستن، سربلند می‌باشد. مصرع بر زبان راند:

سگ نشسته ز استاده سرفرازتر است

بعد از آن بی‌تأمّل پیش‌مصرع رساند:

شود ز گوشه‌نشینی فزون رعونت نفس

در پیش‌مصرع مطلع بابافغانی تصرّفی کرده، که مستحسن جمیع سخن‌سنجان گردیده:[۱]

بابا فغانی

به‌بویت صبحدم، نالان[۲]به‌گلگشت چمن رفتم نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

صائب

به‌بویت صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

همچنین کارستان‌های بسیار[۳] در سخن کرده. استاد استادان است.

– نماند ناله دلِ دردپیشهٔ ما را به‌سنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را

– ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم[۴] به‌چشم انتظار افتاد دوران پریدن‌ها

– بر روی غافلان جهان خندهٔ سپهر از رود نیل، کوچه به‌فرعون دادن است

– چون قلم شد تنگ بر من از سیه‌روزی جهان نیست جز یک پشت ناخن، دستگاه خنده‌ام

– روی گردان نشود صاف‌دل از دشمن خویش آخر آیینه به بالین نفس می‌آید

– بحر رحمت را تصوّر کرده بودم بی‌کنار از غبار خط به‌دور عارضش[۵] حیران شدم

– طاعت کند سرشک ندامت گناه را بارش سفید[۶] می‌کند ابر سیاه را

۱. ص: مستحسن افتاد و جمیع سخنوران پسندیدند.
۲. ص: بالان.
۳. ص: ـ بسیار.
۴. ص: حالم. م: بالم.
۵. ص: عارضت.
۶. ص: سپید.

- زینت خود ساخت دولت، هرچه را رد کرد فقر / مشعل شاه از کهن‌دلق گدایان روشن است
زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم / به‌جای گرد، مجنون خیزد از دامان صحرایم
- به آیینی تمام از خُمْ شراب صاف می‌آید / عجب خیل پریزادی ز[1] کوه قاف می‌آید
- آشفتگی ز عقل بریزد دماغ ما / فانوس گردباد شود بر چراغ ما[2]
- نیست هر آیینه را تاب رخ گل‌رنگ او / هم مگر آیینه سازند از دل چون سنگ او
- تو و دلجویی عاشق، زهی اندیشهٔ باطل / غبار خط مگر آرد به‌یادت خاکساران را
- پیشانی عفو ترا، پُرچین نسازد جرم ما / آیینه کی برهم خورد،[3] از زشتی تمثالها؟
- به چشم کم منگر جسم خاکساران را / که این غبار به دامان یار نزدیک است
- نه خطّ است این نمایان گشته از طرف بناگوشش / که شد[4] گرد یتیمی سایه‌افکن بر در[5] گوشش
تماشای جمال خود چنان بُردست از هوشش / که بیرون آورند از خانهٔ آیینه بر دوشش
- ز شست[6] صاف از[7] دل بگذرد گرم آنچنان تیرش / که از بوی کباب افتد به‌فکر زخم نخجیرش
- هرکه را دیدم[8] سری دارد به‌پای یار خویش / از برای تیر آه ما کمانی می‌شود
- طلبکار خدا را منزل از ره دورتر باشد / به‌دریا چون رسد سیلاب، آغاز سفر باشد
- به یک کرشمه که در کار آسمان کردی / هنوز می‌پرد از شوقْ چشم کوکب‌ها
- بر کف دست اگر موی برون می‌آید / می‌رسد دست به موی کمر یار مرا
- پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن / هیچ حاجت نیست خاک کربلا را زر شدن
- گرچه موسیقار اوقاتم به نالیدن گذشت / ناله‌ای سربسته در هر استخوان دارم هنوز[9]

این دو بیت به‌نام صائب شنیده بودم، ثانیاً حال ظاهر شد، که از دیگران است:

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز / تنگ برگیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا
زینت خود ساخت دولت هرچه را رد کرد فقر / مشعل شاه از کهن‌دلق گدایان روشن است[10]

میرزا صائب، اشعار دلپذیر عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید.

---

۱. ص: پری برگرد. ۲. ص، ل، م: ـ آشفتگی... چراغ ما.
۳. ص: شود. ۴. ص: شده. ۵. ص: از دُر. ۶. ص: شصت.
۷. د: در. ۸. د: می‌بینم. ۹. ص: ـ گرچه... هنوز.
۱۰. د، ص: ـ این دو بیت... روشن است.

روزی در مجلس میرمعزّ موسوی‌خان[۱] نشسته بودم. سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که: «صائب وفات یافت.» میر و دیگر اعزّه که در آنجا حاضر بودند، افسوس‌ها خوردند. فقیر گفت: «صائب وفات یافت».[۲] تاریخ رحلتش بی کم و کاست می‌شود. میر، حساب کرد، درست برآمد. فرمود که: مگر پیشتر فکر کرده بودی. گفتم: دوسال پیش، ازین تاریخ حکیم صاحب را «صاحب وفات یافت» یافته بودم. در «یا» و «حا» تفاوت دو سال دیده[۳] فی‌الفور گفتم. به هر دو تاریخ، تحسین کرد.

گویند مرقدش در باغچه‌ای پُر از ریاحین بر کنارِ رود واقع است.[۴] صاحب‌سخنی در آنجا رسیده، این بیت بر مرقدش[۵] نوشته:

ای صبا! آهسته پا بر برگ‌های غنچه نه پاسبانانند گل‌ها، صائبا خوابیده است

میرصیدی

در زمان شاهجهان بادشاه به‌هند آمده. شاعر نازک‌خیالِ بلندفکر بوده. غلغلهٔ این مطلع برجسته که ذکر خواهد شد، در سخنوران پایتخت رسانیده. بر سر دروازهٔ بیگم[۶] جا گرفت. روزی، بیگم، بر عماری فیل سوار از آن راه[۷] برای سیر باغ صاحب‌آباد گذشت.[۸] از بالای بام به بانگ بلند برخواند:

بُرقع به رخ افکنده بَرد ناز به باغش تا نکهت گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده، خوشوقت شد، پانصد روپیه صله، عنایت فرمود.

فقیر، دو بیت، نزدیک به آن مضمون رساند. هر دو بیت قلمی می‌گردد:

– کی شود از ناز با ما خاکساران چارچشم آنکه می‌پوشد ز گرد سبزه در گلزار چشم

– چگونه دل دهد آن نازنین به آرایش که دست او ز نگین زیر سنگ می‌ماند

دیوان رنگین و اشعار پرمضامین دارد. استاد فن و کامل[۹]سخن بود.

گویند[۱۰]: روزی بر لب جوی با یاران صاحب‌سخن نشسته، تماشای ماهیان می‌کرد. این مطلع[۱۱] از طبعش سر برزد:

---

۱. ص: + فطرت. ۲. د: + ۱۰۸۱. ۳. ص: است. ۴. ص: گشت.
۵. د: – بر مرقدش. ۶. د: + صاحب. ۷. س: ـ بیگم... راه. د: دروازه. ۸. ص: انداخت.
۹. ص: صاحب. ۱۰. ص: ـ گویند. ۱۱. ص: + بدیهه.

ازین خودکام یاران، رنگ الفت می‌پـرد مـا را	که بهر صید ماهی، خشک می‌خواهند دریا را

قضا را ماهیی برجست و در دامنش افتاد. آن را صلهٔ شعر تصوّر کـرده بـه شـگون نیک برداشت. روز دیگر، ضیافت این عطیّه ترتیب داد.[۱] فقیر سـرخوش نیـز مطلعـی و حسن مطلعی در جوابش رساند:[۲]

ازین بی‌رحم صیّادان، رهایی کی شـود مـا را	که آتش می‌زنند از بهر یک نخجیر، صحرا را

به‌گلزاری که بیند نازْ عـرضِ لـشکر حُـسنش	تماشا کن شکست فوج فـوج رنـگ گلهـا را

این نیز مقبول طبایع گشت. خان والاشان،[۳] مکرّم خان[۴]، خلف[۵] شیخ‌میر، سـپه‌سـالار عالمگیر، به‌یک دست خلعت، این منتظر فیض[۶] را نیز تسلّی بخشید. حُـسن مطلعـش را نیز جواب گفتم.[۷]

صیدی:[۸]

به‌راه انتظارش گر گدازد تن، چه خواهد شد	ز اعضا چشمی و پایی[۹] ز نرگس بس بُـوَد مـا را

فقیر، این حسن مطلع را نیز جواب باصواب گفته:

ز اسباب طرب چیزی دگر مَـیْ‌کَـش نمـی‌خواهـد	همین دستی و جامی همچو نرگس بس بُـوَد مـا را[۱۰]

من اشعار صیدی:[۱۱]

– از بـاغ رفتـی و دل بلبـل بـه نالـه ریخـت	گـل را شـراب رنـگ تمـام از پیالـه ریخـت

– بی‌تو بلبـل مـی‌کـشد[۱۲] دنبالـه آهنـگ مـرا	بوی گل تعلیم تمکـین مـی‌دهـد رنـگ مـرا

– در غبار دل، هوس‌ها را نهـان کـردیم پـاک	در حیات خویش بُردیم آرزوها را بـه خـاک

– سرگشتگی به طـالع مـن بـاب[۱۳] کـرده‌انـد	یک می بـه سـاغر مـن و گـرداب کـرده‌انـد

– عجـــب دارم از طـــالع ســـاغر خـــود	کـــه در ســـاختن نیـــز گردیـــده باشـــد

۱. ص: ــ روز دیگر داد.
۲. د، ص: فقیر، مطلعی در جوابش رساند. د: فقیر سرخوش، مطلعی... رساند.
۳. ص: ــ خان والاشان.	۴. س، د: مکرمت‌خان.	۵. ص: + نوّاب.
۶. ص: منظر الهی.	۷. ص: فقیر جواب رساند.	۸. د: مکرمت‌خان.
۹. د: چو.	۱۰. ص: ــ فقیر... ما را.	۱۱. ص: ــ من اشعار صیدی.
۱۲. خ: می‌کند.	۱۳. د: تاب.

- سوخت رشک شعلهٔ شمعم که در راه طلب / از نظرهـا کـرده پنهـان جـادهٔ پیمـوده را
- کم‌طالعی نگر که من و یار چون دو چشم / همسایه‌ایـم و خانـهٔ هـم را ندیـده‌ایـم
- کُشتهٔ نـاز تـو آرام نمـی‌دانـد چیسـت / گر به خاکش کنـی، آسـودگی از خـاک رود
- ز بس که حسن تو هر ذرّه را به رنگی سوخت / تـوان شـناختن از هـم غبـار سـوختگان
- در جهان بود ازیـن پـیش نـشاطی و کنـون / مـا مکافـات‌کـش عـشرت آن یـارانیم
- ندیدم جز قفس جای دگر تا دیده‌ام خود را / همین در ریختن‌ها کـرد پـروازی پـر و بـالم
- در بـزم او مجـال نشـستن نیـافتیم / چـون نـرگس ایـستاده کـشیدیم جـام را
- مرا شرم محبّت بس که دور از بـزم او دارد / سخن گر[1] روبرو گوید، به‌من پیغام می‌گـردد
- بعد مرگ، افتان و خیزان در هوای کوی او / اسـتخوانم چـون پـر افتـاده آیـد سـوی او

حکیم محمّدکاظم صاحب[2]

خود را مسیح‌البیان می‌گفت، «صاحب» تخلّص داشت. اکثر شعر به طور[3] مولوی روم[4] مـی‌گفـت. دیوانی ضخیم پُر از رطب و یابس ترتیب داده. بر پشت سرورق،[5] تـصویر خـود نقـش کنانیـده بـود.[6] صورت و معنی خویش را در عالم جلوه می‌داد. و مثنوی‌های متعـدد دارد، هـر یکـی را نـام خوشـی نهاده: *آیینه‌خانه* و *پری‌خانه* و *ملاحت احمدی* و *صباحت یوسفی* و *کمال محمّدی*.[7] مجموعـهٔ کلّیـات را به *انفاس مسیحی* موسوم ساخته. بر طبع و استادی خود مغـرور بـود. از غایـت برخـودغلطی، اکثـر اشعار پوچ و بی‌معنی می‌گفت و از مردم، چشم تحسین می‌داشت.

روزی، میرصیدی، به دیدنش آمد. او در خانه به‌کاری مشغول بود. میر سـاعتی بنشـست. دیـوانش بر رحل، مثل مصحف به تعظیم تمام نهاده بودند،[8] بگشود.[9] نگاهی کـرد و برخاسـت و رفـت. حکـیم چون برآمد و شنید که میرصیدی آمده بود، به میر سامان خود گفت: چرا نگفتی که تـا برآمـدن مـن بـه مطالعهٔ دیوان[10] محظوظ باشند؟ بـه ایـن تقـصیر شـدید،[11] چنـد کـرّه[12] بـه آن بیچـاره زد. ایـن مـاجرا به‌میرصیدی رسید. روزی در دربار با هم دوچار شدند. حکیم، عذرخواهی کـرد کـه: چـرا انتظـار مـن

۱. ص: را.
۲. ص: حکیم کاظم.
۳. ص: اکثر به طرز.
۴. ص: رومی.
۵. ص: و سرورق دیوان.
۶. ص: نقش کرده.
۷. ص: گل محمّدی.
۸. ص: بود.
۹. ص: ـ بگشود.
۱۰. ص: + من.
۱۱. ص: ـ شدید.
۱۲. کرّه: تازیانه.

نکشیدند و زود برخاستند. باری، دیوان من آنجا بود، به‌نظر گذشته باشد، حظّ کرده باشند. میر گفت که: سه صفحه دیدم، عجب این است[۱] که شعر شما بگویید و صله میر سامان بیابد. این چند بیت ازوست:

– قدح کج کرده اشکی زان بت پیمان‌شکن دارم / گل ابری[۲] به‌مژگان، یادگاری زانجمن[۳] دارم

– دلی دنبال[۴] چشم او رمان[۵] از خویشتن دارم / پی آهو چو آهو می‌دود این دل که من دارم

– غافل آمد در برم آن شوخ بی‌پروا نشست[۶] / می‌طپد در سینه دل، ترسم خبردارش کند

– در گلستان بارها بر[۷] چشم تر مالیده‌ام[۸] / برگ گل نبود شناسم، گوشهٔ دامان کیست؟

– ما به‌خود دوست ندیدیم کسی را هرگز / که دعا[۹] کرد به دام تو گرفتار شدیم

– خطّ سبز آفت جان بود، نمی‌دانستم / دام در سبزه نهان بود، نمی‌دانستم[۱۰]

رباعی

– بر لاله خطی کشید کان سنبل موست / گل را به‌گلاب شُست کاین صفحهٔ روست

عالم همه اوست، لیک نتوان گفتن / شه را به سرانگشت نمودن نه نکوست

– ما را به خدای خویشتن راهی هست / در ظلمت تن[۱۱]، نور[۱۲] شهنشاهی هست

چشمک‌زدن ستاره بی‌چیزی نیست / در پردهٔ عنبرین شب، ماهی هست

– پوشی اگر اطلس و اگر باشی عور / کو[۱۳] آنکه ز نزدیک ببیند یا دور

شرم از که کنی درین حصار نیلی / در خانهٔ تاریک، چه بینا و چه کور

آقا صادق[۱۴]

دانشمندخانی فاضل کامل بوده. گاهی فکر سخن نیز می‌کرد. ساقی‌نامه‌ای به حُسن ادا گفته[۱۵] و این بیت ازوست:

---

۱. ص: عجب اتّفاق است. ۲. د: ریزی. ۳. د: زان چمن. ۴. س: پی دنبالهٔ.
۵. س: زبان. ۶. ص: گذشت. ۷. ص: از. ۸. ص: نالیده‌ام.
۹. د: دغا. ۱۰. د، ص: ـ خط: نمی‌دانستم. ۱۱. ص: شب. ۱۲. د: مور.
۱۳. د: کور آنکه ز نزدیک نبیند تا دور. ۱۴. ل: آقا محمّدصادق.
۱۵. د، ص: ساقی نامه‌ای دارد.

رحم می‌آید مرا بر بلبل آن بوستان | کز نزاکت‌های گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی

بالفعل، یک بیت از او به نظر درآمده.[۱] ازوست:

غمم افزون شود چون دیگران گریند بر عالم[۲] | بلی دریا فزون می‌گردد از باران ساحل‌ها

صامت

سوداگر. در زمان عالمگیرشاه، به‌هند آمده. دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد. این دو بیت ازوست:[۳]

– شکفتن، غنچهٔ بی‌رنگ و بو را می‌کند رسوا | همان بهتر که دست بی‌کرم در آستین باشد

– ما را نگه چشم تو از چشم تو خوشتر | بادام، صفایِ گلِ بادام ندارد

میرضیای دهلوی[۴]

خوش اندیشه بود. یک دو صحبت[۵] در اوایل جلوس عالمگیری، او را دیده‌ام. ازوست:

– نشسته در طلب دلربای[۶] خویشتنم | چو چشم می‌پرم، امّا به جای خویشتنم

– جاده همراهی من تا به لب دریا کرد | عاقبت همره کوته قدمم تنها کرد

– هر که با جانان نشد سرگرم، باآرام[۷] نیست | خالی از آسیب نبود باده[۸] تا در جام نیست

گه دهان یار می‌بوسم ز مستی،گاه چشم | پیش مستان[۹] هیچ فرق از پسته و بادام نیست

---

۱. ص: افتاده.
۲. د: حالم.
۳. ص: این دو بیت از او اندک مزه داشت، نگارش یافت.
۴. ل، م: میرضیاءالدین دهلوی.
۵. ص: ـ یک دو صحبت.
۶. ص: دل به پای.
۷. ص: بی آرام.
۸. ص: شیشه.
۹. ص: خوبان.

طالب آملی

صاحب‌طبع و صاحب‌کمال[1] و خوش‌فکر و خوش‌خیـال بـوده. اشـعار عـالمگیر دارد.[2] میرزا صائب وغیره سخن‌سنجان، او را به استادی قبول دارند. این مطلع او در خـاص و عام مشهور است:

به تن بویا کند گلهـای تـصویر نهـالی را   به پا بیدار سازد خفتگـان نقـش قـالی را

برای این مصرع، شش ماه فکر کرده، پیش‌مصرع رساند:

ز غارت چمنـت بـر بهـار منّـت‌هاسـت   که گل به‌دست تو از شاخ تازه‌تـر باشـد[3]

وله:

– جسم از غم فربهم نزار است   یک برگ گلم دو جامه‌دار است

– آبم بکن ای شـرم! بـه نزدیکـی آن کـو[4]   شاید بـه غلـط، یـار ز مـن دسـت بـشوید

– شـد ز نظّارگیـان خانـهٔ همـسایه خـراب   مه مـن بـا تـو کـه فرمـود کـه بـر بـام بیـا

– خانهٔ تست دل و دیده، ز بـاران سرشـک   گر چکد آب در آن خانه، دریـن خانـه بیـا

– هر سنگ که بر سینه زدم نقش تو بگرفت   آن هـم صـنمی بهـر پرسـتیدن مـن شـد

– گرمی عجب ز خوی تو نبود که در جهان   هر آتشی که مرد، به خوی تـو جـان سـپرد

---

۱. ص: فصاحت.   ۲. ص: اشعارش عالمگیر.   ۳. ص: آید.

۴. د: آبم مکن ای شرم به تردامنی اکنون.

– خواستم تا سینه بخراشم بـه نـاخن چـشم را[1] در میـان پنجـه‌امماننـد مـو در شـانه مانـد
– لـب از گفـتن چنـان بـستم کـه گـویی دهـان بـر چهـره زخمـی بـود، بِـه شـد

حاجی طیّبی[2]

صوفی‌مشرب بود. بیشتر، فکر رباعی می‌کرد:[3]

– ای دل! سـفری ازیـن جهـان دون کـن از بهـر گریـز، رخنـه در گـردون کـن
در خانـهٔ تاریـک[4] ازیـن بـیش مخـواب بنگر که چه وقت است، سری بیرون کن
– در خوابگـــه جهـــان، مـــن شـــیدایی چـــشمی بگـــشادم از ســـر بینـــایی
دیـــدم کـــه درو نبـــود بیـــدار کـــسی مـــن نیـــز بخـــواب رفـــتم از تنهـــایی

میرمحمّدطاهر حسینی

در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه به‌هند آمده بود. پیـشهٔ تجـارت داشـت و از تـاجران دولتمند و عمده بود و به حلیهٔ تقوی آراسته. در زمان شاه‌جهان، با ظفرخان، او را خلطه و محبّت عظیم بود. خان قدردان از راه آشنایی، ذکر کمالاتش در حضور بادشـاه نمـود. بر زبان مبارک بادشاه گذشت که: اگر نوکری اختیار کند، به پانـصدی منـصب سـرفراز می‌سازیم. خان معزٌالیه آمد و گفت: اگر قبول این معنـی نکنـی، از تـو مـی‌رنجـم. میـر مذکور در جواب، این غزل، انشا کرد:

دیوانـه‌ایـم و بـر مـا، باشـد لبـاس رنـدان زنجیـر گـردن ماسـت، زنجیـرهٔ گریبـان
بر ما مپیچ بـسیار، خـواهیم بـر جنـون زد یک نعره‌وار راه اسـت، از شـهر تـا بیابـان
زافتادگـان نیامـد، اسـتادگی بـه خـدمت چون نقـش پـا بـرونم، بُـردن ز راهْ نتـوان
چو تار سبحه نتوان، از هر دری درون شد صد در نمی‌توان گشت، از بهر یک لب نان
طرز غزل‌سرایی، ختم است بر تو «طـاهر»! معنی ز تست امروز، چـون همّـت از ظفرخـان

---

۱. ص: چشم‌وار.
۲. س: حاجی طیّب، م: طیّبی.
۳. ص: + و غیر از این شعرهای بسیار دارد.
۴. ص: آیینه.

از منتخب اشعارش دو بیت به خاطر بود، ایراد یافت:

– نسخهٔ دوران ز نفع انتخاب افتاده است	آنچه من می‌خواهم، اکثر زین کتاب افتاده است

– بهم این دستگیری منعمان را عین نادانی است	بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد[1]

ملّا طغرا

شاعر خوش‌فکرِ مُنشی‌طبیعت بود. بیشتر در انشاپردازی، اوقات به سر می‌بُرد.[2] در تعریف کشمیر و راه آن رساله‌ها نوشته. در آنجا داد سخنوری داده.[3] اشعارش نیز خالی از چاشنی معنی[4] نیست:

– خوش آن ساعت که بزم‌آرا نشینی بر لب جویی	خط پشت لبت چشم قدح را گردد ابرویی

– آبرو می‌رود از دست به آمد شدِ[5] غیر	چون حباب از همه جانب ره[6] کاشانه ببند

میر[7] نظام‌الدین احمد طالع تخلّص

از مستعدّان زمانه است و در جمیع علوم و فنونْ یگانه.[8] از بس دعوی همه‌دانی،[9] همّتش تنها به فنّ شاعری سرفرو[10] نمی‌آرد. از تحقیق و تصوّف نیز چاشنی دارد. فقیر را در خدمت او اتّحاد و اخلاص تمام است.[11] دو رباعی فقیر، دو گواه این مدّعاست:

– تو صوفی صاف و صاحب تمکینی	تو هادی کاملی و حق‌آیینی[12]

من مخلص تو به جان، و تو مشفق من	من بنده چو[13] خسرو[14] و تو نظام‌الدینی[15]

– دل بهر کمالات پریشان چه کنم؟	کافیست مرا نشئهٔ عرفان، چه کنم؟

مرزای[16] نظام دین[17] محمّد[18] همه‌دان	من سرخوش بیچاره یکی‌دان، چه کنم؟

---

۱. شرح حال و اشعار «میر محمّد طاهرحسینی» در «د» و «ص» و «م» نیست.

۲. س: می‌نمود.　۳. ص: در آنجا تلاش را داد داده.　۴. ص: معانی.

۵. ص: اندیشهٔ.　۶. د: در.　۷. د: میرزا.　۸. د، ص: ــ و فنون یگانه.

۹. ص: + دارد.　۱۰. د: فرود.　۱۱. ص: + چنانچه این.　۱۲. د: و هم حق‌بینی.

۱۳. س، د: ــ چو.　۱۴. منظور، امیر خسرو دهلوی است.

۱۵. منظور، نظام‌الدین اولیاء است.　۱۶. س، د: میرزای.　۱۷. ص: نظام.

۱۸. م: طالع. د: احمد.

میرزا قطب‌الدین مایل، برادر کلانش، شبی از راه استهزا گفت:ایشان خود لیاقت سلطان نظام‌الدین شدن دارند، و پُرظاهر است شما درجهٔ کمال خسرو دارید. گفتم: وقتی که ایشان نظام‌الدین اولیاء خواهند شد، مرا خسرو[۱] شدن چقدر بعید است.

قصیده در نعت گفته بود، می‌خواند، چون به این بیت رسید:

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید　　　از جنابت تا مرا گشته نظام‌الدین خطاب

محمد اخلاص وامق تخلص، حاضر بود، گفت: از اوّل[۲] از جنابت برآیید، بعد از آن با بزرگان فخر کنید[۳].

موسم خربزه،[۴] سرده‌های شیرین می‌فرستاد، این رباعی نوشتم:

سرخوش

از خربزه‌های بخشش مرزایم　　　چون جان شیرین شده است سر تا پایم

در شکرش خواستم زبان بگشایم　　　چسبید ز شیرینی آن لب‌هایم

میرزای حلاوت‌سنج در جواب نوشت:

ای در دل اهل ذوق و وجدان جایت　　　عبد اخلاص خالصت مرزایت

از بس‌که به‌قلب[۵] آشتی[۶] داری دوست　　　چون اهل زمانه وا نشد لب‌هایت

روزی، این بیت خواجه حافظ شیرازی در نغمه می‌خواندند، خوش آمد[۷]، طرح کردیم:[۸]

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو　　　یادم از کِشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

عزیزی دیگر[۹]

تخم دیگر به کف آریم و بکاریم ز نو　　　کآنچه کشتیم، ز خجلت نتوان کرد درو

سرخوش

هر کس انبار کند خرمنی از گندم و جو　　　منِ ناکاشته تخمی، خجلم وقت درو

---

۱. س، د: ـ دارید... مرا خسرو.　۲. س، د: ـ اوّل.　۳. ص: فخر به پاکان کنند.
۴. ص: به موسم خریف.　۵. ص: ـ به قلب.
۶. س، د: خواستی، ل: خویشتن. متن، مطابق «ص» است. این رباعی در «م» نیست.
۷. د: ـ خوش آمد.　۸. س، د: کردم.　۹. ص: لایعلم.

طالع

باشدت[۱] رنج دویی حاصل این گندم و جو	آنچه ناکاشته‌ای، مُفت تو[۲] هنگام درو

طالع

– جدا از هستی خود شو که هم‌رنگ صفا گردی	اگر قالب تهی از خود کنی، ماه سما گردی
قناعت عالمی دارد، خدا را پا به‌دامن کش	ز طفلی رم نمودی، پیر گشتی تا کجا گردی
به خیراندیشی عالم برآور نام چون «طالع»	دلی را گر به‌دست آری، به‌جانت دلربا گردی
– بر سر شورش میاور خاطر[۳] پرشور را	نیست آسان دست کردن خانهٔ زنبور را
وقت پیری بی‌مذاق تلخ نتوان زیستن	کی تواند داشت بی‌فلفل کسی کافور را
از غلط اندازی دوران[۴] مشو غافل که شخص	می‌شمارد اختر[۵] تابان، چراغ دور را[۶]
– هیچ دل از تیغ[۷] او بی‌ریش نیست	آب در جریان ز ضبط خویش نیست
کثرت تکرار کلفت می‌دهد	عشرت دنیا نگاهی بیش نیست

محمّدطاهر[۸]

معلوم نیست که همان طاهر است که بالا ذکر کرده شد، یا دیگری است:[۹]

لطف دشنام تو تسکین دل مدهوش است	آتش از آب، چه گرم و چه خنک، خاموش است

ملّا ظهوری ترشیزی

استادفن بود.[۱۰] در بیجاپور و دکن،[۱۱] علم خوش‌خیالی برافراخته. به نظم و نثر، ید بیضا داشت. *خطبهٔ*[۱۲] *نورس* و *خوان خلیل* و *گلزار ابراهیم* به نام ابراهیم عادل شاه، بسیار[۱۳] خوب گفته[۱۴] و در *ساقی‌نامه*، که به نام برهان نظام‌الملک گفته، داد سخنوری داده. همّت‌خان به شوق این، خمکده قرار داده، قریب صد و بیست ساقی‌نامه‌های

۱. ص، م: تا شدت. ۲. ص: مفت به. ۳. ص: این دل. ۴. ص: گردون.
۵. ص: نقرهٔ. ۶. د: – از غلط‌اندازی ... دور را. ۷. ص: شمع.
۸. د: شرح حال محمدطاهر را ندارد. ۹. ص: از او ؟ این بیت به گوش نخورده. از اوست.
۱۰. ص: ـ استاد فن بود. ۱۱. ص: ـ و دکن. ۱۲. ص: ـ خطبهٔ. ۱۳. ص: ـ بسیار.
۱۴. ص: نوشته.

سخن‌سنجان تازه‌گو جمع کرده، کلام هیچ کس بـه آن نرسـیده، مگـر سـاقی‌نامـهٔ فقیـر سرخوش، باری به آن پهلو زد.

گویند وقتی که پیش نظام‌شاه در احمدنگر فرستاد، با وجود ناآشنایی[1] سـخن، چنـد زنجیر فیل پر از نقد و جنس، صلهٔ آن فرستاد.

ظهوری[2] در قهوه‌خانه نشسته تنباکو می‌کشید، فرستاده‌هـا قـبض‌الوصـول خواسـتند، قلم[3] برداشت و بر پارچهٔ کاغذ نگاشت که:[4] «تسلیم کردند، تسلیم کردم.»

فقیر سرخوش[5] به نام عالمگیرشاه درست کرده، که نمکش مـی‌خـورد، اگـر چـه او نشنیده، و اگر می‌شنید، عطا هم معلوم و امّا ادای حقّ نمک کرده.[6]

یکچند از وجه کتابت قوت بهم می‌رسانید. کتاب *روضة‌الصفا* را الی آخره صد کرّت نوشته فروخته.

من خیالاته:[7]

– چشم را پردهٔ خـود کـرده بـه دیـدن رفـتم / پنبـه در گـوش نهـادم[8]، بـه شـنیدن رفـتم

سـجدهٔ دایمیـی بـود تمنّـای جبـین / کـرد پیـری مـدد اینـک بـه خمیـدن رفـتم

– از دم تیغـی مگـر،[9] دم بـه طپیـدن دهـیم / سرمهٔ حیرت کـشیم، دیـده بـه دیـدن دهـیم

بنـد نقـابی[10] کـشیم، تیـغ و تـرنج آوریـم / یوسـفِ یعقـوب را، کـف بـه بریـدن دهـیم

چـراغ عـاریتی تیرگـی زیـاده کنـد / بـه‌روشـنایی شـب‌هـای تـار سـوگند اسـت

– ذوق حُسنش بر تماشای گل و گلزار داشت / گر نمی‌بردند زود، آیینه با خود کـار داشـت

– دل پـر از سـوز[11] محبـت داغـدار افتـاده‌ام / لالـه‌زار دیگـران در شـعله‌زار افتـاده‌ام

سربلندی می‌کنم دعوی، گواه افتادگی است[12] / از عزیزانم دلـیلم ایـن کـه خـوار[13] افتـاده‌ام

– بـه جگرتـشنگی خـضر، دلـم مـی‌سـوزد / که به[14] سـر چـشمهٔ تیغـی، دم آبـی نکـشید

– به حذر می‌گـذر از خـاک جگرسـوختگان / دسـت بیـرون نکـشد[15] شـعلهٔ دامـن‌گیـری

---

۱. ص: آشنایی.
۲. ص: ـ ظهوری.
۳. ص: ـ قلم.
۴. ص: برنگاشت.
۵. ص: ـ سرخوش.
۶. ص: نمود.
۷. ص: از اوست.
۸. د: نهاده.
۹. ل: تیغ نگه.
۱۰. ص: ادای.
۱۱. ص: شور.
۱۲. ص: گناه افتاده است.
۱۳. ص: دلم آهنگ خوار.
۱۴. د: – به.
۱۵. ص: نکند.

عرفی شیرازی

از مستعدّان زمانه است. در قصیده‌گویی و غزل‌پردازی یگانه. اشعارش به‌سبب اشتهار ایراد نیافت. به همین بیت که خوش‌کردهٔ[1] میان ناصرعلی بود، اکتفا کرده. شمّه‌ای[2] از حالش رقمی[3] گشت.

من ازین درد گرانمایه چه لذّت یابم[4]   که به‌اندازهٔ آن صبر و ثباتم دادند

در مدّاحی میرابوالفتح گیلانی و نوّاب خان‌خانان سپه‌سالار، زرها یافت. در سی و شش سالگی[5] در سنهٔ تسع و تسعون و تسعمائه[6] در لاهور درگذشت و همانجا مدفون گشت. «استادالبشر» و «هادی کلام عرفی شیرازی» تاریخش یافتند. از غایت اعتقاد که به‌جناب مفرّض‌الطاعة علی[7]المرتضی – علیه‌السّلام[8] – داشت و به شوق دریافت خاک مرقد آن سرور،[9] این بیت به صد اشتیاق گفته:[10]

«به کاوش مژه از گور تا نجف بروم»   اگر به هند به خاکم کنی وگر به تتار

آخر، میرصابر اصفهانی،[11] لاش[12] او را بعد از سی[13] سال، به نجف اشرف رسانید. ملّا رونقی همدانی تاریخ یافت:[14]

---

۱. ص: خوشگاه. ۲. د: تتمّه. ۳. ص: قلمی. ۴. ص: دارم.
۵. د: سی سالگی. ۶. د: – و تسعمائه. ۷. د: – علی. ۸. ص: علیه‌السّلام.
۹. ص: ـ سرور. ۱۰. ص: + بود. ۱۱. ص: میرضیای اصفهانی. ۱۲. ص: نعش.
۱۳. د: سه. ۱۴. ص: تاریخ وفاتش بدین عنوان ادا نموده.

یگانــه گــوهر دریــای معرفــت، عُرفــی — که آســمان پــی پــروردنش صــدف آمـد
چو عمر او بـه سـرآمد ز گـردش دوران — شکست بر صف دل‌های پُرشـعف آمـد
به‌گوش چرخ رسانید حـرف جانـسوزی — که عمرم از تو چو در معرض تلف آمـد
«به کاوش مژه از گـور تـا نجـف بـروم» — فکنـده[1] تیـر دعـایی و بـر هـدف آمـد
رقـم زد از پـی تـاریخ، رونقـی! کلکـم: — «ز کـاوش مـژه از هنـد تـا نجـف آمـد»

گویند: این رباعی در حالت نزع گفت:

عُرفی! دم نزع است و همان مـستی[2] تـو — آخـر بـه چـه مایـه بـار بربـستی تـو؟
فرداست که دوست، نقدِ فردوس به کف — جویـای متـاع اسـت و[3] تهـی‌دسـتی تـو

آبروی هندوستان،[4] میان ناصر علی

از اهل هند، صاحب‌سخنِ[5] بلندخیالِ معنـی‌یـاب و ذی‌همـت و الکمـال، همچـو او برنخاسته. از یارانِ قدیم فقیر بود. از خوردسالگی یکجا با هم مشق سخن مـی‌کـردیم و صحبت‌ها می‌داشتیم. این بیت رفیع،[6] حسب حال است:

طالع شهرت رسوایی مجنون بیش اسـت — ورنه طشت من و او هر دو ز یـک بـام افتـاد

در اوائل شهرت، همّت‌خان، خواهش دیدنش کرد. به وساطت میرزا محمّدعلی ماهر رفت. بعد شعرخوانیها به تقریبی گفته که در مردم مغلیهٔ ما خوب رسمی است که یاران در خانهٔ یکدیگر مهمان می‌شوند. امروز من به خانهٔ یاری خورم و فردا یار به خانهٔ مـن خواهد خورد. مردم هند رکیک طبع‌اند که از غایت خسّت به خانـهٔ خـود پنهـان شـده می‌خورند.

ناصرعلی گفت: مغلان، نان را به قرض می‌دهند و اهل هند از این شیوه عار دارنـد. همّت‌خان بر هم خورد.

---

۱. د: فکند. ۲. د: هستی. ۳. د: – و.
۴. ص: حقایق و معارف آگاه، واقف اسرار خفی وجلی، آبروی...
۵. ص: سخنور. ۶. م: حسن بیگ رفیع.

روزی، همراه سیف‌خان، که با او بسیار دوستی داشت، به خانهٔ خان جهان‌خان بهادر کوکلتاش رفت، چون تکلیف شعرخوانی کرد، این بیت خواند:

اهـل دنیـا را زغفلـت زنـده‌دل پنداشـتم　　خفته دایم مردگان را زنده می‌بیند به خواب

نواب، پنج هزار روپیه گذرانید، قبول نکرد. و رو به سیف خان کرده، گفت: من بـه خدمت آن بزرگ[1] می‌باشم، هرگاه گرسنه می‌شوم، از مطبخش شوربای می‌رسد.

فقیر در تعریف همتّش گفته:

ختم است به همّت علی بذل و عطـا　　از چهـــرهٔ او عیـــان نـــور ســـخا
گـر صـورت آدمـی گرفتـی همّـت　　می‌گشت به صورت علی جلـوه‌نمـا[2]

به‌قدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت. در زمان بی‌فیض واقع شد، والّـا این چنین نازک‌خیال می‌باید که ملک‌الشعرای عصر باشد. چنانچه[3] این ربـاعی فقیـر در تعریف او شاهد کمال اوست:

در ملک سـخن بُـوَد جهـانگیر علـی　　در مشرب دل ولـی‌علـی پیـر[4] علـی
با شعر علی نمـی‌رسـد شـعر کـسی　　زانسان که خط کس به خط میرعلی[5]

آخر عمر، به‌اشارهٔ مجذوبی، در دارالخلافه به دعوی قطبیت[6] اقامت ورزیده، جنـون ساخته به هم رساند و دم از دوستی بوعلی قلندر می‌زد. شـشم[7] رمـضان‌المبـارک سـنهٔ یک‌هزار و یک‌صد و هشت[8] درگذشت. فقیر تاریخش گفته:[9]

وارسـته علـی بـه همـت بـی‌پـروا　　از راحت و رنج دهر، مستغنی رفـت
دائم چو توجّهش[10] سوی معنی بـود　　دل کنده ز صورت‌کدهٔ هـستی رفـت
سرخوش ز خرد، سال وفاتش پرسید　　گفت: «آه علـی بعـالم معنـی رفـت»

در اوایل مشق، روزی، فقیر با وی گفت که: بعضی اعزّه می‌گویند که: مسوّدهٔ اشعار

---

۱. م: – به آن بزرگ.
۲. س، ص، د: – در اوایل شهرت ... جلوه‌نما. ل: – فقیر در تعریف ... جلوه‌نما.
۳. د: – چنانچه.　۴. د، ص: میر.　۵. منظور، میرعلی هروی، خوشنویس مشهور است.
۶. ص: قطب.　۷. د: بیستم.　۸. س، د: نه.
۹. ص: بعد از وفات چنین یافته.　۱۰. ص: چون وجهش.

ملّاندیم به‌دست ناصرعلی افتاده و اشعار آن را به‌نام خود می‌خواند. گفت: امتحان شاعر، طرح غزل است. بیایید با هم غزلی[۱] طرح کنیم. این غزل در پیش بود:

«آب استاده است، آفتاب استاده است»

اول، فقیر، اسب در میدان تاخت و این مطلع بدیهه گفت:

تن ز اشکم تا به گردون[۲] غرق آب استاده است سر به روی تن عیان همچون حباب استاده است

میان ناصرعلی، حُسن مطلع رساند. جواب مدّعیان به این بیت ادا کرده:[۳]

اهل همّت را نباشد تکیه بر بازوی کس خیمهٔ افلاک، بی‌چوب و طناب استاده است

ناصرعلی، روزی به فقیر گفت: در تمام عمر، به از این نگفته‌ام. چیزی که به من داده‌اند، همین بیت است.[۴] به اعتقاد خود، بِه از شعر خود[۵] می‌دانم:

تو چون ساقی شوی، درد تنک‌ظرفی نمی‌ماند به قدر بحر باشد وسعت آغوش ساحل‌ها

فقیر گفت: به این معنی قریب، بیتی دارم، امّا داخل انتخاب خود نکرده‌ام:

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم همچو مه بالد به قدر باده برخود ساغرم

وای بر طالع! من[۶]، هرگاه در دیوان خود نظری می‌کنم، این قدر معنی‌های تازه و بلند می‌بینم[۷]، که شعرای دیگر برای یک مصرع چنین عاجزند و نمی‌یابند. امّا هیچ کس خریدار نیست، بلکه به گوشهٔ چشم نمی‌نگرد[۸].

یوسفی در پرده بودم، کس خریدارم نشد خویش را بفروختم، با خویش سودا بازگشت

یک بیت در معنی‌یابی خود گفته‌ام، فی‌الواقع چنین است:

سرخوش! از طبعم نجسته معنی نابسته‌ای بعد ازین هرکس که گوید شعر، مضمون از من است[۹]

اگرچه اشعار میان ناصرعلی از انتخابْ مستغنی[۱۰] است، به‌اعتقاد فقیر، هرچه گفت، خوب گفته. این چند شعرش خوش‌کردهٔ میرمعزّ[۱۱] است:

---

۱. ص: ـ غزلی. ۲. د: گردن. ۳. ص: را به این عبارت ادا نمود.
۴. ص: این است. ۵. ص: بهتر از شعرهای خود. ۶. ص: ـ وای بر طالع من.
۷. ص: می‌یابم. ۸. د: + سرخوش. ۹. ص: ـ یک بیت... من است.
۱۰. ص: مستدعی است. ۱۱. ص: + فطرت.

– وحشتم از دل هر ذرّه نمایان کردند — آن قدر جمع نبودم که پریشان کردند

جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است — نفس سوخته‌ای بود که پنهان کردند[۱]

– یک شهر چشم خوش‌نگهان فرش راه اوست — آنجا که سرمه گرد کند، جلوه‌گاه اوست

– به محفلی که حریفان به یاد حق مستند — نفس زدی و چو آیینه بر تو در بستند

توبه‌های نفس بازپسین دست رد است — بی‌خبر! دیر رسیدی، در منزل بستند

– عرق شد پرتو شمع از خجالت‌ها، چه حُسن است این! — به هر محفل که باشی، خوشهٔ تاک است فانوسش

شکرلب صیدبندی[۲] طوطی ما در کمین دارد — که چون شان عسل، لبریز شیرینی بُوَد دامش

– هوای ابر ز خود می‌برد مرا امروز — چو برق جسته‌ام[۳] از جا پی[۴] گرفتن خویش

– جفاجویی که صحرا را به‌رقص آورده نخجیرش — ز سیلی‌های خون من سیه‌تاب است شمشیرش

– در وادیی که تیره‌شبم جلوه[۵] می‌نمود — نور هزار شمع، زبان غزال داشت

– ز جوش باده، دُرد ته‌نشین بالانشین گردد — ز موج خنده ترسم خط برون آید ازان لبها[۶]

– روشنی گم می‌کند در ظلمت کاشانه‌ام — هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه‌ام

– اگر آن هلال‌ابرو، به میان نشسته باشد — مه نو به‌چشم مردم، مژهٔ شکسته باشد

– چسان تقریر حال دل کنم پیش سیه‌چشمی — که گردد شمعْ خاموش از نگاه سرمه‌آلودش

– رم‌خوردگان تجرید، جایی که برق تازند[۷] — پا در حنا نشاند،[۸] رنگی به خویش بستن

– چرخ، سیلی‌خوردهٔ طوفانِ استغنای ماست — در غبار شب، مه نو، نقش پشت پای ماست

– به خرمن[۹] کسوت دیگر نپوشد آفتاب من — ز دُرد خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من

– یکی شد همچو دُرد و صاف می، روز و شب عالم — ز بس لرزید[۱۰] چرخ شیشه‌رنگ از اضطراب من

– همت درویش از منعم شدن کمتر شود — از چکیدن بازماند قطره، چون گوهر شود

– بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمایت — که چون نرگس درون دیده خالی کرده‌ام جایت

مثنوی در زمین *یوسف زلیخا* بسیار رنگین و به‌طرز تازه گفته:

نخفتم یک شب از خندیدن دل — که دیر سومناتم بود منزل

---

۱. ص: + ناصرعلی، به این بیت خود، بسیار محظوظ بودند. ۲. س: خنده بند؟
۳. د: جسته‌ای. ۴. ص: از حالی. ۵. د: جاده. ۶. ص: ـ ز جوش... لب‌ها.
۷. د: نازند. ۸. ص: نشاید. ۹. ص، ل، م: بجز من. ۱۰. ص: آرند.

بتی می‌گفت پنهان با برهمن | خدای من تویی ای بندهٔ من!
مرا بر صورت خویش آفریدی | برون از نقش خود آخر چه دیدی؟

در همان مثنوی در تعریف وارستگان می‌گوید، و خود نیز بدین بیت، محظوظ است:[۱]

به دنیا و به عقبی در ستیزند | چو برق از هر دو جانب می‌گریزند

مرد پیری از یاران قدیم او که نامش بُردن باعث ریشخند او تا ابد است، در مطلع این مثنوی، تصرّفی کرده، پیش فقیر خواند. در جوابش گفتم و به نظم درآوردم:[۲]

علی، آن پیشوای خوش‌خیالان | چو شد در مثنوی کلکش دُرافشان
رساندش پایهٔ معنی[۳] به معراج | بُوَد این مطلع آن را درةالتاج:[۴]
«الهی! ذرّهٔ دردی به جان ریز | شرر در پنبه‌زار استخوان ریز»
درین مطلع نمود از احمقی‌ها | یک از پیران جاهل، دخل بیجا
که باشد پنبه نرم و استخوان سخت | کجا این نرم را نسبت به آن سخت؟
به تغییر حروفی چند فی‌الفور | دُرستش کرد بر زعم خود این طور:[۵]
«الهی! ذرّهٔ دردی به تن ریز | شرر در پنبه‌زار موی من ریز»[۶]
من این حرف از زبانش چون شنفتم | چو گل خندیده بر رویش بگفتم:
چرا این حاجت از حق خواهی ای یار؟ | که من هم می‌توانم[۷] این قدر کار
که مشتی خس به آتش برفروزم | همه موی سر و ریشت بسوزم
سزای آن که در شعر بلندی | کند زین‌گونه دخل ناپسندی
مناسب‌تر درین هنگامه افتاد | بَر اهل سخن این بیت استاد:
«چراغی را که ایزد برفروزد | هرآنکو پُف زند، ریشش بسوزد»

عظیمای نیشاپوری

صاحب زبان بود.[۸] در هند نیامده. غزل سلسله‌بند او مشهور است و این بیت از آن غزل است:

---

۱. د: – و خود ... است، ص: می‌گوید و این است.
۲. ص: فقیر آنچه در جوابش گفته، به نظم در آورده. ۳. ص: پایه از معنی.
۴. د: + از ناصرعلی. ۵. د: + از مرد پیر. ۶. د: – سرخوش. ۷. ص: توانم کرد من هم.
۸. ص، د: صاحب معنی بود.

گفت: جسم لاغرت را از غضب خواهیم سوخت   گفتمش: من سوختم. در باب خاکستر چه گفت

سوای این، یک بیت برجسته‌اش از زبان میرمعزّ شنیده‌ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته. هر دو نگاشته می‌آید:

عظیما

ناخن زدم به سینه[1] و بر سنگ کعبه خورد   نزدیک بود راه و نشان دور داده‌اند

میرمعزّ[2]

نزدیک شد که کعبه فلاخن‌نشین شود   کوی ترا نشان مگر از دور داده‌اند

حکیم میرزا محمد عالی تخلّص

در فضایل و کمالات از مستعدّان زمانه است. در انواع فنون شعر[3] و انشاپردازی محمود[4] اقران. دیوان رنگین و منشآت پُرمضامین دارد. *پادشاه‌نامهٔ* شاه عالم بهادر،[5] به فصاحت و بلاغت[6] تمام می‌نگارد.

– عبث از قرب بزرگان دل مغرور خوش است   دیدن کوه ندانست که از دور خوش است

بی‌کمال از پی صحبت چو خودی می‌خواهد   چون زن زشت که از همدمی کور خوش است[7]

– دل شکاران به کمند تو گرفتار شدند   خودفروشان همه پیش تو خریدار شدند

چون فتاد آتش رخسار تو در شهر وجود   خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف «جنگ» که یک بیت از آن ایراد می‌یابد:

هر یک از اجزای حُسنش می کشد دل را به خویش   می‌شود صیدافکنان را بر سر نخجیر جنگ

از دکن به عبدالقادرخان، دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته می‌بود. خان معزّالیه، طرح کرده خود گفت و به فقیر[8] تکلیف کرد. فقیر هم گفت. و دیگر هیچ موروثی در دارالخلافه نماند که طبع‌آزمایی نکرد. هنوز هنگامهٔ این غزل بدشگون گرم بود که خبر شنقار شدن[9] عالم‌گیر بادشاه رسید. طرفه هرج و مرج در عالم پیدا شد. اعظم شاه به[10]

۱. ص: شیشه.   ۲. ص: فطرت.   ۳. ص: ـ شعر.   ۴. د: محسود.

۵. ص: شاهنامهٔ پادشاه عالمگیر بهادر.   ۶. د: به فصاحت نه بلاغت.

۷. ص: حور آن است که از همدمی کور خوش است. ۸. ص: احقر را.   ۹. ص: انتقال.

۱۰. د: با.

اردوی ظفرقرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت. در نواحی اکبرآباد، جنگ عظیم واقع شد. اعظم شاه با دو پسر رشید و چندین خوانین عمده و جمعی به ضرب تفنگ و تیر کشته شدند. چنانچه[۱] تفصیل آن جنگ در *ظفرنامهٔشاه* عالم بهادر به نظم آورده، داد تلاش داده. در تعریف فیل خاصه چنین گفته:[۲]

به رنگ تن و هر دو دندان او — بگویم چه رمز[۳] است ای رازجو!

ظفر را پی دولت بادشاه — دراز است در شب دو دست دعا

در آن غزل بَدیُمن، دو سه بیت فقیر و یک بیت میرزا جودت[۴] خوب بود، نگاشته می‌آید:[۵]

سرخوش

– به رنگ تن و هر دو دندان او — بگویم چه رمز[۶] است ای رازجو!

– ظفر را پی دولت بادشاه — دراز است در شب دو دست دعا

– خشک زاهد برنمی‌آید به مشت شیر جنگ — تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ؟

عشق در دل خانه کرد و عقل را پرخاش زد — بر سر جا می‌کند همسایه بر تعمیر جنگ

گرمی مردانگی از سردطبعان کم طلب — چشم نتوان داشتن از مردم کشمیر جنگ

جودت

کرد با ابرو ستم چون تیرها شد صرف جور — ترکش او شد چو خالی، کرد با شمشیر جنگ

آقا عظیما

دیوان بیوتات لاهور نیز خوش فکر است:

داغ‌های تازه از نخل تنم گل کرد و ریخت — او به‌گل چیدن[۷] نیامد، گلشنم گل کرد و ریخت

این مطلع، قافیهٔ مستعد دیگر ندارد:

– خراش سینهٔ ما را دل ناشاد می‌داند — زبان تیشهٔ فرهاد را فرهاد می‌داند

---

۱. ص: + فقیر. ۲. د: + عالی. ۳. ص: امر. ۴. س: ـ جودت.
۵. ص: یک بیت جودت نگاشته می‌شود. ۶. ص: امر. ۷. ص: گلچینم.

به‌طفل باددستی داده‌ام دل را که از شوخی | رود گر عالمی بـر بـاد، کاغـذباد مـی‌دانـد
به رنگ گرد می‌گردم پی رم‌کـرده آهـویی | که در دنبالهٔ خود سـایهٔ[1] صـیّاد مـی‌دانـد[2]

شیخ عبدالعزیز عزّت[3]

فاضل کامل بوده. سلیقه سخنوری نیز دُرست[4] داشـت. توجّـه بادشـاه[5] جوهرشـناس در صدد تربیت او مصروف بود، می‌خواست که به‌مرتبهٔ سعدالله خانی رسـاند، زنـدگانیش وفا نکرد. از اوست:

– یک لحظه دل ز ناله نخواهـد فـراغ مـا | آتـش ز سـنگ سـرمه نگیـرد چـراغ مـا
– مگو[6] که بسمل تیغ تو از رمیـدن رفـت | که راه صد رم آهو[7] به یک طپیـدن رفـت
– مجـوی راز تجلّـی ز مـست عـالم نـور | کلیم را بـه گلـو سـرمه کـرد آتـش طـور
ز بـس نگاشـته‌ام سـردمهری گـردون | کنـد ز نامـهٔ مـن بـال گـر پـرد کـافور
– شعار کارگـشایان مـلال خـاطر نیـست | گره چگونـه کنـد جـا بـر ابـروی نـاخن
– راز دل‌خستگیم هست ز مژگان تو فاش | عرض حالم نکند هـیچ زبـان بهتـر ازیـن
– چشم طنّازش ز بیم سرزنش‌هـای حیـا | پـردهٔ مـستی کنـد بیمـاری پیوسـته را

وقتی که این مطلع برجسته را فرمود:

صدایی بر نمی‌خیزد ز بسمل‌کرده[8] نخجیـرش | مگر زد آن شکارافکن به‌سنگ سـرمه شمـشیرش

عزیزی دخل کرد که: تیغ را بر سنگ کشیدن مصطلح است و برسنگ زدن جایی به نظر شریف درآمده باشد؟ گفـت: ظـاهراً جـایی دیـده‌ام. امّـا حجّتـی از اشـعار سـلف می‌خواست. ملّا محمّد اعجاز[9] از *دیوان سلمان ساوجی* شاهدی[10] پیدا کرد:

چون زند بر سنگ، تیغ آن شوخ، خوش مـی‌آیـدم | آب چون غلطد به روی سنگ،[11] گردد خوشگوار

---

۱. د: + را. ۲. ص: – به رنگ... می‌داند. ۳. ص: + تخلّص.
۴. ص: ـ درست. ۵. ص: + عالی‌جاه. ۶. د: نگو. ۷. حاشیهٔ س، م: وحشت.
۸. ص: گه بسمل. ۹. ص: ملّا حمید سعید اعجاز. ل، م: محمّد سعید اعجاز.
۱۰. ص: + استوار. ۱۱. ص: سبزه.

باقر سوداگر

این نیز تخلّص «عزّت» می‌کرد.[۱] مرد غریبی بود. این قدر عـزّت نداشـت. شـعرش هـم موافق حال او بوده.

– بـی‌غنچـه دلـی رایحـهٔ درد نـدانی / بـی‌سـیلی غـم، حـالِ رخِ زرد نـدانی
تا رام نگـردد بـه تـو رم‌کـرده غزالـی / دزدیده نگاهی که بـه‌مـن کـرد نـدانی
– موسی به کوه طور که جا گرم داشته است / دستی به‌آتش دل ما گرم داشـته اسـت

میرکرم الله عاقل‌خان

«عاشق» تخلّص می‌کرد. سلف شکرالله‌خان مرحوم، نواسهٔ نوّاب غفران‌پناه، عاقل‌خان. به کمالات صوری و معنی آراسته و به اخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسـته. طبعـی بلند و ذهنی رسا دارد. در غزلهای طرحی، داد تلاش می‌دهد. به قدرتی و سامانی تمـام می‌گوید. این چند شعر از زاده‌های طبع اوست:

– نمی‌خواهم بـه روی آن پـری از دل نقـاب افتـد / مبادا در من و معشوق یک مینا حجاب افتـد
– در پـرده بـود دل کـه محبّـت بـه یـاد بـود / این شیشه را بـه سـنگ پـری خانـه‌زاد بـود
– فـیض آزادی ز سـرو قامـت رعنـا طلـب / تا رهی از خـود، مـدد از عـالم بـالا[۲] طلـب[۳]
تـا شـوی محمـل بـه دوش کـاروان اعتبـار / چون جرس اینجا دل خامش، لب گویاطلـب
– یـادی ز مـا نمـی‌کنـد آن بـی‌وفـای مـا / از ما دلش پر است که خالی است جای مـا[۴]

شیخ عطاءالله عطا

به طرز قدیم فکر می‌کرد. شعر شُسته و صاف دارد:

– پـری دیـده‌ام، مایـل کیـستم؟ / به خـون مـی‌طـپم، بـسمل کیـستم؟
نـدانم کجـا بـرده حیـرت مـرا / ز خـود رفتـه‌ام، در دل کیـستم
نـدارد شکـستم صـدا چـون حبـاب / «عطـا»! شیـشهٔ محفـل کیـستم؟[۵]

---

۱. ص: داشت.
۲. ل: قامت.
۳. س، ص: ـ تارهی... طلب. افزوده از پاورقی «د» و «ل».
۴. ص، م: ـ میرکرم الله... جای ما.
۵. ص، م: ـ شیخ عطاءالله... کیستم.

ملّاعلی قمی

در هند نیامده. یک بیت او عالمگیر است:

نشد کـه از سـر مـا فتنـه دسـت بـردارد — به هر دیار کـه رفتـیم، آسـمان پیداسـت

خواجه عبدالله عرفان

خلف خواجه مکّی.[۱] طبع‌رسا دارد. شعر محقّقانه می‌گوید، امّا جنون بر دمـاغش غالـب است. از فکرهای رسای اوست:[۲]

جدا از خود چه می‌خواهی، توهّم کـرده مهجـورت — اگر معنی همین معنی، اگر صورت همین صـورت

ملّا عارف لاهوری

شاعر ماهر بوده.[۳] ازوست:

– بـی‌برگـی مـنعم بُـوَد از کثـرت سـامان — لـب‌تـشنگی بحـر ز بـسیاری آب اسـت
– نامهٔ شـوق مـرا قاصـد بـه‌جانـان مـی‌بـرد — در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است
– خستهٔ هجران او دل‌بستهٔ جان کندن است — مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است
– تیزیِ مژگـان خـونریز تـرا حاصـل نکـرد — تیغ‌هـای آهنـی[۴] هرچنـد سـر بـر سـنگ زد

در مثنوی *مهر و وفا* که تصنیف کردهٔ اوست، در تعریف ناف گوید:

نه ناف است این که دلها کرد بیتـاب — کـزو افتـاد فکـر مـن بـه‌گـرداب
ز تـابِ جلـوهٔ سـرو روانـش — گـره افتـاد بـر مـوی میـانش[۵]

عامل

از شاگردان مرزا صائب است.[۶] ازوست:

چه یاری بهتر از کـردار خیرانـدیش[۷] مـی‌خـواهی؟ — چه حُسنی خوش‌تر از حُسنِ سلوک خویش می‌خواهی؟

---

۱. د، ص، ل، م: ـ خلف خواجه مکّی.
۲. ص: ـ از فکرهای رسای اوست.
۳. ص: شاعر خوشگو و خوشخیال بود.
۴. ص: آستین.
۵. د، ص: ـ در مثنوی... میانش. در «ل» این عبارات در ذیل شرح حال «عامل» ثبت شده است.
۶. ص: + عالی‌خیال بوده.
۷. د: نیک خویش.

خواجه عبدالرحیم عابد تخلّص

مشق سخن بسیار کرده. دیوانی ترتیب داده. یک مرید ایشان[۱]، بیتی که در مذمّت درویشان هند فرموده بودند،[۲] به فقیر رساند:

دانه‌های سبحه را مانند درویشان هند　　　گر گلی را سوی خود خواند کسی، صد می‌رسد

فقیر سرخوش چون خادم درویشان هند بود، از راه غیرت، این معنی را این قسم صورت داده، معقول بربست:

برنگ دانه‌های سبحه را مانند درویشان هندوستان　　　اگر صد را بخواند کس، بجز یک یک نمی‌آید[۳]

۱. م: یکی از مریدان ایشان.

۲. م: گفتند.

۳. س، ص، د: – خواجه عبدالرحیم عابد تخلّص ... یک یک نمی‌آید.

میرزا برهان غروری

صاحب تلاش بوده. این بیت[1] ازوست:

بهر زیب تن ز دل[2] می‌خواستم گل‌های داغ — صد چمن برهم زدم تا یک قفس[3] آراستم

غنیمت

از خاکیان هند. غنیمت بوده. طبعی دُرست و دیوانی مختصر دارد. مثنوی نیز فکر کرده. این چند بیت ازوست:[4]

– نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدن‌ها — که می‌بالد به‌خود این راه چون تاک از بریدن‌ها

به یاد داغ‌های کهنه دل دارد تماشایی — بود طاوس را سیر چمن برگشته دیدن‌ها

– وحشتم پر زور، و طاقت زیر دست افتاده است — همچو موج از خود به کار من شکست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند[5] چون گرداب‌ها — همّت ارباب دنیا بس که پست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نمناکم نماند — خلق می‌داند که می‌خورد است، مست[6] افتاده است

– نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل — جَست برق شوق از موسی و شمع طور شد

– نظر به روی که شد آشنا که می‌گردد — به گرد خویش چو گرداب، دیدهٔ تر ما

– کرده‌ام از مُهر لب نقد بیان‌ها در گره — بسته‌ام چون غنچهٔ سوسن، زبان‌ها در گره

---

۱. ص: آن چند بیت چیده.
۲. ص، ل: دل ز تن.
۳. ص، ل: نفس.
۴. ص: ـ این چند بیت ازوست.
۵. ص: خویشتن گردید.
۶. د: + و.

– ز خلق آزرده گشتم دیدنش در خویش حاصل شد غبـار خـاطر آخـر توتیـای دیـدهٔ دل شـد
– جنونم کرد گل از گـردش چـشم دلارامـی به‌چوب گل نمی‌آید علاجـم چـوب بـادامی[1]

حاجی محمّداسماعیل غافل مازندرانی

به هند نیامده. در فنّ خط، ید بیضا داشت. به خطاب «روشن قلم» سربلندی یافـت. در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خط نسخ و ثلث و ریحان و رقاع و غیره بی‌مثل بود. اوراقی از قرآن خط یاقوت و کتاب خطّ صیرفی، ضایع و تلف شده بود، نوشـته و کهنه کرد و به جایش گذاشت و از نظر پادشاه گذرانید بی‌آنکه او ظاهر بـسازد. معلـوم نشد که تازه نوشته شده است. و در انشاپردازی یگانهٔ زمانـه بـود و بـه دبیـری خـاص اختصاص یافت. ناخلفی ازو مانده بود، همهٔ مسوّدات و اشعارش ضـایع سـاخت. ایـن چند بیت و چند رباعی، که بر السنهٔ اعزّه مانده بود، ایراد یافت:

– کجا از نازکی تاب هـم‌آغوشـی بـه گـل دارد مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقّاش تـصویرش
ز شوق لذّت زخمش ز بس در اضطراب افتـد مشبّک گردد از یک تیر، سر تا پـای نخجیـرش
چنان خوگر به بیتابی بُوَد سـودایی زلفـت که بی‌زنجیر ننشیند به روی صـفحه تـصویرش
ستم‌گر بی‌وفا بیداد صـیّادی کـه مـن دارم نگاهش نگذرد بر من گر از دل بگـذرد تیـرش
– کــار آســان نیــست بــی او زیــستن ســخت جـانی‌هـا حـساب دیگـر اسـت
– چشم بلبل می‌پرد، رنگین بهاری در ره اسـت هی نوای ناله هی، هی موسـم فریـاد هـی

رباعی

– چون پیر شدی، کـار جـوان نتـوان کـرد پیری است نـه کـافری، نهـان نتـوان کـرد
در ظلمت شب هـر آنچـه کـردی، کـردی در روشـــنی روز، همـــان نتـــوان کـــرد
– از گرمـی عـشق، بحـر و بـر مـی‌سـوزد صـــبر دل و طاقـــت جگـــر مـــی‌ســـوزد
عشق آفت زهد خشک و دامـان‌تـر اسـت آتش چو گرفت، خـشک و تـر مـی‌سـوزد
– بـشناخته تـا دهـر بـدین هـوش مـرا هـردم بـه غمـی سـاخته مـدهوش مـرا
یـک چنـد بـه نـام دگـرم بایـد خوانـد شـــاید کـــه کنـــد دهـــر فرامـــوش مـــرا

---

۱. د، ص: ـ ز خلق... بادامی.

– عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم | تـا شـوم زیـن هنـر از محنـت گیتـی آزاد
گفتم از یاری خط تنـگ در آغـوش کـشم | نـو عـروس امـل و شـاهد گلرنـگ مـراد
ضعف پیری چو قوی گشت قوا مانـد ضـعیف | طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت به بـاد
گشت پیدا که درین عرصـهٔ حرمـان امیـد | کس به نیـروی هنـر عقـدهٔ طـالع نگـشاد[1]

میر[2] محمّدطاهر غنی

صاحب طبع عالی[3] بوده. پایهٔ سخنوری را به درجهٔ کمال رسانیده. از خطّهٔ کشمیر، بلکه از تمام اقلیم هند، همچو او خوش‌خیال و معنی‌یاب نازک‌بند برنخاسته. دیـوانش – کـه سراپا انتخاب است[4] – محمّدعلی ماهر، ترتیب داده. چنانچه دیوان میرمعزّ موسوی‌خان[5] و میان[6] ناصرعلی را فقیر تدوین کرده. اکثر فکرش به طرز[7] ایهام[8] است. و «غنی» تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلّص یافتن اوست. روزی، مطلعی[9] تازه گفته، پـیش شـاه مـاهر[10] خواند:

بی‌چراغ است اگر بزم خیالم،[11] غم نیـست | مصرع ریخته شمعی‌سـت کـه در عـالم نیـست

شاه ماهر،[12] نظر به طرز ایهام‌بندی او شوخی نموده، گفت: مصرع ریختـه کـه گفتـه باشند، همین خواهد بود.

این چند بیت، انتخاب‌نمودهٔ میرمعزّ[13] است:

– فراغتـــی بـــه نیـــستان بوریـــا دارم | مبـــاد راه دریـــن بیـــشه شـــیر قـــالی را
– کنـــد در هـــر قـــدم فریـــاد خلخـــال | کـه حُـسن گلرخـان پـا در رکـاب اسـت
– بـــا دامـــن‌تـــر شـــدم بـــه محـــشر | گفتنـــــد بـــــه آفتـــــاب بنـــــشین
–می‌نوازد ساز عیش آن دم که طالع[14] یافت قـوت | باشد از پای مگس، مضراب تار عنکبـوت

۱. س، د، م: – حاجی محمّداسماعیل غافل مازندرانی... طالع نگشاد.
۲. د، ص: ـ میر. ۳. د: ـ عالی. ۴. د، ص: ـ که سراپا انتخاب است.
۵. د، ص: دیوان فطرت. د: موسوی. ۶. د، ص: ـ میان. ۷. د، ص: ـ به طرز.
۸. د: ابهام. ۹. د، ص: ـ تازه. ۱۰. ص: محمّد علی ماهر.
۱۱. ص: وصالت. ۱۲. ص: ـ ماهر. ۱۳. ص: میرزا معزّ.
۱۴. د: طامع.

– بر نداریم ز اشعار کسی مضمون را | طبع نازک نتواند سخن کس برداشت
– جان به لب از ضعف نتواند رسید | ما به زور ناتوانی زنده‌ایم
– ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی | نگینی می‌نماید گر نهند آیینه در پیشم
– قلم تحریر کرد از سینهٔ چاکم مگر حرفی | که مکتوبم ز صد جا پاره چون بال کبوتر شد
– میانی[1] با انزاکت همچو مور آن دلستان دارد | پَرِ مور است شمشیری که بر موی میان دارد
– چون آستین همیشه جبینم[2] ز چین پُر است | یعنی دلم ز دست تو ای نازنین پُر است
– می‌فرستد به پدر پیرهن خالی را | یوسف از دولت حُسن این همه خود را گم کرد
– اثر بر عکس بخشد سعی من از طالع واژون | ز فریاد سپندم چشم بد[3] از خواب برخیزد
– چو خاتمی که بَرَد سر به‌جیب موم فرو | زدم چو بر در پستی، بلند شد نامم
– دل به مردنِ نه غنی! چون قامتت گردید خم | بهر این خاتم، نگینی نیست جز سنگ مزار
– جلوهٔ حُسن تو آورد مرا بر سر فکر | تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم
– یاران، بُردند شعر ما را | افسوس که نام ما نبردند
– رفیق اهل غفلت، عاقبت از کار می‌ماند | چو یک پا خفت، پای دیگر از رفتار می‌ماند

گویند: صائبا بر یک بیت او آنقدر رشک می‌بُرد که می‌گفت: ای کاش آنچه در این عمر گفته‌ام، به‌این کشمیری می‌دادند و این بیت به من می‌دادند:[4]

حُسن سبزی به خطِ سبز مرا کرد اسیر | دام همرنگ زمین بود، گرفتار شدم

حکیم صاحب، از روی این شعر، معنی پیدا کرد و فقیر نیز. هر دو نوشته[5] می‌آید:[6]

حکیم

خط سبز آفت جان بود، نمی‌دانستم | دام در سبزه نهان بود، نمی‌دانستم

سرخوش

خوردم ز خط،[7] فریب جمال عذار او | همرنگ سبزه بود لباس شکار او

۱. د: میان. ۲. ص: دو چشمم. ۳. د: من.
۴. ص: این بیت مرا. ۵. ص: نگاشته. ۶. س: ـ می‌آید. ۷. ص: خود.

شیخ محمّد[1] محسن فانی

استاد غنی. از اکابر کشمیر. صوفی‌مشرب بود. از مصاحبان داراشکوه. دیوان و مثنوی خوب دارد. دو بیت ازو یادگار است:[2]

– دیده نهان داشت نقش آن کف پا را | اشک به مردم نمود رنگ حنا را
– موی سفید[3]، خندهٔ صبح اجابت است | گشتیم پیر بر در او تا دعا رسید

میرزا فصیحی

از فُصحای زمانه بود. اشعار پخته دارد. استاد یگانه است:

– لبی کز نازکی بار تبسّم بر نمی‌تابد | به‌خون غلطم که امروزش به‌دشنام آشنا کردم
– خویش را بر نوک مژگان ستم‌کیشان زدم | آن قدر زخمی که دل می‌خواست، در خنجر نبود
– حدیث شوخ و لعلت نازک، افکارش کند ترسم | مگر آهسته آن لب را تبسّم‌وار بگشاید[4]
– جرم ما گر باده‌آشامی است، مستی جرم کیست؟ | عکس لعل خویش را ما در شراب افکنده‌ایم
– چون ماهی ساحل، طپد از آرزوی دل | زخمی که شهیدان غمت را به سر آمد[5]
– شب که غم‌های ترا پرده‌نشین می‌کردم | از تبسّم، لب زخمی نمکین می‌کردم

---

۱. د: – محمّد. ۲. ص: در این دو بیت که تلاش کرده از او یاد است. ۳. ص: سپید.
۴. ل: بگشایی. ۵. ل، م: ترا بر سپر آمد. ص: ـ چون ماهی... آمد. د: سرآید.

دوش تقلید جرس کردم و صد قافله سوخت | آه گر ناله پریشان‌تر ازین می‌کردم
-چمن پیرای صبحم، کیمیای خار و خس دارم | به هر شاخ ترنجی[۱]، آفتابی پیشرس دارم
-کو جنون تا هر نفس دل در سراغی گم شود | سینه[۲] همچون موج در گرداب داغی گم شود
شوق اگر این است مغزآشفتگان عشق را | نکهت فردوس ترسم در دماغی گم شود

در یک بیت مرزا فصیحی، فقیر، تصرّفی کرده. هر دو نوشته می‌آید:

فصیحی

ما توءمیم با گل رعنا در این چمن | کز خود پُریم و رنگ به بیرون نمی‌دهیم

فصیحی

ما توأمیم با گل رعنا درین چمن | کز خون پُریم و رنگ به بیرون نمی‌دهیم

سرخوش

هم مشرب است با گل رعنا پیاله‌ام | کز خون پُر است و رنگ به بیرون نمی‌دهد

آقا[۳] محمّدابراهیم فیضان

خلف آقامحمّدحسین ناجی.[۴] بلندفکر و عالی‌طبع است. در نستعلیق‌نویسی و انشاپردازی، دست رسایی دارد و از علم معقولات نیز بهرهٔ، تمام.[۵] ازوست.[۶]

- مآل اختلاف از دست صنعت یک رقم باشد | تفاوت‌های کفر و دین، شکاف یک قلم باشد
ستم فهمد زبان غمزهٔ خونخوار قاتل را | میان ما و نازش، ترجمان تیغ دو دم باشد
بود منزل رسیدن، دل به دست آوردن خوبان | بلند و پست راه عشق، لطف بیش و کم باشد
-نصیبت[۷] گر بُوَد، همچون صدف رزق از سما ریزد | چو قسمت نیست روزی، از دهن چون آسیا ریزد
- بی‌تو تا چند بسازد به‌دل تنگ کسی | از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی
در دل صاف، خیال سخن ساخته نیست | آبِ آیینه نیامیخته با رنگ کسی[۸]

---

۱. د: شاخی ترنج. ۲. د: شیشه. ۳. ص: ـ فیضان. ۴. ص: نامی.
۵. ص: + داشت. ۶. ص: از زاده‌های طبع اوست. ۷. ص: نصیبی.
۸. ص: – در دل... رنگ کسی.

کـردم از ضـبط نفـس‌هـای خموشـی پیغـام[۱] | که نشـسته اسـت پـس پـردهٔ آهنـگ کـسی
– بُوَد از شیوهٔ ظلم[۲] این قـدرها چـشم یـک‌رنگـی | مرا بر دل رسد زخم و تـرا چـین بـر جبـین افتـد
– صـافیِ دل شُـست دُرد کینـه از پیمانـه‌ام | روشنی پوشید چون مهتـاب[۳] عیـبِ خانـه‌ام
– عداوت در کمال دوستی دارند هـم‌جنـسان | چو اختر زد هجوم نور، دامن بر چـراغ مـن
– نمی‌باشد چو من حـسرت‌نـصیب محـشر دردی | ز هر جزو بدن جوشید چـون اخگـر دم سـردی
به هم ناز و نیـاز آیینـه‌سـازِ الفـت‌انـد اینجـا | خرام آن پری دارد ز رنـگ جـسته‌ام گـردی
– هرکه می‌جوید دم آبی ازین سیلاب خشک | سیر مستی می‌کند چون کبـک از مهتـاب خـشک
نسبت ذاتی اسـت بـا هـم طـوطی و آیینـه را | آن بهار خشک را لازم شود، این آب خشک[۴]
– بیهوده چه سوزی پـی دنیـا جگـر خـویش | در خاک چو اخگر نبری مـشت زر خـویش
– بَرَد هر کس که در بزم خموشی راه، می‌داند | که فیض نشئهٔ رطل گران، گوش گـران دارد

میرزا غیاث‌الدین منصور فکرت‌تخلّص

از شرفای ولایت بود. در عهـد عالمگیرشـاه بـه هنـد آمـده، پانـصدی منـصب داشـته. خوش‌خلق و خوش‌فکر بوده. این چند بیت به خطّ خود در بیاض فقیر نوشته:[۵]

– نمی‌ماند سیاهی در دوات دیـده آهـو را | اگـر دیباچـه بنویـسم بیـاض گـردن او را
– ز اشکم گاه مستی، نامهٔ اعمال افشان شد | مرا کوه گنـاه از بـادهٔ لعـل بدخـشان شـد
– خمار افسرده‌ام دارد، شراب آتشینی کو؟ | که خون مرده را در پوست چون هندو بـسوزاند
– همچو من بی‌کس شهیدی هیچ کافر دیده است؟ | صبح محشر هم دمید و خون من خوابیده است
– در نامهٔ من نیست به فرمودهٔ حـق هـیچ | یک حرف بـه تعلـیم دریـن مـشق ندیـدم
– عمر آخر می‌شود تـا مـی‌کـشی دل از جهـان | کاروان رفته‌ست[۶] تا خاری تـو از پـا مـی‌کـشی

عبدالرزّاق فیّاض

یک بیت او از زبان میرمعزّ شنیده‌ام و میر نیز در جواب آن بیتی رسانده و فقیر نیز. هـر سه قلمی می‌گردد:[۷]

---

۱. ص: معلوم. ۲. ص: نبود از شیوهٔ ظالم. ۳. ص: آیینه.
۴. س، د: ـ نسبت... خشک. ۵. د، ص: به دست خود نوشته، این است. ۶. د: کاروانها رفته.
۷. د: – و میر... می‌گردد.

فیاض

یک بار ناله کرده‌ام از درد اشتیاق　　از شش جهت هنوز صدا می‌توان شنید

میرمعزّ

باد بهار و بوی گل آشفتهٔ هم‌اند　　پیغام او ز نالهٔ ما می‌توان شنید

سرخوش

منصور، سنگسار ملامت بُوَد هنوز　　یک حرف را ز گفته چها می‌توان شنید

فغفور

از تازه‌گویان و معنی‌یابان بوده. یک بیت او عالمگیر است:

فلک دیگر به‌کام رند دُردآشام می‌گردد　　عسس گو خواب راحت کن که امشب جام می‌گردد

سرخوش

کجا غافل ز حق در دیر دُردآشام می‌گردد　　به‌مسجد سبحه گر می‌گردد، اینجا جام می‌گردد

فرقی

خوش‌خیال بوده. و از این بیت، عروج فکرش ظاهر است:[1]

مرا قیامت و مردن به‌صورت دگر است　　مسافران عدم! انتظارم من مبرید

میرسیّداحمد[2] فایق

برادر میرجلال‌الدّین سیادت.[3] در لاهور به علاقهٔ منصب و خدمت خزانه اقامت دارد. خوش‌فکر است. از کیفیّتی و نشئهٔ معنی غافل نیست. چند شعر او که نازکی[4] داشت، برنگاشت:

– نصحیت می‌فزاید رتبهٔ پاکیزه گوهر را　　که آب از پیش ره بستن، نهد رو بر بلندیها

– ز شرم چشم مست تو خوبان نهفته‌اند　　در آستین چو غنچهٔ[5] نرگس پیاله را

---

۱. ص: هویداست.　۲. ص: ـ میرسید احمد.　۳. ص: + تخلّص.

۴. د: تازگی.　۵. ص: دیدهٔ.

– افشای راز[1] عشق بُوَد کار دیده[2] را منصور دان سرشک به مژگان رسیده را
– عجر[3] شکسته بالان، همپنجهٔ غرور است پای ز راه مانده، بازوی دست زور است
– تا نرگست به بزم فسون نگه نشست چشم بتان ز سرمه به خاک سیه نشست
– پیمان من به خامشی از بس دُرست بود چون ساغر حباب، شکستم صدا نداشت
– شوخی پرواز رنگم گرد جولان کسی است مدّ آهم سایهٔ سرو خرامان کسی است[4]
سینه‌چاکان محبت را قیامت مژده‌ای است صبح محشر گردهٔ شور نمکدان کسی است
– دیوانهٔ عشق تو سرانجام ندارد چون نقش قدم خانهٔ من بام[5] ندارد
– دل گرفتهٔ من مشکل است باز شود که قفل بر در میخانه از درون زده‌اند
– علاج غفلت ما را[6] نمی‌توان[7] کردن گلیم بخت سیه را به خواب می‌بافند
فزون ز ریگ روان تشنه در بیابان سوخت هنوز دام فریب سراب می‌بافند
– به داغ لاله عذاران از این چمن رفتم به جای گل بفشانید لاله بر خاکم
دل‌سوختهٔ آتش حرمان[8] ایاغم جز پنبهٔ مینا نگذارید به داغم
– به درگه کرم آخر امید آوردم سری به سجده زپیری چو بید آوردم
چرا کنیم سیه روی خویش را ز خضاب شبی به روز ز موی سپید آوردم

رباعی

ای صدرنشینان، همه درگاهی تو ای عرش حضیض، اوج آگاهی تو
ای فخر رُسل، رسیده‌ای در ره قُرب جایی که گذاشت سایه، همراهی تو[9]

فارس

خوش‌فکر و معنی‌یاب بوده. ازوست:

– عشق آمد و زآلایش تن بی اثرم کرد از پردهٔ دل صاف چو آب گهرم کرد
– غنچه‌سان بهر گلی سر به گریبان دارم از دل خون شده راهی به‌گلستان دارم
یار، بهتر ز من، احوال مرا می‌داند من چسان عیب خود از آینه پنهان دارم؟

---

۱. ص: کار. ۲. ص: راز دیده. ۳. ص: عمر.
۴. ص: ـ شوخی... کسی است. ۵. س: نام. ۶. ص: ذاتی.
۷. د: به می‌توان. ۸. ص: هجران. ۹. س، د، م، ل: ـ به درگه کرم... همراهی تو.

فوجی

از شعرای بنگاله است. خوش‌فکر می‌نماید. ازوست:

موج آب گهر از تاج شهان می‌گذرد　　قطره در مرتبهٔ خویش کم از دریا نیست

محمّد دارا شکوه

الملقّب بشاه بلنداقبال.[۱] ولی‌عهد[۲] شاه‌جهان، پادشاه‌زادهٔ[۳] خوش‌خلق و خوش‌فکر و[۴] خوش‌رو و متحمّل و صوفی‌مشرب فقیردوست و موحّد و محقّق[۵] بوده. طبعی بلند و ذهنی رسا داشت و مطلب[۶] صوفیه در رباعی و غزل منظوم می‌کرد. به حسب اعتقادی که به سلسلهٔ عالیهٔ قادریه داشت، «قادری» تخلّص می‌کرد. به ملّاشاه خلیفهٔ میان شاه میرلاهوری[۷] دست بیعت داده.

تحمّل و وقار به‌حدّی داشت که محمّدعلی ماهر نقل کرد: روز طوی[۸] سلیمان‌شکوه خلف بزرگش، شاعری قصیده گفته آورده سر دیوان می‌خواند. در یک بیت بسته بود که: بادشاه‌زادهٔ کریم‌الطّرفین. شاه شنیده فرمود که: راست گفته. این پسر کریم‌الطرفین است، هم از طرف پدر و هم از طرف مادر، بادشاه بن بادشاه است. حاجی تمکین که به ظرافت‌پیشگی در مجلس عالی راه داشت، عرض کرد که: ملادوپیازه چه خوب گفته که: کریم‌الطرفین: زن کون ده. شاه، سرفرو انداخت و لرزه براندام اهل مجلس افتاد. همه را یقین شد که همین که سر برمی‌دارد، این مسخره را گردن زدن می‌فرماید. بعد از ساعتی از مسند برخاست. درون محل تشریف برده، نزدیک به در خانه حکم فرمود که: دیگر این مسخره را در دیوان خاص نگذارند.

در علم تصوّف، تصانیف عالی دارد و سؤال‌های دقیق نوشته. دیوان مختصر از او جمع شده. این چند بیت از آن است:[۹]

---

۱. ص: ـ الملقب... اقبال.
۲. ص: خلف الصدق و ولی‌عهد.
۳. ص: ـ پادشاه زاده.
۴. ص: ـ خوش فکر و.
۵. ص: موحّد حقیقی.
۶. د، ص: مطالب.
۷. ص: ملّا شاه میرلاهوری.
۸. ص: ـ طوی.
۹. : از دیوان اوست.

– هر خم و پیچی که شد، از تاب[۱] زلف یار شد	دام شد، تسبیح شد، زنجیر شد، زنّار شد
– خاطر نقّاش در تصویر حُسنش جمع بود	چون به‌زلف او رسید، آخر پریشانی کشید
– بشکست دل آبله از گردش پایم	در کار من این هم گرهی بود که وا شد
– به قدر مال باشد سرگرانی	زوزن‌زر فزاید بار دستار
– بخیه بر خرقهٔ فناکیشان	موجِ آبِ حیات را ماند
– همه چیز تو خوب، لیک این بد	که تو بسیار دیر می‌آیی
– با دوست رسیدیم، چو از خویش گذشتیم	از خویش گذشتن، چه مبارک سفری بود!

عبدالقادرخان

خلف وزیرخان عالم‌گیر شاه. «قادر» تخلّص می‌کرده. خوش‌فکر است:

از هجوم می‌کشان بر شیشه می‌لرزد دلم جا به مینا تنگ اگر باشد در آغوشم گذار[۲]

قادر

نمی‌دانم کیست و کجایی است. صاحب قدرت می‌نماید:

سرنوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را چین پیشانی است موج آبرو آزاده را

حسّان زمان، حاجی محمّدجان قدسی

ملک‌الشعرای عصر شاهجهان. سخنور صاحب‌قدرت بوده. در قصیده‌گویی و غزل‌پردازی، گوی بلاغت از اقران می‌ربود. *ظفرنامهٔ* شاهجهان[۳] به احسن وجوه و دلخواه طرز به فصاحت و بلاغت تمام ادا کرده. چون دید که نام عبدالله‌خان بهادر فیروزجنگ در این بحر گنجایش ندارد، به این حُسن ادا کرده:

نهنگی که از غایت احتشام نگنجد به بحر از بزرگیش نام

وقتی که یمین‌الدوله آصف‌خان، سلطان بولاقی،[۴] پسر خسرو را برای مصلحت بر سریر تزویر جلوس داده، از کشمیر به لاهور آورده، این بیت گفته:[۵]

---

۱. ص: تار.
۲. ص، ل، م: ـ عبدالقادر خان... گذار.
۳. ص: شاهجهان را.
۴. ص: بولاق.
۵. ص: بر سر برند و بدجلوسی داده، گفته این است.

مــدان عیــب تزویــر والاگهــر   بــود آب در شــیر گــوهر هنــر

چون فیل سفید از جایی به تحفگـی و غرایـب بـه درگـاه جهـان‌پنـاه آمـد، بادشـاه جم‌جاه به زر و زیور مزیّن ساخته،[۱] خود به دولت و سعادت سوار شـده، ملـک‌الـشعرا رباعی گذرانید:

بـر فیـل سـفیدش کـه مبینـاد گزنـد   شد شیفته هرکس که نگـاهی افکنـد
چون شـاهجهان بـرو برآمـد، گـویی   خورشید شد از سـفیدۀ[۲] صـبح بلنـد

به‌جایزه‌ای لایق مفتخر گشت. مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه خوب گفته.

وقتی که بیگم‌صاحب از شـمع سـوخته بـود، ربـاعی گذرانیـده، کـه بیـت آخـرش این است:

تا سر زده از شـمع، چنـین بـی‌ادبـی   پروانه ز عشق[۳] شمع واسوخته است[۴]

گویند به آن کمال ملک‌الشعرایی، روزی غزلی تـازه گفتـه، پـیش[۵] ملّـای مکتـب‌دار می‌خواند، چون به این بیت رسید:

ساقی! به‌صبوحی قدری پیـشتر از صـبح   برخیز کـه تـا صـبح شـدن تـاب نـدارم

کودکی می‌شنید، گفت: صاحبا! اگر به‌جای قدری، نَفَسی گفتـه شـود، بـرای صـبح، مناسبت تمام دارد. حاجی قبول کرد و در جودت طبع[۶] آن کودک حیران ماند.

همین طور، ابونواس، شاعر عرب، این بیت گفته بود به زبان عرب:

اَلا فاسقنی خَمراً قُلْ لی: «هیَ الخَمر»   وَ لاتَـسْقِنی سـرّاً اِذا اَمکَـنَ الجَهْـر

روزی، گذرش بر مکتبی افتاد. کودکی به استاد می‌گفت که: آیا می‌دانی که ابونواس شاعر از «قل لی هی الخمر» چه اراده کرده؟ استاد گفت: نمی‌دانم. گفت: از گرفتن جام شراب، چهار حواس، متلذّذ[۷] می‌شود: باصره از دیدن؛ ذایقه از چشیدن؛ شامّه از بوئیدن؛

۱. د: مرتّب ساخته. ص: به زر و زیورش مزیّن ساخته.
۲. ص: سپیدۀ.   ۳. ص: رشک.
۴. در حاشیۀ «س»: واسوختن: اعراض و روگردانیدن. مرادف وابوسیدن (*چراغ هدایت*).
۵. د: + یک.   ۶. ص: ـ طبع. ص: در جواب.
۷. ص: مبتلا.

لامسه از گرفتن. باقی ماند سامعه. از گفتن که این شراب است، سامعه نیز لذت‌یاب می‌گردد. ابونواس گفت: بخدا ای پسر! معنیی از کلام من برآوردی، که من هرگز[1] قصد نکرده‌ام.

این چند بیت، انتخابی قصاید و غزلیات و رباعیات اوست:

– زود به کردم من بی‌صبر، داغ خویش را — اول شب می‌کُشد مفلس چراغ خویش را

– بازم نشسته تا مژه[2] در دل، نگاه کیست؟ — روزم سیاه‌کردهٔ چشم سیاه کیست؟

دل دادن و سخن نشنیدن گناه من — دل بُردن و نگاه نکردن گناه کیست؟

– جوانی رفت و داغی ماند در دل[3] یادگار از وی — چو آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند

– اگر دستم رسد روزی به‌جیب زاهد خودبین — چو شمع آرم برون یک رشته[4] زنّار از گریبانش

– به این قَدَر که به بالین من نهی قدمی — مترس هیچ‌کست مهربان نخواهد گفت

– عیش این باغ به اندازهٔ یک تنگ‌دل است — کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

– نگذاشت[5] به خواب عدمم شیون بلبل — گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم

– در چنین فصلی که بلبل مست و گلشن پر گل است — گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

– کجا تاب آورد پیش سرشک دیده فرسایم — دواند ریشه‌گر چون شمع مژگان تا کف پایم

من قصائد

– چو[6] غنچهٔ گل صد برگ، آسمان دو رنگَ — به صد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ

– من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا — چو شمع زنده سرخویش دیده‌ام در پا

– بلاست هجر عزیزان اگر چو مردم چشم — ز هم به قدر یک انگشت، راه خانه جداست

– سخن بس به عالم، پناه سخنور — صدف را بود مهرهٔ پشت گوهر

رباعی

– دنیا معشوق، عاشق دین نشود — شیدایی آن شیفتهٔ این نشود

بار دل عارف نشود جلوهٔ دهر — آیینه ز عکس کوه، سنگین نشود

---

۱. ص: + این معنی. ۲. ص: یارم نشسته با من. ۳. د: در دل ماند داغی.

۴. ص: دسته. ۵. ص: بگذاشت. ۶. س: به رنگ.

– هرکس که سخن به قدر و مقدار کند / کی حالت خود تواند اظهار کند
خواهی هنرت عیان شود، پستی جو[1] / شمشیر فرود آید و کار کند

فقیر نیز در جواب این بدیهه گفته رساند:[2]

هرکس که کمال خواهد اظهار کند / فکر یاران نیک کردار کند
گردد هنرت به سعی احباب[3] عیان / شمشیر به زوردسته‌ها کار کند

قاسم دیوانهٔ[4] مشهدی

از شاگردان رشید مرزاصائب است. تازه‌گوی بلندخیال و نازک‌بند معنی‌یاب بوده. در هند نیامده. امّا اشعارش در سخنوران، اشتهار تمام دارد. ازوست:

– یکی‌ست حُسن و به صد جلوه از نقاب چکید / رگ چراغ زدم، خون آفتاب چکید
– شبکی به کنج خلوت، اگرم دهی اجازت / بمکم چنان لبت را، که درو سخن نماند
– هست چون اجزای عالم ذرّهٔ یک آفتاب / آستین بر هر چه افشانی، چراغی کُشته‌ای
– نمی‌دانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم / به آن پروانه‌ای مانم که افتد در چراغانی
– می‌روی مستانه بر خاکم، نمی‌دانی که من / در کفن همچون کبابی در نمک خوابیده‌ام
– ز ویرانی بُوَد بر بام و در[5] کاشانهٔ ما را / زمین چون نقش پا دیوار باشد خانهٔ ما را
– کس، بادیهٔ عشق به پایان نرساندست / چندانکه نظر کار کند، یک رم آهوست
– ندارم با کی از موج خطر، با دوست پیوستم / غریق آب حیوان را غم مُردن نمی‌باشد
– برت عاشق چو مضمون در پیام خود نهان آید / دری چون نامه‌ام، بانگ شکست استخوان آید
– خونریز ستم چو یار من شد / گل حلق بریدهٔ[6] چمن شد

قاسم خان

همزلف جهانگیر پادشاه. طبعی درست[7] داشت. ازوست:

– بعد ازین در عوض اشک، دل آید بیرون / آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون

---

۱. د: کن. ۲. ص: + سرخوش. ۳. س: احسان. ۴. ص: ـ دیوانه.
۵. س، د: بر بام و بر. ۶. ص: جلوهٔ برهنه. ۷. ص: رسا.

عشق آمد پی دل بردن و در سینه نیافت / دزد از خانهٔ مفلس، خجل آید بیرون

- چنان بُدم ز جدایی که بعد ازین هرگز / به خنده نیز لب از یکدگر جدا نکنم

- مُردم ز رشک، چند ببینم که جام می / لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند

- هر که در مجلس ما باده ننوشد «قاسم»! / گر همه مردم چشم است، برون باید کرد

روزی، بادشاه، آب خاصه طلبید. در پیالهٔ گلی بغایت نازک آوردند. همین که بادشاه به دست گرفت، شکست، پادشاه این مصرع بدیهه فرمود: کاسه نازک بود، آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان، پیش‌مصرع رسانید:[1] «دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد».

قانع

بر حقیقت حال او اطّلاعی نیست. به یک بیت او قانع‌ام:

چون مردمک چشم تو در عالم نیست / چرخی که خدنگ غمزه را تیر[2] کند

محمّدیوسف قدیم

عم‌زادهٔ مایل.[3] طبعی درست داشت. پیش فقیر، مشق سخن می‌کرد. در عین جوانی درگذشت. ازوست:

یک نفس گر شاد گشتم، عالمی غمناک شد / خنده‌ام چون برق، چاک سینهٔ افلاک شد

---

۱. ص: پیش مصرعه خوب رسا خواند.

۲. ل: تیز.

۳. ص: فقیر.

شاعر عمدهٔ پایتخت. صاحب قدرت و[1] معنی‌یاب. در فن سخن‌سنجی[2] طاق، و در جمیع کمالات نکته‌پروری[3] شهرهٔ آفاق بود. *ظفرنامهٔ* بادشاه شاهجهان به اداهای رنگین نظم کرده. در تعریف اکبرآباد و قحطی دکن و صعوبت راه کشمیر و غیره، مثنویهای تازه و دلکش دارد.[4] دیوانی پُرمضامین ترتیب داده. در گفتن اشعار فرمایشی، قدرت تمام داشت. برای تخت مرصّع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه تا مِقَط،[5] شعرهایی مناسب هر چیز گفته. بر همهٔ اشیای پادشاهی، اشعار او کنده و نوشته‌اند. پادشاه قدردان، او را به زر سنجیده.[6]

وقتی که خواندگار[7] روم در تهنیت‌نامهٔ جلوس والا تحریر نمود: شما که خود را شاهجهان لقب کرده‌اید، ملک ما و ایران و توران و غیره اقالیم داخل جهان است، شما بادشاهی اینجا ندارید. بهترین نام‌ها نزد خدا عبدالله و عبدالرحمن است، از این اسما لقبی اختیار کنید. بعد مطالعه به[8] یمین‌الدوله مصلحت کردند که: باید این خطاب را تغیّر داد. کلیم[9] این خبر یافته، این بیت گذرانید:

---

۱. ص: ـ و.
۲. ص: در فنون انواع سخن.
۳. ص: نکته وری.
۴. ص: مثنوی‌های دلگشا دارد.
۵. ص: ـ تا مقط.
۶. د، ص: ـ پادشاه قدردان... سنجیده.
۷. د: خوندکار.
۸. ص: ـ به.
۹. د: + طالب.

هند و جهان ز روی عدد چون برابر است	بر شه، خطابِ شاهجهان زان مقرّر است

همین بیت را در جواب نوشتند. و او را به زر کشیدند.

چون خان‌جهان لودی که سابق پیرا نام داشت، باغی شد و به دریاخان[1] روهیله پیوست، دریاخان به سبب اعانت او به دست افواج قاهره کشته شد. بعد از آن پیرا نیز به قتل رسید. رباعی گذرانید، به جایزهٔ لایق سرفراز گشت:

این مژدهٔ فتح از پی هم زیبا بود	این کیف دوبالا چه نشاط‌افزا بود
از کشتن «دریا» سرِ «پیرا» هم رفت	گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر «دریا» و «پیرا» و دو پسران رشید او یکجا به درگاه آمد، «چار سر» تاریخ گذرانید، به صلات پادشاهانه سرفراز[2] گشت.

در اوایل جلوس که رایات عالیات به تسخیر قلاع دکن متوجّه بود، در یک سال، چهل قلعه به تصرّف درآمد، رباعی گذرانید:

شاها! بختت کشور اقبال گرفت	تیغت ز عدو ملک و زر و مال گرفت
چل قلعه به یک سال گرفتی، که یکی	شاهان نتوانند به چل[3] سال گرفت

ابیات[4] کلیم

- بُوَد آرایش معشوق، حال درهم عاشق	سیه روزی مجنون، سرمه باشد چشم لیلی را
- نیست سامانی بغیر از رخنه در کاشانه‌ام	گر به‌رنگ دام ماهی آب دارد، دانه نیست
- غرق وصال آگه، زآسیب چشم بد نیست	تا دام برنیاید، ماهی خبر ندارد
- نجات غرقهٔ بحر تعلّق آسان نیست	مگر به تختهٔ تابوت بر کنار افتد
- ابر تا برجاست[5]، یاران! باده در ساغر کنید	چشم اختر تا نمی‌بیند، دماغی تر کنید
- نیست یک شب که سرشکم گل بستر نشود	تار در پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود[6]
ستم ظاهر او لطف نهانی دارد	صید را می‌کشد آن شوخ که لاغر نشود
- سپاه غمزه‌ات را در هزیمت فتح می‌باشد	شکست افتاد بر دلها چو بر گردید مژگانش

۱. د: دریا. ص: به دیار.
۲. ص: مفتخر.
۳. ص: یک.
۴. ص: اشعار.
۵. د: برخاست.
۶. د: - نیست ... نشود.

– سر به سر دل‌های آگه، دانهٔ یک سبحه‌اند　　آنچه ما را در دل است، از همدگر مستور نیست
– مرگ تلخ و زندگی هم سر به سر درد سر است　　پشت و روی کار عالم، هیچ یک دل‌خواه نیست[۱]

آخر عمر[۲] در کشمیر گوشه‌گیر شده بود، هم آنجا ودیعت حیات سپرد. ملّا طاهر غنی، تاریخ وفاتش[۳] چنین دریافته است: «طور معنی بود روشن از کلیم»

در کشمیر جنّت‌نظیر، بهشت نصیبش شد.

میرزا محمّدعلی ماهر، نقل می‌کرد: عجب مرد خلیق[۴] و خوش‌محاوره بود. هرکه در صحبتش می‌رسید، فیض‌یاب[۵] می‌شد و محظوظ برمی‌خاست.[۶]

میرکلان[۷]

بزرگیش از کلامش پیداست. ازوست:

منع بی‌تابی و بی‌طاقتی و جامه‌دری　　ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

شیخ سعدالله گلشن

طبعی درست دارد.[۸] مدّتی[۹] پیش فقیر، مشق کرد. آخر به صحبت میرزا بیدل، جنسیّت او هم به او کشید:

– به دل، شوخی، نَفَس دزدید و طغیان می‌کند نازش　　پری در شیشه پنهان گشت و بیرون است پروازش
– گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت　　جانم ز دست برد غزالانه دیدنت
– حیرت بهار گلشن[۱۰] نظّارهٔ خودم　　آیینه خانهٔ دل صد پارهٔ خودم
– ز شوق مهر رخسار که چشمم گریه‌پیرا شد　　چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحرگاهی

روزی، مصرع گفته آورد:

به یک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

---

۱. د: مرگ ... نیست.　۲. ص: ـ عمر.　۳. س: – چنین دریافته است.
۴. ص: + و خوش رو.　۵. ص: فیض مآب.　۶. ص: + خورد و کلان، بهره می‌بُردند.
۷. ص: ـ میرکلان.　۸. ص: داشت.　۹. د، ص: چندسال.
۱۰. ص: جلوهٔ.

فقیر، پیش مصرع رساند:

ز بس با نرم‌خویی رام کردم طبع سرکش را

عبدالرحیم کم‌گو کشمیری

چند گاه، پیش فقیر، مشق می‌گذرانید. فکری درست داشت. به طرف دکن[1] رفت. هم در آنجا درگذشت:

– بهار آمد، ز جوش لاله دارد کوهْ دیدن‌ها   شرر خارا شکافی می‌کند از دل طپیدن‌ها

– ما خراب رنجش بیجای او گردیده‌ایم   گر بر افشاند غبار از دل، شود تعمیر ما

– گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا   به لذّتی که مکد طفل شیرخوار انگشت

– ز زنجیری که عشق انداخت در پای من ای قمری!   فتاد آخر ترا هم حلقه‌ای در گردن ای قمری!

– مگر سرو مرا دیدی که از دیوانگی بر تن   ز بال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری!

۱. ص: + به طریق سیر.

لامع

بر حقیقت حال او اطّلاعی نیست، امّا اینقدر معلوم می‌شود که تازه‌گویِ معنی‌یاب است. ازوست:[1]

– ای سپند برق حُسنت شبنم گلزارها	دست و پا گم کردهٔ سرو قدت رفتارها
در بهارستان حمدت بلبلان قدس را	بوی گل خیزد به جای ناله از منقارها
– دهد گر آب و رنگ از گفتگو یاقوت خندان را	گریبان چاک همچون گل کند لعل بدخشان را
شود گر دشت‌پیما نالهٔ مجنون سودایت	به فریاد آورد مانند نی، شاخ غزالان را
– گذشتی برمزارم، شورشی انداختی رفتی	کف خاک مرا صحرای محشر ساختی رفتی

خلاصهٔ دودمان مرتضوی، میرزا معزّالدّین محمّد موسوی[2]

در خوش‌خیالی و معنی‌طرازی و شعرفهمی و انشاپردازی نظیر نداشت. در حدّت طبع و دقت‌آفرینی و علم معقولات، بی‌بدل بود. چنانچه گفته:[3]

من مرغ خوش‌ترانهٔ باغ فضیلتم	طبع مرا به زمزمهٔ شاعری چه کار؟

۱. ص: این چند شعر از زاده‌های طبع اوست.

۲. د: میرزا معزّ موسوی.

۳. د: چنانچه خود گفته. ص: چنانچه خود به زبان خود فرمود.

در این بیت میرزا صائب، که در تعریف عمارت گفته:

چون لباس غنچه تنگی می‌کند بـر دوش گـل	بر شـکوه ایـن عمـارت، پرنیـان آسـمان

رو به روی او دخل بجا در پیش مصرع کـرد و نادرسـت وا نمـود. و فقیـر، چنـین درست کرده خواند. فرمود که حالا درست شد:

چون لباس غنچهٔ نشکفته تنگی مـی‌کنـد	بر شـکوه ایـن عمـارت، پرنیـان آسـمان

همین قسم، میرزا صائب، روزی این مصرع خواند:

عیبی به عیب خود نرسیدن نمی‌رسد

ملا محمّدسعید اشرف گفت: یک «بای» دیگر می‌خواهد، صائب قبول کرد.

شخصی این معنی بسته بود:[1]

ز تیره‌بختی خود آن زمـان شـدم آگـاه	که مادرم سر پستان خویش کـرد سـیاه

شنیده[2] فرمود که: معنی تازه است. خوب‌تر باید بست. خود فکر کرده، خـوب‌تـر از او بست:

میرزا[3]

این تیرگی ز روز ازل داشت کوکبم	مـادر نـزاده‌ام سرپـستان سـیاه کـرد

جواب این بیت میرزا وحید[4] چنین گفته، هر دو نوشته شد:

وحید

هر گل به یاد شمع تـو بـالی[5] گـشوده اسـت	خاکـسترم چمـن شـد و پروانـه‌ام هنـوز

میر معزّ[6]

شـد گردبـاد دامـن صـحرا غبـار مـن	بـر بـاد رفـت خـاکم و دیوانـه‌ام هنـوز

روزی، این بیت عزیزی را خواندند:

بـه چـه اندیـشه‌ام از خـاطر ناشـاد روی	چه به خاطر گذرانم کـه تـو از یـاد روی

---

۱. ص: شخصی پیش از این بسته بود، الحق درست است.
۲. ص: میر شنیده.
۳. د: + معز.
۴. د: + را. ص: میرزا طاهر وحید.
۵. د: بال.
۶. ص: موسوی. د: + میرمعزّ.

به فقیر فرمود که: شما و من هردو طرح کنیم. فی‌البدیهه گفت:

آن چنان زی که چو از حادثه بربـاد روی   حُسن معنی نگذارد کـه تـو از یـاد روی

فقیر سرخوش نیز بدیهه رساند:

خویش را خاک رهی سازی و بر باد روی   به از آن است که بر تخت روان، شاد روی

روزی، این بیت ناصرعلی را در میان آوردند:

ز جوش باده، دُرد ته‌نشین، بـالا نـشین گـردد   زموج خنده، ترسم خط برون آیـد از آن لـب‌هـا

خود به فکر تمام فرمود:

نگـه بـر نیـشتر بالیـده مـی‌بـارد ز مژگـانش   سخن در برگ گل، پیچیده می‌ریزد از آن لب‌هـا[1]

فقیر نیز نزدیک به آن رسید:

نظرها از لطافت بر رُخش باران در آب اسـت   سخن، نقش نگین است از فرورفتن در آن لب‌ها

در حَسَن ابدال، غلغلۀ این مطلع در شعرای پایتخت انداخت:

هیچ کس آگه ز شـرح اشـتیاق مـا نـشد   نامه بر ما چون زبان لعل، هرگـز وانـشد

سرخوش

هیچ دل را زینـت دنیـا نـشاط‌افـزا نـشد   عقدۀ کار کـس از دنـدان گـوهر وا نـشد

همه گفتند: کم از مطلع میر نیست. فقیر گفت: تـشبیه میـر، تـازه و از مـن متعـارف است. یعنی: دندان را به گوهر تشبیه داده، و زبان را به نامۀ پیچیده تشبیه دادن، تـازگی دارد. میر شنیده فرمود که: زهی طبع منصف! فقیر این معنی را قسمی دیگر، مطلع غـزل خود کرده در زمین دیگر بسته:

راز ما شد فاش و حال ما همان پوشیده است   نامۀ ما چون زبان هم باز، هم پیچیده اسـت[2]

هرگاه، فقیر به خدمتش وارد می‌شد، درس علوم عربی موقوف مـی‌داشـت، کـه بـا سرخوش، صحبت شعر تازه و تصوّف می‌داریم، و اکثر از راه قدردانی می‌فرمود که: در

۱. س: روزی ... لب‌ها.

۲. ص، ل: ــ یعنی: دندان... پیچیده است.

هند که[۱] آمدم، همین سه شاعر دیدم: غنی، و ناصرعلی، و سرخوش. در اوایل مشق «فطرت» تخلّص می‌کرد و در آخر «موسوی»، و ازین تخلّص، محظوظ بود. خطاب خانی هم بر این تخلّص گرفت. روزی، گفت که: «افضل اهل زمانه» تاریخ تولّد من یافته‌اند، موافق سنهٔ هزار و پنجاه. فقیر گفت: تولّد من هم در این سال است و نام من افضل. این به من عنایت فرمایند و برای خود، فکر دیگر کنند. خنده کرد و گفت: مبارک است، از شما باشد.[۲]

روزی، شخصی به ایشان گفت: مصرع گفته‌ام، پیش‌مصرع شما رسانید:

فانوس گردباد شود بر چراغ ما

فرمود که: سرخوش، منبع اشعار تازه‌گویان است. از او بپرسم اگر کسی نگفته باشد، پیش‌مصرع می‌رسانم. چون به فقیر دوچار شد، ذکر این مصرع در میان آوردند، گفتم: مطلع صائباست:

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما   فانوس گردباد شود بر چراغ ما

روزی، خان سخن‌دان را با شیخ عبدالعزیز عزّت، صحبت مباحثهٔ علمی و مذاکرهٔ حکمی روی داد. ردّ و بدل بسیار واقع شد. در یک مقدّمه، شیخ گفت: این را شما از که سند دارید؟ گفت: از ملا بهاءالدین محمّد. شیخ گفت: بر ملاّ بهاءالدین محمّد شما بیست و هشت جا حرف گفته‌ام. فرمود: مخدوم آن حروف تهجّی خواهد بود. در آخر مجلس، کارها[۳] به اینجا کشید که شیخ از روی تجاهل گفت که: شیعیان شما که میّت را وقت غسل، گز می‌کند، به چه سند و سنّت کیست؟[۴] خان خنده کرد و گفت که: این را بهوران در لاهور از من پرسیده بود، تا امروز از شما پرسیده آید.[۵]

روزی، دو منصب‌دار، خلعت پوشیده، برای تسلیم در حضور ایستادند. به من فرمود که: تحقیق کرده بیایید که این هر دو را چه خدمت شده. آمده،[۶] تحقیق کردم که یکی را

---

۱. د: – که.   ۲. ص: ـ خنده... باشد.   ۳. د: کار.

۴. س: چیست. م: به چه دلیل و سنّت کیست؟

۵. ص، ل: ـ روزی، خان سخن دان... پرسیده آید.

۶. ص: ـ آمده.

دیوانی برار مقرّر گشته و دیگری را خلعت کتخدایی مرحمت شده. به میر رسـاندم کـه یکی را خلعت درآر شده و دیگری را خدمت برار.

چون به پایهٔ وزارت ممالک دکن و دیوانیِ تن و هزاری منصب، سرافراز گردیدنـد، فقیر از شاهجهان آباد، بعدِ تهنیت و مبارکباد، رباعی نوشت:

ایّــام بــه کــام دوســتداران گــشته / کــار میــر از معــز بــسامان گــشته

چیزی که به جا شده به عالم، این اسـت: / کــان ســیّد پــاک موســویخان گــشته

روزی، مطلعی گفته به خدمت گذراندم:

خانـهٔ دهـر، تنـگ بـسیار اسـت / پـشت بـام فلـک هـوادار اسـت

بسیار تحسین فرمودند. در پیش مصرع عبارت آخر بسته‌اند: بـسیار تنـگ مـی‌بایـد. گفتم که: صاحب در بیت خود بسته‌اند، آن را چه علاج:

مبـادا نامـهٔ بـی‌تـا بـیم را ترکنـی قاصـد / درین مضمون نازک کرده‌ام بسیار مـضمون را

شنیده خاموش ماند.[1]

عجب مشفق و مهربان بوده. وقتی فقیر در لاهور بر زنـی عاشـق بـود. چـون کـوچ رایات عالیات به جانب شاهجهان آباد شـد، بـه صـد پریـشانی، ناچـار، همـراه رکـاب سعادت روانه شدم. روزی به خانهٔ میرنشسته بودم، ذکر آن معشوقه در میـان آمـد. مـرا گریهٔ به افغان روی داد. میر، متأثّر گشته، رباعی بدیهه فرمود:

اشکی که مرا ز چـشم نـم دیـده برفـت / لخـت دل مـن بـود کـه غلطیـده برفـت

در هجر تو این نکته به مـن شـد معلـوم / «کز دل برود هر آنچـه از دیـده برفـت»[2]

این چندین بیت از زاده‌های طبع شریفش بر سبیل مشتی نمونه از خروار است:[3]

– شدم خاک و هنوز از عشق او آتش به جان دارم / در آغوش کفن جسمی چو تب در استخوان دارم

– سـدّ راه معـصیت‌هـا شـد پریـشانی مـرا / داشــت عریـانی نگــه زآلــوده‌دامـانی مــرا

– کارها پیوسته در بند از[4] گشاد نـاخن اسـت / عقدهٔ ما همچو گوهر، خانه‌زاد نـاخن اسـت

---

۱. س، ص، د، م: – چون به پایهٔ وزارت... خاموش ماند.

۲. س، ص، د: – عجب مشفق ... از دیده برفت.

۳. ص: مشتی نمونه‌خرواری.

۴. س: ــ از.

– ما طایر عشقیم و قفس[1] بال و پر ماست
چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

– عیب صاحب نظران، جوش تُنک ظرفی‌هاست
آب یاقوت چو زد[2] جوش، رگ یاقوت است

– چو سوز[3] عشق را کامل کنی، عیبت هنر گردد
شود یاقوت، هر سنگی که لبریز شرر گردد

– عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما
استاده آب تیغ و روان است خون ما

– بحر وکان را نارسا افتاده استعداد فیض
گوهرْ آبِ دیده و یاقوتْ خونِ دل نشد

– شوقش به بُرقع از دل بی‌تاب کم نشد
این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

– ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغ من
به رنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

– آتشم در ته پا بود، ولی همچو سپند
گام اوّل نفسم سوخت، ازین راه مپرس

– مرد حق در عین دنیاداری از دنیا بری است
ملک در دست سلیمان نیست، در انگشتری است

این سیه مستی مرا از بادهٔ خود پروری است
شیشه تا موج شکستن می‌زند، بال و پری است

عشق در مصر جنون، لاف خدایی می‌زند
حُسن گر یوسف شود، در کسوت پیغمبری است

– ذوق عشق آیینه‌دار راز دل‌ها می‌شود
چون به‌خود بالد خموشی، ناله پیدا می‌شود

حُسن سعیِ کوهکن از نقش شیرین ظاهر است
کار چون نیکو بود، خود کارفرما می‌شود

– حق‌شناسی، حیرت افزای دلِ آگاه شد
جاده بالید آن قَدَر بر خود که سدّ راه شد

حیرتم برقع‌گشای شاهد مقصود گشت
عقدهٔ دل عاقبت پیکانِ تیر آه شد

– نهان نگذاشت افسون[4] غمش در پرده ناموسی
پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی به فانوسی

– شب از پروانه، شرح انتهای شوق پرسیدم
کف خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن به رحمت حق پیوست. بر جمیع سخنوران ماتم شد.[5] میان ناصرعلی، این خبر شنیده زار[6] بگریست و بر این فقیر دلگیر در این مصیبت گذشت، آنچه گذشت:

مصرع

حیف دانا مردن و افسوس نادان زیستن

۱. ص: نفس. ۲. د: خورد. ۳. ص: شود. ۴. د: افسوس.
۵. ص: گشت. ۶. ص: زار زار.

از برهمی هنگامهٔ سخن و کسادبازاری اشعار، چه برنگارم، که این قطعه، شاهد حال است:

دریغا شعر رخت از دهر بر بست		سخن با موسوی‌خان از جهان رفت
ز فوتش اینچنین زد نغمه سرخوش		نشان عیش از هندوستان رفت
ز من باقیست سرخوش جوش عرفان		پس از من خواهد این هم از جهان رفت[1]

دو تاریخ وفات آن مرحوم، این اخلاص‌مند یافته:

معزالدین محمّد موسوی حیف		ز عالم سوی ملک معنوی رفت
کشیده آه و بگفتا عقل تاریخ:		«معزالدین محمّد موسوی رفت»

تاریخ دیگر:

دریغا رخت هستی زین سرا بست		معزّ موسوی خان سخندان
ز حیرت خواست دل تاریخ فوتش		خرد گفتا: «کجا شد موسوی خان»

آراسته باطن و ظاهر، میرزا محمّدعلی ماهر

استاد[2] همه‌دان، پخته کار، انسان کامل‌عیار بوده. با کلیم و قدسی[3] و میریحیی و غیره شعرای عصر جهانگیری و نازک‌خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته. فقر اختیاری به استقلال تمام داشت.

پیش داراشکوه، مریدخان شده بود، چنانچه فرموده:

کرده به ارادت انتخابم		بخشید مریدخان خطابم

بعد نوکری داراشکوه، ترک علائق نموده، گوشهٔ عزلت اختیار کرد. و دیگر کمر نبست.

روزی، فقیر گفت:[4] دانشمندخان میربخشی و همت‌خان تن‌بخشی[5]، بر حال شما مهربان‌اند، چرا منصب معقول نمی‌گیرید؟ خندیده[6] کرده گفت: به ترک دنیا مشهور

---

۱. ص: ـ از برهمی هنگامه... جهان رفت.
۲. ص: + فن.
۳. د: قدسی و کلیم.
۴. ل: + که: نوّاب.
۵. ل: بخشی تن.
۶. ل: خنده کرده.

شده‌ام،[۱] دم از فقیری می‌زنم.[۲] الحال، باز به دنیا رغبت کنم[۳]؟ مثل من به آن زن هندو ماند که با شوهر مرده برای سوختن آمده باشد، حرق آتش سوزان دیده، خواهد که بگریزد. خاکروبان[۴]، سرش را شکسته بسوزانند.[۵]

تا در جهان بود، به جمعیت فکر در فکر[۶] سخن بود. برای بعضی پیش‌مصرع، شش هفت ماه فکر می‌کرد، چنانچه برای این:

مصرع

انتقام پدر از خصم پسر می‌گیرد

در شش ماه، پیش‌مصرع رساند:

حاسد اهل سخن، داغ ز حُسن[۷] سخن است

دیوانی ضخیم و مثنوی‌های رنگین دارد و نثر مثل ظهوری[۸]، بسیار پرمضامین تازه نگاشته.[۹] *گل اورنگ* در مدح شاه اورنگ‌زیب از فکرهای اوست.[۱۰] چند فقره از آن گلدستهٔ معانی ایراد یافته.[۱۱]

نثر

در عهد صبی، به مقتضای سن، اگر به بازی گنجفه دست گشادی، به شمشیر، سر وا کردی و زر سرخ و سفید به خرج دادی. تا از مرکب‌ساز سرکارش[۱۲] نام سیاهی بادام شنیده، بادام[۱۳] چون پستهٔ خندان[۱۴] در پوست نگنجیده.

آرد از بهر مشق شاه مدام   چشم خوبان سیاهی بادام

در عهد خوش‌نویسی‌اش از بس که یاقوت را مناسبتی به قطعه‌نویسی نمی‌بینند، محرّران دفترخانهٔ همایونش، یاقوت را قطعه نمی‌نویسند.[۱۵]

۱. ل: گشته‌ام و ... ۲. م: فقر می‌زدم. ۳. ل: نمایم. ۴. ل: حلال خوران.
۵. س، ص، د: – روزی ... بسوزانند.
۶. ص، ل: ـ به جمعیّت فکر. د: به جمعیّت بود، در فکر سخن بود.
۷. ص: اهل. ۸. د: + ملا. ۹. ص: مثل ظهوری، تازه می‌نگارد.
۱۰. ص: گل سر بسر فکرهای اوست. ۱۱. ص: معنی، ایراد می‌یابد.
۱۲. د: مرکب‌سازی به کارش. ۱۳. ص: + از شادی. ۱۴. ص: ـ خندان.
۱۵. ص: یاقوت را قطعه نمی‌بیند.

بر نثرهای خود، دعوای تصنیف داشت، تلاش معنی‌یابی کرده، از تمام نثر ملّا منیر لاهوری، همین فقره انتخاب نموده: «خواجه ریحان که با خواجه سنبل، نسبت همزلفی داشت».

می‌گفت: دیگر همه تألیف است.

و از ساقی‌نامهٔ من یک قطعه در نعت و یک بیت در بهاریه تازه برآورده، که نصیبهٔ تُست:

مثنوی ساقی‌نامه

شرابی که پردازد از ماسوا — سزد ساقی آن رسول خدا
خرد از می‌اش محو مطلق شود — ز خود بی‌خبر، آگه از حق شود
به این بی‌خودی او بُوَد رهنمون — کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی بر بسته‌ام:

احمد، چشم و چراغ ایّام بُوَد — رونق‌افزای بزم اسلام بود
زو گشته رسا نشئهٔ عرفان به کمال — مستی افزون ز آخرین جام بود

ساقی‌نامهٔ بهاریه

سرزلف وا کرده سنبل به ناز — شده از مریدان گیسودراز[1]

مثنوی *جامع نشأتین* در زمین تحفةالعراقین گفته بود و افتتاح کلام از بهاریه کرده. مطلعی برای آن چنانچه دلش[2] می‌خواست، حسب المدّعا دست نمی‌داد. فقیر گفته گذرانید:

ای بر سر نامه گل ز نامت — باران بهار رشح جامت

او برای ساقی‌نامهٔ فقیر، مطلعی گفته، عنایت فرمود:

بُوَد نام او[3] نشئه بخش ادا — که بر سرکشد جام حمد خدا

---

۱. ص: ـ بر نثرهای خود... گیسو دراز.
۲. ص: ـ چنانچه دلش.
۳. د: نامه‌ای.

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته، به معرفت، مادر عنایت‌خان آشنا فرستاد. بیگم بعد مطالعه، بر این بیت محظوظ شدند:[1]

به ذات او صفات کردگار است	که خود پنهان و فیضش آشکار است

پانصد روپیه صله عنایت فرمود. به اعتقاد فقیر هیچ نداد. می‌بایست او را به زر می‌سنجید. پایهٔ مدح بالاتر ازین چه باشد.[2]

برادر کلان فقیر، خیرالدّین محمّد، طبعی موزون داشت. «عجزی» تخلّص می‌کرد. شعر به طرز قدما می‌گفت. فقیر در خدمت او تربیت می‌یافت. در سنّ هشت و نُه سالگی، روزی به راهی می‌رفتم، خوشرویی را دیدم که خالی برچاه زنخدان می‌داشت. این معنی به خاطر آورده گفتم:

بر زنخدان تو خالی سیهی افتادست	همچو دیوی است که بالای چهی افتادست

پیش برادر خواندم، محظوظ شد، مرا برگرفت. از آن روز درصدد اصلاح کار من شد و در مشق، چند روزگار از اصلاح برادر گذشت. ملّا بیخود، مرا در خدمت مرزا محمّدعلی ماهر بُرده، صحبت من با ایشان، موافق افتاد، همیشه[3] شعر به خدمتش گذرانیده و اصلاح می‌گرفتم.

در سن یازده سالگی، در قصبهٔ کرانه، دختر صاحبِ حُسنِ رسن‌بازی را دیده، این رباعی گفتم:

آن دلبر بوالعجب که ماه زیباست	بالای عَلَم چو گل به شاخ رعناست
نی‌نی غلطم که آفتاب محشر	یک نیزه برآمد و قیامت برپاست

غلغلهٔ این رباعی در تمام میان‌دوآب افتاد، و قاضی پیرمحمّد رهایی و غیره سخنوران، که در آن گل زمین بودند، پیش پدر فقیر آمده، گفتند که: این پسر، چیزی می‌شود، از حال این، غافل مباشید.[4]

سلامت نفس و شکستگی و گذشتگی به حدّی داشت که روزی به خانهٔ میرزا قطب‌الدین مایل، مجلس شعرخوانی گرم بود و حکیم صاحب و ملّامحمّد سعید اشرف

۱. ص: بیت انتخابی محظوظ بود.
۲. ص: ـ به اعتقاد فقیر... چه باشد.
۳. ص: ـ برادر کلان فقیر... همیشه.
۴. س، ص: – در سن یازده سالگی... غافل مباشید.

و غیاث‌الدین منصور[۱] فکرت، با هم صحبت[۲] داشتند. چون نوبت به فقیر رسید،[۳] این مطلع تازه گفته بودم، خواندم:

کی توانم دید زاهد جام صهبا بشکند   می‌پرد رنگم، حبابی گر به دریا بشکند

همهٔ صاحب‌سخنان، زبان آفرین و تحسین گشودند. حکیم صاحب، تا نصف شب، این مطلع بر زبان داشت و می‌گفت: سبحان‌الله! در هند، مردی پیدا شود که چنین شعر گوید! روز دیگر در خانهٔ دانشمندخان به شاه ماهر دوچار شد. گفت: دیروز سرخوش، شاگرد شما، ما را [۴] محظوظ ساخت، بارک الله! خوب تربیت کرده‌اید. شاه گفت: او کی شاگرد ماست. ما با هم یاریم، پیش یکدیگر شعر می‌گذرانیم. حکیم گفت: او بجد می‌گفت که من شاگرد شاه ماهرم. فرمود که: از راه بزرگ‌زادگیِ خود گفته باشد و الّا من کی لیاقت استادیِ او دارم. چون فقیر در خدمت او رفت، فرمود که: شما پیش حکیم چرا گفتید که: من شاگرد ماهرم؟ این برای شما خوب نیست و مرا خود فخر است که چون تو شاگرد داشته باشم. جمعی بلند فکر برین هستند که مرا و شعر مرا در نظر نمی‌آرند. شاگرد[۵] مرا در چشم ایشان چه قدر و[۶] منزلت خواهد بود؟ شعرا شاگردان خدایند. به میان ناصرعلی، اکثر می‌فرمود که: در کار طبع این جوان حیرانم، هرگاه می‌آید، معنی تازه می‌آرد، از کجا می‌یابد؟[۷]

شاه ماهر نقل کرد که:[۸] برهمن پسری مقبول، فکر سخن می‌کرد، روزی، پیش نواب[۹] سعدالله خان، این بیت از زاده‌های طبع خود می‌خواند:

ز میدان سخن، گوی سبق برد   برهمن‌زاده‌ای از دو برهمن

نوّاب، خنده کرد. در این اثنا، میرزا محمدعلی ماهر رسید. فرمود: بشنوید برهمن‌زاده‌ای از دو برهمن چه می‌گوید. باز خواند. میرزا گفت: از صلابت نوّاب، عبارت را منقلب کرده، ظاهراً همچو[۱۰] باشد:

---

۱. د: میرغیاث‌الدین.   ۲. د: + گرم.   ۳. ص: حکیم صاحب به فقیر، تکلیف شعر خواندن کرد.
۴. د: – ما را.   ۵. ص: ـ و شعر مرا... شاگرد.   ۶. د: – و.
۷. ص: – به میان ناصر... کجا می‌یابد؟   ۸. ص: ـ شاه ماهر نقل کرد که.
۹. ص: ـ نوّاب.   ۱۰. ص: + گفته.

برهمن‌زاده‌ای گوی سبق برد | ز میدان سخن از دو برهمن

برهمن، یکی از هندوان پیشتر بود، و دویمی «چندربهان» تخلّص می‌کرد.

گویا و جویا دو برادر بودند در کشمیر. روزی به شاه ماهر گفتند که: به هند[۱]، ما هر دو برادر، نام و تخلّص طالب کلیم را با هم چه قسم قسمت[۲] کرده‌ایم. جویا طالب و گویا کلیم. شاه گفت: معنیهایش[۳] را چطور با هم قسمت کرده‌اید؟[۴]

روزی، گویا با میر محمّداسماعیل حجاب، بر معنی بیتی کج، بحثها کرد. حجاب برآشفت و بی‌حجاب گفت: آتش در گور سامری افتد که چون تو گوساله را گویا کرده.

فقیر، تاریخ فوتش را گفته[۵]:

حیف ز بزم جهان، ماهر معنی‌طراز | مست به کنج وصال، از قدح موت شد
سرخوش غم‌دیده خواست، سال وفاتش ز دل | گفت خرد: «آه آه! ماهر ما فوت شد»

ابیات شاه ماهر

– چشمم چگونه دیدن رویت هوس کند | نظّاره بر چراغ تو کار نفس کند
– می‌کند معشوق از پهلوی عاشق دلبری | از پر خود شمع را پروانه می‌سازد پری[۶]
– تا به دل گردیده‌ام خورسند[۷]، عالم از من است | در قناعت، مور از یک دانه صاحب‌خرمن است
– بس که در هجر تو چون نال[۸] قلم کاهیده‌ام | از تنم صد پیرهن بالیده بر پیراهن است
– سخن گر عالم از حسن ادا گردید تسخیرش | خموشی لطف‌ها دارد که نتوان کرد تقریرش[۹]
– بس که شه دلبستهٔ احوال مُلک و لشکر است | زنگ بر آیینه، داغی بر دل اسکندر است
– آمدشدِ نفس که برو شد مدار عمر | باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر
– تنزّلش چو ترقی به اختیار مدان | که این نفس‌زدن شخص روزگار بود
– دو بار سوزد از آن رو فغان بلند کشد | می دو آتشه در سوختن سپند کشد

---

۱. د: ببینید. ۲. ص: بخش. ۳. د: طبع‌هایش. ۴. د: + گویند.
۵. د: + تاریخ وفات شاه ماهر. ۶. د: از سر خود شمع را پروانه می‌سازد بری.
۷. د، ص: خورشید. ۸. ص: بال. ۹. د، ص: سخن ... تقریرش.

حکیم رکنا مسیح تخلّص

از امرای صاحب‌سخن[۱] عهد جهانگیری بود. در معنی‌یابی یدبیضا داشت. بسیار خوش‌فکر است.[۲] ازوست:

– در من آمیخته‌ای، از تو اثر پیدا نیست   همه شیر است درین کاسه، شکر پیدا نیست
– آنچنان با تو یکی گشته وجودم ای دوست!   که ترا بی‌تو توان دیدن و بی من نتوان
– تمام عمرم با شاهد دو ساله گذشت   حباب‌وار مرا عمر در پیاله گذشت
– همچون نگین که بهر نگین‌دان شدست خلق   او را خدا برای کنار آفریده است

رباعی

– آنانکه ز یکدگر جگرریش‌ترانند   قومی پس‌تر، جماعتی پیش‌ترانند
در غربت مرگ، بیم تنهایی نیست   یاران عزیز آن طرف بیش‌ترانند
– روز اوّل کاندرین ویرانه بنهادم قدم   باز می‌بایست گشتن، دهر دیواری نداشت[۳]

شیخ[۴] سعدالله مسیحای پانی پتی

شاعر غرّا. از هم‌صحبتان شیدا بود. با هم اتّحاد و یگانگی بسیار داشتند. چنانچه خود گفته:

در من و شیدا نماند اندر حقیقت اختیار   من به شیدا مانم و ماند به من شیدای من

روزمره‌اش اگر چه خام است و موافق تازه‌گویان عرفی نیست، امّا بعضی معنی‌های تازه و غریب، فکر کرده، چنانچه در مدح شیرینی گفته:

غذای نفس، زهرِ فاقه داده   غلط گفتم که نقشش مرده زاده[۵]

قصّهٔ رام و سیتا از زبان هندی به نظم درآورده.[۶] در آنجا بیتی در نعت گفته که همهٔ شعرا پسندیدند:

---

۱. ص: ـ سخن.   ۲. ص: ـ بسیار خوش فکر است.   ۳. س، ص: – روز... نداشت.
۴. ص: ـ شیخ.   ۵. ص: ـ روزمرّه‌اش...زاده.
۶. ص: + در آنجا داد تلاش داده.

دل از عشق محمّد ریش دارم   رقابت با خدای خویش دارم

امّا تبادل[1] برآمد در رباعیات سحابی:

کس را که غم حبیب باشد، چه کند؟   بیچارهٔ بی‌نصیب باشد، چه کند؟
عشق خوبان بلا فراوان دارد[2]   آن را که خدا رقیب باشد، چه کند؟

امّا این فصیح‌تر بربسته، شاید توارد شده باشد.[3] یک بیت در تعریف عصمت سیتا گفته که جمیع خوش‌خیالان، پشتِ دست گذاشتند. و این یک بیت به لک بیت سنجیده‌اند:

تنش را پیرهن[4] عریان ندیده   چو جان اندر تن و تنْ جان ندیده

روزی، میرزا محمّدعلی ماهر، این بیت می‌خواند و تحسین می‌کرد و می‌دانست که در نعت گفته. می‌فرمود که: ای کاش، این همه اشعار که در تمام عمر گفته‌ام، به آن مرد نصیب می‌شد و این بیت به من می‌دادند. فقیر گفت: در تعریف عصمت سیتا گفته، بی‌اعتقاد شد. گفت: عجب پست فطرت و دون همّت بوده، چه طور معنی را در چه محل فرود آورده. فقیر این مضمون را در رباعی بسته گذرانید:

شرم آینه‌داراست ز بس جانان را   پُرساخته از گل‌حیا دامان را
عریان بدنش ندیده پیراهن هم   چون در تنْ جان و جان ندیده جان را

میرزا شنیده گفت: بارک الله! خوب این معنی را مسلمان کردید.[5]

و یک بیت در وقت فرورفتن سیتا در زمین نیز خوب گفته:

گریبان زمین شد ناگهان چاک   درآمد همچو جان در قالب خاک

فقیر، این معنی را که در تعریف دختر رسن‌باز بسته بود و بالا تحریر یافته، در رباعی و قصیده در طفلی در تعریف رسن بازی گفته بودم:[6]

آن دلبر بوالعجب که ماه زیباست   بالای علم چو گل به شاخ رعناست

---

۱. ص: ـ امّا تبادل... شده باشد.   ۲. افزوده از «م».   ۳. د، ص: – آن را ... باشد.
۴. ص: برهمن.   ۵. ص: ـ فقیر، این مضمون... مسلمان کردید.
۶. ص: فقیر نیز بر رسن بازی رباعی گفته بود.

نی‌نی غلطم که آفتاب محشر | یک نیزه برآمده و قیامت برپاست

توفیق یافته در مرثیهٔ[1] حضرت امام حسین ـ علیه‌السلام ـ[2] دوازده رباعی بستم، در آنجا گفته‌ام:[3]

کردند چون کوفیان سوی شام روان | بر نیزه سر حسین شاه دو جهان
لرزید[4] فلک که شد قیامت برپا | یک نیزه برآمد آفتاب تابان[5]

مسیحا[6]

– در بزم عاشقان چو برآرم ز سینه آه | چون هیزمی که دود کند، دورم افکنند
– ببریدند سرش را به سر نیزه زدند | آسمان گفت اگر نیست قیامت برپا
– گر از خراش دلم منکری[7] ببین به رُخم[8] | که پوست کنده سخن می‌کند ادا ناخن

به حکیم مقرّب‌خان، رباعی نوشته که بیت آخرش این است:

بر خوان عطای تو «مسیحا» محروم | چون صورت تصویر که باشد بر خوان

ملّا مفید بلخی

از خاک توران، همچو او معنی‌یاب و صاحب‌تلاش[9] برنخاسته. تازه‌فکر بود. در اوائل جلوس عالمگیرشاهی در بلدهٔ ملتان به حضرت منّان پیوست. فقیر بعد از استماع این واقعه، تاریخ فوتش گفته:[10]

مرد ملّا مفید در ملتان | این سخن چون به گوش سرخوش خورد
برکشید آه و سال تاریخش | گفت: «ملّا مفید بلخی مُرد»

ابیات ملا مفید

– از رهایی مگو[11] که چون طاوس | پر و بالم به مُهرِ صیّاد است

۱. د: مدح.
۲. ص: ـ رضی‌الله عنه.
۳. ص: گفته‌اند و در آنجا بسته‌اند.
۴. ص: آرند.
۵. ص: ـ یک نیزه... تابان.
۶. د: مسیحی.
۷. ص: بنگری.
۸. ل: بی‌رحم. د: گر از خراش دلم منگری ببین بی‌زخم.
۹. ص: در ساحت تلاش. د: – معنی‌یاب و صاحب تلاش.
۱۰. ص: + این است.
۱۱. ص: نگر.

– زینـت خانـهٔ صـیاد بُـود مـرغ اسـیر   از گرفتـاری طـاوس، قفـس گلـزار اسـت
– نگردد تا فغـان مـن هـم‌آواز گرفتـاری[1]   ز میل سرمه، صیّاد مرا چوب قفـس باشـد
– مـرا سـوز محبـت بُـرد از جـا   پـر پـرواز[2] شـد داغـم چـو طـاوس
– بـس کـه پُـر شـد ز سـرمه چـشمانش   شـد رگ سـنگ سـرمه مژگـانش
تکمـه در پیـرهن نمـی‌گنجـد   از هـم‌آغوشـی گریبـانش
– نالهٔ من همچو نی جانم به لب آورده بود   یاد چشم سرمه‌آلـودش بـه فریـادم رسـید
– ز بس که کرد پریـشان غبـار خـطّ تـوام   نَفَس چـو نـال قلـم گـشت تـار تـار مـرا
– ز دسـت طـالع ناسـاز خـویش رسـوایم   سـیاه‌بختـی مـن همچـو[3] مـشک بـو دارد

ملّا معنی کشمیری

گویند کر بود. هر چه کسی از انگشت بر روی هوا می‌نوشـت، درمـی‌یافـت و جـواب می‌داد. ازوست:

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می‌آید   زبان خامشی در پرده رسوا می‌کند مـا را

صالح بیگ ملهم

مرد سپاهی بود. بخشی شمشیرخان. طبعی دُرست داشت. از اوست:

جلوهٔ حُـسن تـو شـد دام گرفتـاری مـرا   موج رنگ گل شود زنجیر پای عنـدلیب[4]

مئی‌کلال

رواج سخنوری در عهد جهانگیری دیده. این[5] را هـم سـر شـاعری بـه درد آمـد، طبـع موزون بهم رساند، دیوانی مختصر ترتیب داد. کلال و خدمتیـه، قـومی‌انـد کـه دربـانی پادشاهی هند و امرای عظام به عهدهٔ ایـشان مقـرّر اسـت. غیـر از چوبـداری و اهتمـام سواری، قابل هیچ کـار نیـستند. جهـانگیر، ایـشان را «چنـدال» یعنـی «بـدترین مـردم»

۱. د: نگردم با فغانی من هم‌آزاد از گرفتاری.   ۲. ص: پروانه.   ۳. د: – هرچه.
۴. ص: ـ ملّا معنی کشمیری... عندلیب.   ۵. ص: او.

می‌خواند. چند گاه در رکاب خدر معلّی، نور جهان بیگم، تردّد کرد و عرضی شد که اگر به تقریبی ذکر سلیقهٔ موزونیت خانه‌زاد در پیشگاه جهانداری در میان آید، باعث ترقّی احوال و افزونی عزّت و اقبال من خواهد بود. بیگم، وقت یافته، عرض کرد که: مئی‌کلال هم شعر خوب می‌گوید، امیدوار است که به سمع مبارک رسد. بادشاه فرمود: الحال، کار شعر به اینجا رسید که «چندال» می‌گوید.[۱] بیگم عرض نمود که: خانه‌زاد است، در حضرت تربیت شده.[۲] حکم شد بیارند. چون حاضر شد، به شعرخوانی فرمان رفت. بی‌تامّل برخواند:

«مئی» به گریه سری دارد ای نصیحت‌گوی![۳] کناره گیر که امروز، روز طوفان[۴] است

بادشاه خندید و فرمود: نگفته بودم که این را با شعر چه مناسبت است؟ اینجا هم رعایت اهتمام که پیشهٔ اوست، از دست نداده، دور کنید. بعد از مدّتی، در پی سواری بیگم دویده، التماسی شد که یکبار دیگر اجازت شعرخوانی یابم. بیگم، باز[۵] بادشاه را بر این آورد، که طلبیدند. حکم شد: چیزی بخوان. قضا را این بیت برخواند:

من می‌روم و برق زنان شعلهٔ آهم ای هم‌نفسان! دور شوید از سر راهم

بادشاه فرمود که:[۶] پیشهٔ خود را جلوه داد.

منعم حکّاک شیرازی

معنی‌سنج خوش‌خیال[۷] بوده. مثنوی در تعریف اکبرآباد خوب گفته. در خوردسالی، فقیر پیش او مشق می‌کرد.[۸] روزی در قهوه‌خانه نشسته بود، این بیت تازه گفته بود، برخواند:

قیامت است گلستان به غیر یار مرا صدای صور بُوَد نالهٔ هزار مرا[۹]

در اوایل جلوس عالمگیری، ودیعت حیات سپرده. ازوست:

– آن را که زوربازوی کسب هنر بُوَد دست پُرآبله صدف پُرگهر بُوَد[۱۰]

---

۱. د: بگوید. ۲. ص: یافته. ۳. ص: گر. ۴. ص: طغیان.
۵. س: ـ باز. ۶. ص: + ببینید که باز. ۷. ص: و خوش تلاش بوده.
۸. د، ص: پیش فقیر، مشق می‌کرد. ۹. ص، ل: ـ روزی در قهوه‌خانه... مرا.
۱۰. ص: ـ آن را... بُوَد.

–در خمارم روز و شب، هر چند صهبا می‌کشم　　خشک‌لب چون ساحلم با آنکه دریا می‌کشم

–می‌به خم رقص‌کنان بی دف و نی می‌آید　　دست بر دایره باشید[1] که مَیْ[2] می‌آید

مشهور

به خوش‌فکری مشهور. این دو بیت[3] از او به گوش خورده:

خدایا! آرزومطلب مکن حسرت[4] نصیبان را　　مده[5] دم سردی صبح وطن شام غریبان را

لبالب دار دامانی ز اشکم چون گل از شبنم　　مکن از خنده همچون غنچه‌ام پُر گل گریبان را[6]

میرمعصوم کاشی

نیز تلاشی بوده. یک بیت ازو شنیده شده:

تو از سنجاب داری طوق و من از آهن[7] ای قمری!　　ببین سرو تو بی‌رحم است، یا سرو من ای قمری![8]

میرزا مقیم[9]

دو بیت او از بیاض میرمعزّ نوشته شد:

از روی رحم، گوش به فریاد ما بده!　　و الله کام خاطر ناشاد ما بده!

ای آشنا! به یار چسان آشنا شدی　　این شیوه را بیا به خدا یاد ما بده!

میرزا قطب‌الدین مایل

جوان خوش‌فکر و خوش‌فهم و خوش‌نویس[10] بوده. از طالب علمی نیز بهره داشت. با حکیم صاحب و میرمعزّ، مصاحب بود. در آخر،[11] کارش به‌جنون کشید. ترک منصب نموده، در دارالخلافه فروکش کرد. بیست و هفتم رمضان المبارک سنهٔ هزار[12] و یک

۱. ص: دارید.　۲. ص: وی.　۳. ص: + مشهور.　۴. ص: حیرت.

۵. ص: بده.　۶. ص: غنچه‌ام چاگ گریبان را.　۷. ص: ترا جا بر سر سرو و مرا بر گلخن.

۸. ص: + کاتب این نسخه را حسن مطلع این غزل از زبانی [زبان] میر ابوتراب شنیده، نوشته می‌شود:

به امّید رهایی با تو من احوال خود گفتم　　تو هم یک حلقه افزودی به زنجیر من ای قمری!

۹. د:– میرزا مقیم.　۱۰. ص: + و قابل.　۱۱. ص: + عمرش.　۱۲. ص: یکهزار.

صد و هشت، بعد از هفت روز از فوت ناصرعلی درگذشت. محمّد عاکف «جعل جنت مثواه[1]» تاریخ یافت. این چند بیت ازوست:[2]

– مـــردهام امّـــا بـــه یـــاد همنوایـــان چمـــن می‌طپد دل چون جرس در چنگل بازم هنوز

– پاک طینت را ز دنیا دوریبی در کار نیست می‌توان چون آب گوهر از سر گوهر گذشت

– در کسوت[3] محبّت، هم دلق را پسندند گر تو سیاه چشمی، من هم سیاه‌روزم

– بزم ما برهم ز سنگ محتسب کی می‌شود شیشهٔ ما چون عنب گر بشکند، می می‌شود

– به چشم تیره‌دلان روشنی غبار بُوَد سحر به کلبهٔ شب، سیل نوبهار بُوَد

به بزم بی‌خلل می‌کشان خاموشی دهان پرگله خمیازهٔ خمار بُوَد

– جوش زن ای نوبهار! تا همه مستان شویم شور کن ای عندلیب! تا همه نالان شویم[4]

هستی ما را قضا، دوخت کتانی قبا جلوه کن ای مه لقا! تا همه عریان شویم

مجدایی[5] مُنصف

شاعر خوش‌کلام بوده. یک بیتش را فقیر ادّعایی دیده معنی کرده بسته.[6] هر دو نوشته[7] می‌آید:

منصف

خوی بد ما باعث آسودگی ماست زنجیر در خانهٔ دیوانه جنون است

سرخوش

خوی بد، باعث آسایش دیوانه بود گرهِ جبههٔ ما قفل در خانهٔ ماست

آخوند محمّدباقر

یک چند «مناسب» تخلّص می‌کرد و آخر[8] «مشتاق» قرار داده[9]. در اوائل جلوس عالمگیری، با فقیر، همدم و هم صحبت بود. مرد کوکناری. در محبّت و یاری دُرست بوده. از اوست:

---

۱. د: مسواه. ۲. ص: این چند شعر از زاده‌های طبع اوست. د: از اوست. ابیات مائل.
۳. ص: کشور. ۴. ص: ـ شور کن ... نالان شویم. ۵. س: مجیدای.
۶. ص: ادّعای تتبع کرده. ۷. ص: نگاشته. ۸. ص: آخرها. ۹. د: داد.

– بـه خـواب عـدم راحتـی داشـتم		ازین خواب، مـا را کـه بیـدار کـرد؟
– در تیره ابر طالع خود برق حیرتم[۱]		بی‌گریـه هـیچ گـاه تبـسّم نمـی‌کـنم

ملّا[۲] ملک قمی

در بیجاپور از اعیان آنجا[۳] بوده. ظهوری ذکرش[۴] در *ساقی‌نامه* آورده. منه:

خونچکان است ملک! تیغ جفا می‌ترسـم		کـه پـی آخـر بـه در[۵] خانـهٔ قاتـل نـرود

ملّا مشرقی[۶]

ملّای[۷] خوش‌فکر و خوش‌کلام بوده. این بیت ازو[۸] روشن است:

ز کعبه آیم و رشک آیدم بـه‌خـون‌بـالی[۹]		کـه از زیـارت دل‌هـای خـسته مـی‌آیـد

---

۱. ص: خرمنم. ۲. ص: ـ ملّا. ۳. د: ـ آنجا. ۴. د: ـ ذکرش.
۵. د: ـ پی اجر بدر. ۶. د: - ملاّ مشرقی. ۷. ص: ـ ملّای. ۸. ص: ـ او.
۹. ص، ل: خونابی، م: خونابی.

نظیری نیشابوری

گوی فصاحت و بلاغت از اقران زمان می‌ربود. سخن‌سنجان عصر نورالدین جهانگیر، او را استاد می‌دانستند. با نوّاب خان‌خانان، ارتباط تمام داشت. در همان عصر، یک نظیری دیگر بهم رسید. هر دو برای تخلّص[1] درآویختند. این[2] می‌گفت: تو تخلّص دیگر اختیار کن، و آن[3] می‌گفت: تو تخلّص دیگر پیدا کن. آخر بر این قرار یافت[4] که نظیری نیشابوری، صاحب مال است، ده هزار روپیه موافق عدد «یا» به این نظیری مفلس بدهد که او «یا» را دور کرده[5]، «نظیر»[6] برای خود نگاه دارد. و همچنان کرد. سبحان‌الله! عجب زمانه و خوش‌عهدی بود که چنین معامله پیش می‌رفت. الحال اگر صد بار به هم کشته شوند، پشیزی به کسی[7] ندهند.

- پرده برداشته‌ام از غم پنهانی چند	به زبان می‌رود امروز گریبانی چند
کشته از بس بهم افتاده کفن نتوان یافت	فکر صحرای قیامت کن و عریانی چند
- بی‌تو دوشم[8] در درازی[9] از شب یلدا گذشت	آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت

---

۱. ص: + با هم.
۲. ص: یکی.
۳. ص: دیگری.
۴. ص: قرار بر این افتاد.
۵. ص: کند.
۶. د: «نظر».
۷. ص: پشیزگی.
۸. د: روزم.
۹. ص: چون.

نوک[۱] خاری نیست[۲] کز خون شکاری سرخ نیست
آفتی بود آن[۳] شکارافکن کزین صحرا گذشت

جلوه‌اش بنمود از بس محو رخسارش شدم
ناله‌ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

– عشق را کام به عهد رخ گلفام تو نیست
صبح امید و شب وصل در ایّام تو نیست

– محبت در دل غم دیده الفت بیشتر گیرد[۴]
چراغی را که دودی هست[۵] در سر، زود درگیرد

– آن دهد در گریه پند ما که با ما دشمن است
آنکه می‌گیرد شناور را به دریا دشمن است

نادم گیلانی

بسیار خوش‌گو و صاحب‌تلاش بوده. حاجی محمّدجان قدسی، هر بیتش را به یک اشرفی می‌خرید و عجب خریداری بود.[۶] ازوست:

– گشت ز سیر گلستان، شیفتگی فزون مرا
نالهٔ عندلیب شد، زمزمهٔ جنون مرا

داغ‌دلان عشق را، سیر چمن غم آورد
لاله شکفته دیدم و شد خبر از درون مرا

– معشوق ما به مذهب هر کس موافق است
با ما شراب خورد و به زاهد نماز کرد

– بیمار عشق را ز مداوا چه فایده
دارد لب تو فایده، امّا چه فایده

– به پشت لب، خط آن قبله را شمار ابرو[۷]
چو رکن کعبه چهار است، شد چهار ابرو[۸]

– درین بوستان، خوارم از ناروایی
غریبم چو گل بر سر روستایی[۹]

ز عکس رُخم خاک هر کوچه زر شد
مرا کیسه خالی و من کیمیایی

– دلم در وصل از تاب رخ جانانه می‌سوزد
فروزد گر چراغ تیره‌بختان، خانه می‌سوزد

– پیچشی در کفنی خواهم و کُنج لحدی
غربتم کارگر افتاد، شهیدان! مددی

باغبان! چیدن گل، سختْ عقوبت دارد
بلبلی در قفسی بِه که گلی در سبدی

خرقه کردم من و او تکیه‌گه دولت ساخت
به سکندر نمدی داد و به من[۱۰] هم نمدی

---

۱. د: نیش.
۲. ص: نیست خاری کز رگ.
۳. د: این.
۴. ص: دارد.
۵. د: روغن نیست.
۶. ص: ـ و عجب خریداری بود.
۷. ص: از او.
۸. ص: از او.
۹. د: روشنایی.
۱۰. ص: ما.

– هــر جــام، شــکفته‌تــر ز جــام دگــری[۱] | در دسـت تـو بـاده آب دریـای گـل اسـت

– عـالمْ تمـام یـک قفـس از بلـبلان تـست[۲] | تا حلقه گشت زلف تـو صـیاد دام سـوخت

طالب کلیم به جای پیش مصرع، این پیش مصرع رسانده، مطلع ساخت:[۳]

آن شاخ گل که سینهٔ مـن گلـستان اوسـت | عـالم تمـام یـک قفـس از بلـبلان اوسـت

ناظم هروی

استاد خوش‌خیال و[۴] صاحب‌زبان[۵] بود. مثنوی *یوسف و*[۶] *زلیخا* به اداهای رنگـین بـسته، همه جا در وی تلاش‌ها کرده. به هند نیامده. اشعارش شهرت دارد:

– آن بلـبلم کـه هرگـاه، از دل کـشم فغـان را | از خون چو سـاغر مـی، پُرسـازم آشـیان[۷] را

– گر لب زخم شهیدان خـشک مانـد، دور نیـست | جــوهر تیــغ تــو در زنجیــر دارد آب را

– در خانقـاه وحـدت، ذکـر مخالفـت نیـست | چون تار سبحه یک حـرف، از صـد دهـن برآیـد

و مطلعی از این قبیل، میان ناصرعلی گفتـه و فقیـر سـرخوش نیـز. هـر دو نگاشـته می‌آید:

ناصرعلی

بجز اندیشهٔ وحدت نگنجـد در خیـال مـن | به‌رنگ شمع صد شاخ است، یک گل بر نهال من

سرخوش

نــدارد راز وحــدت اختلافــی در بیــان اینجــا | بود یک حرف همچون بوی گل بر صد زبان اینجا[۸]

ناظم

همّـتم، آزادگــان را همعنــان افتــاده‌ام[۹] | سایهٔ سروم، به پای راسـتان[۱۰] افتـاده‌ام[۱۱]

---

۱. ص: دگر است. ۲. ص: گلستان اوست. د: بلبلان اوست. ۳. د: + طالب کلیم.
۴. د: – و. ۵. ص: زمان. ۶. د: یوسف و. ۷. د: آسمان.
۸. ص، ل: ـ ناصرعلی... زبان اینجا. ۹. ص: افتاده است. ۱۰. ص: دوستان.
۱۱. ص: افتاده است.

محمّدتقی نشئه

صاحب طبیعت است. دیوانی مختصر به طرز قدیم دارد. ازوست.[۱]

هرگز ثمر نداد نهال بیان ما | باشد ز برگ بید، زبان در دهان ما
چنان گداختی از عکس خویش آینه را | که جوهرش چو خس از آب می‌توان چیدن

ملّا نوعی

در اوایل عهد جهانگیری فوت شد. شاعر غرّای اکبرشاهی[۲] بوده. مثنوی *سوز*[۳] *و گداز* بسیار بسوز[۴] گفته. وقتی که هندوزنی با نعش[۵] شوهر[۶] برای سوختن می‌آید و پروانه‌وار قصد آتش می‌کند، این بیت گفته:

چنان مستانه بر آتش نظر کرد | که از بدمستیش، آتش حذر کرد

و این دو بیت نیز به تعریف جوانی در این مثنوی خوب واقع شده:

– جوانی چون نسیم نوبهار است | ولی بر رنگ و بوی گل سوار است
– اگر دریافتی، بر دانشت بوس | و گرغافل شدی، افسوس افسوس![۷]
– به غنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق | گل شکفته به دل‌های بی‌غمان ماند
– سویش چو روی، پیشتر از دیده قدم نه | ور گامی ازو دور شوی، پای پسین[۸] باش

ملا[۹] نازکی

اشعارش خالی از نازکی نیست. یک بیت از او به گوش خورده:[۱۰]

نی گلاب است اینکه بر رخسار مهوش می‌زنی | تا نسوزد عالمی، آبی بر آتش می‌زنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا نموده:

به چشم مست ز گرمی گلاب می‌پاشند | به روی[۱۱] فتنهٔ خوابیده آب می‌پاشند

---

۱. ص: ـ ازوست. ۲. ص: اکبری. ۳. ص: پُرسوز. ۴. ص: بتلاش.
۵. ص: در پی تابی مرگ؟. ۶. ص: + خود. ۷. د، ص، ل: ـ و این دو بیت... افسوس.
۸. ص: نشین. ۹. د: – ملاّ. ۱۰. ص: ازوست. ۱۱. ص: برای.

طالب نصیب

از او نیز یک بیت[۱] نصیب شده[۲]:

غبار خاطر او گشته‌ام از ناتوانی‌ها گر اندک قوّتی[۳] می‌داشتم، می‌رفتم از یادش

میر نجابت[۴]

برادر میرسعادت.[۵] طبعی دُرست[۶] داشت. جنون به سر زده بود.[۷] این دو بیت از او یادگار است:

– هم هنربین گهر، هم عیب‌یاب گوهرم چون نگاه جوهری، غوّاص آب گوهرم

– ما درین باغ، نهال چمن تصویریم هست در خانهٔ نقاش، رگ و ریشهٔ ما

آقا محمّدحسین ناجی[۸]

برادر محمّد اسمعیل غافل.[۹] در فنّ[۱۰] خط نسخ و نستعلیق ید بیضا دارد و در علم ظاهری و انشاپردازی، عدیم‌المثل است.

مدّتی در سرای شاه عالمگیر، رفیق برادر بود. از آنجا که بادشاهان به غرور سلطنت، سیّما چنین بادشاه صاحب کمال در هر فن، از حرف خود نمی‌توانند برگشت، و او را نظر بر کمال خود تحمّل بر غلط و سهو دشوار بود، خود مستغنی از این کار گشته، در اهل خدمت بندگی بجا می‌آورد. چنانچه روزی لفظ «طیّار» را به «طای حطّی» نوشته بود، حضرت ظلّ الهی قلم‌زده، به تای قرشت نوشته و بر زبان مبارک گذشت که: اشرف‌خان، عرض کرده است که این لفظ فارسی است و «طای حطّی» در فارسی نمی‌آید. او در جواب عرض کرد، که: این هم کلیّه نیست. جهت رفع اشتباه، صد و شصت و طلا و اکثر الفاظ را به حروفی که در فارسی ممنوعند، می‌نویسند. و اگر این لفظ، فارسی باشد، مخفّف خواهد بود، که در تشدید یک کلمهٔ فارسی، نیست. حکم

۱. ص: بیتی. ۲. د: شنیده. ۳. ص: قدرتی. ۴. س، د: نصیر.
۵. ص: میر قدری. ۶. ص: رسا. ۷. ص: چون نشتر زده بود. ۸. ص: نجات.
۹. ص: ـ برادر محمّد اسمعیل غافل. ۱۰. ص: مشق.

شد که در «درّاج» و «فرّخ» و «خرّم» چه می‌گویی؟ عرض کرد که: «درّاج» عربی است و «خرّم» معرّب و «فرّخ» دو کلمه است که ترکیب یافته، فر به معنی زینت، و این قسم کلمات بسیار است: مثل «شپّر» و «شبّو و شبّار». حرف آخر کلمهٔ اول، و اوّل کلمهٔ آخر، اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد، مدغم می‌سازند، یا تخفیف می‌دهند، مثل این که: «در وضو کن به نیمن استنجا». ظاهر می‌شود که در این لفظ، مصطلح قوشخانه است که جانور هرگاه از کریز بر می‌آید، می‌گویند طیّار شد. بر زبان مبارک گذشت که: فلانی بسیار تند و تلخ و ناقباحت فهم است. او به این سبب از خدمت استعفا نمود، با هیچ یک امیری ملتجی نگردید. در سنه چهل و پنج عالمگیری، که رایات ظفرآیات به تسخیر قلاع دکن متوجّه بود، به التماس، تولیّت درگاه حضرت قطب الاقطاب یافته، در کسب سعادت دنیوی و اخروی می‌کوشید. از منتخاب غزلیات او این چند بیت است:

چون خس فتاده‌ایم به‌گرداب اضطراب　　چون رشته مانده‌ایم در آغوش تاب‌ها

رباعی

– خوش باش به ناکامی و مقصد مطلب　　بگذار طلب، دولت سرمد مطلب

– از صورت این لفظ به معنی نرسی　　یعنی مطلب ز هرچه باشد مطلب

– در غمت بی‌خودیی گشت گریبان‌گیرم　　تا برم نام رفو، پیرهن از یادم رفت

– فتنه را نسبت به‌چشم می‌پرستش می‌دهم　　نیم مستش دیده‌ام، ساغر به دستش می‌دهم

یکچند قرابت قریب خان‌خانان بود، در آن ایّام، مثنوی در شکایت روزگار گفته، که چند بیت از آن نیز قلمی می‌گردد[1]:

– فلک در چارهٔ آن‌کس هلاک است　　که فکر حاکمانش ننگ خاک است

– دهد افسر همان کس را که افسار　　طپد از نام او چون نبض بیمار

– میانی را که نتوان تنگ خر بست　　کمرهای مرصّع در کمر بست

– سری کو از صدا افگار گشته　　ز بالایش همای کر گذشته

– چو دیدم کاندرین نُه طاق افلاک　　بود چون گنجفه اوراق افلاک

---

۱. س، ص، د، م: ــ مدّتی در سرای... قلمی می‌گردد.

– قمـاش کـم غلامـش بیـشر شـد | بنـدرت نکتـهٔ آن معتبـر شـد
– زر سـرخ و سـفیدش خـرج داده | بـه کـف تیغ و بـه سـر تـاجش نهـاده
– بـه چنـگ او بـرات شـادمانی | همـین میـر و وزیـرش کـامرانی
– چه میران کاندرین بـازی شـده خـوار | ز یکلوشان که حکمـش سـوخت ناچـار
– دریـن بـازی مـرا سـر وا گرفتـه | تحکّـم نیـست از غـم جـا گرفتـه
– ز ضـعفم زور بـر مـن مـی‌رسـاند | نـدانم زیـر دسـت کـه نـشاند

از آنجا که بایست خان معزالیه خواند، چند بیت و قطعه در مدحش گفته:

– شـود گـر ابـر لطفـش سـایه‌افکـن | بـه روی مـزرع امیـد چـون مـن
– شـود زان خـشک‌سـالی‌هـا گریـزان | بـود بالیـدگی چنـدان کـه دهقـان
– بـه هنگـام درو آیـد هراسـش | کـه نایـد خوشـهٔ پـروین بـه داسـش

به ملاحظهٔ آن که مبادا خان مذکور، تکلیفی کند، این چند بیت در عذر آن خواند:

– ز همّـت دادن جـان در بـر مـن | بـود آسـان‌تـر از چیـزی گـرفتن
– گـرفتن آنچنـانم هـست مـشکل | کـه نگـذارم بگیـرد از غمـم دل
– گـرفتن بـد بـود چنـدان بـرایم | نگیـرد شـاید از سـرمه صـدایم[1]
– می‌پرد از اشتیاق بی‌خـودی چـشم حبـاب | وصل را در نیستی چون خانهٔ هـستی خـراب
– بشکند از جور گردون گر نسوزد دل ز عشق | دانه‌ای کز برق سالم جـست، رزق آسیاسـت[2]
– آمـد بتـی بـه جلـوه دلِ بـرق آب‌کـن | از زیـن فـرو نیامـده پـا در رکـاب کـن
– مگر به خواب به روی تو وا شـود چـشمم | خدا کند که به خواب آشنا شود چـشمم
– به‌رنگ آه نومیدی، به چرخ آهنگ کین دارم | چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم
– تا در آید یار در آغوش، از خود رفته‌ام | عمر ما چون برق، قدر یک بغل وا کردن اسـت[3]
– نشود رنجه ز بی‌تـابی دل جـان کـسی | دل شـوریده نبودسـت بـه فرمـان کـسی
– لذت زخم تو از بس که بـود یـاد مـرا | طـپش دل ندهـد فرصـت فریـاد مـرا
– دل واشد و هر چه بـود در مـن دیـدم | یـک غنچـه بهـار کـرد و گلـشن دیـدم
آیینـهٔ اوسـت هـر بـد و نیـک ولـی | در وجه حَسَن بـه وجـه احـسن دیـدم[4]

---

۱. د: – فلک ... صدایم.
۲. ص: – بشکند... آسیاست.
۳. ص: عمرم چون برق بی‌تاب از کنارم می‌رود.
۴. ص: ـ نشود رنجه... احسن دیدم.

در قصیدهٔ منقبت، معنی‌تازه ایجاد نموده:[۱]

بود یک سایه در دو گوهر پاک　　جسمک حسمش بیان باشد

به اعتقاد فقیر، ثانی[۲] این معنی، شیخ بهاءالدین بهائی در نعت بسته و این هر دو توفیق یافته‌اند:

– مرا ز روی تعصّب، معاندی پرسید:　　پدر ز روی چه معنی نداشت روح‌الله؟
جواب دادم و گفتم که او مبشّر بود　　به احمد عربی جمله خلق را ز اله
مبشّر از پی آن کو بشارت آرد زود　　روا بُوَد که دو منزل یکی کند در راه[۳]

میر نجات

در این عصر از تازه‌گویان خوش‌فکر و معنی‌یابان صاحب‌تلاش در ایران بوده. طبعی سلیم و ذهنی مستقیم داشت. بالفعل، غزلی از او در بحر خفیف بر زبانهاست:

– شوخ[۴] بیداد کرده‌ایم تو را　　مطلب‌استاد کرده‌ایم تو را
این[۵] قدرها که یاد ما نکنی　　آنقدر یاد کرده‌ایم تو را
کوه و صحرا پُر است از نامت　　بسکه فریاد کرده‌ایم تو را[۶]
من غلام کسی که گفت «نجات»　　ما کی آزاد کرده‌ایم تو را؟

روزی، معشوق او جامهٔ زرد پوشیده بود، بدیهه گفت:

چون با قبای زرد، قدش دلبری کند　　آیینه را بهار گل جعفری کند

ناطق

شاعر معنی‌بند خوش‌گو بوده.[۷] ازوست:

– دل در آن زلف اگر راه نیابد، غم نیست　　گو به ما باش، پریشانی ما هم کم نیست
– جنونم نالهٔ زنجیر را افسانه می‌داند　　دلم سرگشتگی را گردش پیمانه می‌داند

---

۱. ص: ادا نموده نوشته. ازوست.　۲. د: – ثانی.　۳. ص: ـ ثانی این معنی... در راه.
۴. ص: + و.　۵. د: آن.　۶. ص: ـ کوه... تو را.
۷. د، ص: + و خوش فکر بوده.

– مفلس، ترشّحی ز توانگر ندیـده اسـت　　کس رشته را به آب گهر تر ندیـده اسـت
نـازک‌تنـان بـه نقـش حـصیر آشـنا نینـد　　اوراق گل، شـکنجهٔ مـسطر ندیـده اسـت

ملّا نسبتی تهانیسری

شاعر مقرّری[۱] به طرز قدیم بود.[۲] به زبان هندی نیز شعر می‌گفت. «نِس‌بتی» یعنـی مـاه، تخلّص می‌کرد. این چند بیت انتخابی اوست:

– جـدا ز مـا دلِ مـا را بـه زیـر خـاک کنیـد　　به ایـن سـتم‌زده در یـک مـزار نتـوان بـود
– هم ز دل دزدید صـبر و هـم دل دیوانـه را　　دزد مـا بـا خانـه مـی‌دزد متـاع خانـه را
– چون پی دل بردن آمد، عقـل را اوّل[۳] ربـود　　دزد دانـا مـی‌کُـشد اوّل چـراغ خانـه را
– در پـردهٔ خـاک، نغمـه‌هـا هـست بـسی　　آنگـه شـنوی کـه گـوش بـر خـاک نهـی
– سینه روزن چه کنی، چون[۴] ز برم خـواهی رفـت　　گر تو همسایه شوی، رخنه به دیوار خوش است
– نـسبتی! دل بـه درد معتبـر اسـت　　لالـه بـا داغ آبـرو دارد

قاضی نوری

در عهد جهانگیرشاه، بر مسند سخنوری متّکی بود. شاهزاده داراشکوه، وقتـی کـه او را طلب داشته بود، این دو بیت نوشته:

بـرون نیامـده‌ام هـیچ‌گـه ز خانـهٔ خـویش　　سـفر چـه دانـد عنقـا ز آشـیانهٔ خـویش
نمـی‌پـرم بـه پـر و بـال عاریـت چـون تیـر　　نشسته‌ام چو کمان روز و شب به خانهٔ خـویش[۵]

ازوست:

– چنان کز در درآید اهل ماتم را سـیه‌بختـی　　فغان از بلبلان برخاست، چون من در چمن رفـتم
– به تاراج دل ما هر زمان ای غم! چه می‌آیـی؟　　متـاع خانـهٔ درویـش را غـارت نمـی‌شـاید[۶]

---

۱. د: مقدّری.
۲. ص: شاعر مقرّری بود به طرز قدیم.
۳. ص: از سر.
۴. ص: گر.
۵. ص: ـ شاهزاده داراشکوه... خانهٔ خویش.
۶. ص: نمی‌باشد.

میرزا طاهر وحید

با صائب، همسر و همعصر بوده. هر بیتش ورد زبان[1] سخنوران است[2] و دیـوانش مهـر[3] نماز معنی‌گستران. فکرهایش همه تلاشی اسـت و الفـاظش مـزیّن بـه خـوش‌قماشـی. چندگاه که از خدمت معزول شده بود، به شاه نوشته:

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنـر   زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او،[4] که انتخابی خوش‌خیالان است، نوشته می‌شود:

– چنان کز سنگ و آهن، آتش سوزان شود پیـدا   زنی گر هر دو عالم را به هم، جانـان شـود پیـدا

– ز فانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیـدن   چو بنشیند غبار جسم، نور جان شـود پیـدا

– می‌رود از دل تردّد، وا کنـی گـر دیـده را   خضر بیداری بود در خواب گـم‌گردیـده را

– چون نماز فقـر غربـت‌زادگـان راه عـشق   بـا وجـود ناتمـامی‌هـا قبـول درگـه‌انـد

یک بیت او خوشگاه میرمعزّ موسوی بود، فقیر جوابش گفته. هردو نوشته شد:

وحید

ز شرم حُسن تو آبی و مـن فتـاده بـه خـاکم   به من فتد چو گذارت هزار رنگ برآیـی

---

۱. س: ـ زبان.   ۲. د: هر بیتش داد سخنوران است.   ۳. ص: مهرکار.

۴. ص: ـ از اشعار او.

سرخوش

تــو آفتــابی و مــن شیــشه‌هــای بوقلمــونم   کنی چو بر سر ما جلـوه، رنـگ‌رنـگ‌برآیـی

[وحید]

– گل به پیش عارضت از شرم بی‌رنگی گـم اسـت   سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گُم است
– ز یاران کینه هرگـز در دل یـاران نمـی‌مانـد   به روی آب، جـای قطـرهٔ بـاران نمـی‌مانـد[۱]
– دردا که یکی نیـست بـه عاشـق سـخن تـو   بـادام دو مغـز اسـت زبـان در دهـن تـو
– شبهه را از وحدتش دست تـصرّف کوتـه اسـت   کـی توانـد دیـدهٔ احـول دو دیـدن روز را
– می‌برد آخـر تـرا خـواب عـدم، هـشیارباش   آمد و رفت نفس‌هـا جنـبش گهـواره اسـت
– نه امروزی است این سرگشتگی ما را که چون گـوهر   نشان از مـا نبـود و کـشتی مـا بـود دریـایی
– اعتبارات جهـان رفتـه‌سـت پـیش از آمـدن   نامها در وقت کنـدن از نگـین افتـاده اسـت
– رشک چشم احولم سوزد کز اسباب جهـان   هرچه می‌بیند، به یک دیدن مکـرّر مـی‌شـود
– بـسان مغـز بـادامی کـه از تـوأم جـدا مانـد   در آغوشم نمایان است خـالی بـودن جایـت
– تـا بخـوانی از رُخـم حـال درون تنـگ را   شـرم مـی‌گردانـد اوراق کتـاب رنـگ را[۲]
– به استقبال عیشم تا به منزل مـی‌دود محنـت   به گوش آید شکست شیشه‌ام از سینهٔ خـارا
– فتادگی‌سـت کـه پـرواز آن فلـک پیماسـت   بـه بـال سـایه گرفتـه‌سـت اوج قـدر همـا
– وحشتم بست به زنجیـر و بـه صـیاد سـپرد   نفس صید چـو در سـینه بپیچـد، دام اسـت
–ماننـد شـان مـوم کـه ریزنـد شـمع ازو   شد خانه‌ها خـراب کـه سـروت نهـال شـد[۳]
– ز شرمم در پس دیوار چون برگ گـل رعنـا   اگر با لاله‌روی خویش در یک پیرهن باشـم
– لبـی کـه زمزمـهٔ خویـشتن بُـوَد سـازش   صـــدای ریخـــتن آبروســـت آوازش
– شـد هـر گـره رشـتهٔ مـن تـار صـنوبر   از بـس کـه درو نـاخن تـدبیر شکـستم
– نباشد از ضعیفان، عشق عالم‌سـوز را عـاری   قبای شعله چسبان[۴] است بر اندام هر خـاری
– مانده بر خارا نـشان صـورت شـیرین هنـوز   شیشهٔ دل را ببین فرهاد چـون بـر سـنگ زد

---

۱. ص: ـ زیاران... نمی‌ماند.   ۲. س: ـ تا بخوانی... رنگ را.   ۳. ص: ـ مانند... نهال شد.
۴. ص: مشتاق.

- نگـــاه گریـــه آلـــودم چـــو گـــوهر ز پـــشت دیـــدهٔ پوشـــیده پیداســـت
- اشک ریزان است گـوهر در کفـش وقـت شـمار مـال مـنعم، گریـه براحـوال مـنعم مـی‌کنـد

یک بیتش را میرمعز و فقیر، جواب رسانده، هر سه نگاشته می‌شود:

وحید

اگـر نـالم ز رنـج خـار در پـا رفتـه، نـامردم ولی در زیر پای من شکست، ایـن مـی‌کنـد دردم

میرمعزّ

قدم بر محملم افسون تکلیـف وطـن هـر دم که همچو عضو از جا رفته افـزون مـی‌شـود دردم

سرخوش

به عریانی مـرا دلگیـری[1] دیگـر بـود هـر دم چو اخگر جبهٔ سنجاب پوشیدن کنـد سـردم

یک بیتش را فقیر جواب گفته، هر دو نوشته می‌شود:

وحید

کی کسی پنهان تواند شد ز دست‌انداز مـرگ شمع کافوریست در دست اجل موی سـپید[2]

سرخوش

پیک پیری چون رسد، سامان رفتن کن ز دهر نامهٔ پیچیدهٔ مـرگ اسـت هـر مـوی سـپید[3]

محمّدرفیع علیه‌الرحمة[4] واعظ

در صفاهان به فضایل و کمالات، مسندآرای افادت و افاضت اسـت[5] و بـه لآلـی آبـدار وعظ و نصایح، گوش هوش عالمیان را مزیّن می‌دارد. و در سخنوری و معنـی‌گـستری، بازوی پهلوانی با صائبا و مرزا طاهر وحید می‌زند. دیوانش را میرمعـزّ بـه هنـد آورده،[6] شهرت داده. مثنوی جنگ شاه عباس با اسلم‌خان اوزبک بـسیار خـوب گفتـه. و اقـوال

---

۱. ص: دلگرمی. ۲. ص: سفید. ۳. ص: سفید. ۴. ص: ـ علیه الرحمة.
۵. س: در صفاهان به فضایل و کمالات آراسته. ۶. ص: ـ آورده.

دوازده امام را جمع نموده، کتاب رنگین تألیف ساخته،[1] *ابواب الجنان* نام گذاشته.[2] قطعه در حمد آن گفته:

– عطا کرده از گنج انعام خویش / به دل یاد خویش و به لب نام خویش
– نفس در میان شد چنان بی‌سکون / که یک پا درون است و یک پا برون
– عرق ناکرده پاک از محفل ما شد نگار ما / درین گلشن سبک‌تر خاست از شبنم بهار ما
– گشت یک شب در میان سرو[3] سهی‌بالای ما / کربلایی شد لباس تیره‌بختی‌های ما
– به زمین برد فرو خجلت محتاجانم / بی‌زری کرد به ما[4] آنچه به زر قارون کرد
– باز دارد راحت دنیا ترا از بندگی / از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل[5] است
– شبی بر ما اسیران نگذرد بی‌روی چون ماهش / که از چشم سفید عاشقان نبود سحرگاهش
ز آتش پارهٔ خود گرمیی وامی کشم[6] امشب / چو اشک شمع در هر گام می‌گیرم[7] سر راهش
– دلم مجنون و لیلی[8] آن نگاه عشوه‌ساز او / طناب خیمهٔ لیلی‌ست مژگان دراز او
– نماید خاک را هردم به انگشت عصا پیری / که امروز است یا فردا که خواهد[9] بود جا اینجا
– از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم / کوه گر باشی تو، ما سیلیم، و گر خاکی، نمیم
همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار / گر به صورت دور از یاران، به معنی همدمیم
– چنان زشتم[10] که ترسم چشم رحمت[11] بنگرد سویم / مگر فردا کشد رنگ خجالت پرده بر رویم
نمی‌دانم ز حیرت، یار کی برخاست از مجلس / طپیدن‌های دل هر چند دستی زد به پهلویم
– به درد عشق کاهیدن ز کافرنعمتی باشد / چو چین جبهه می‌باید ز غم بر خویش بالیدن
– چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض‌خواه / می‌رود از دیدن خورشید رنگ از روی ماه
– به پیری از چه رو می‌افکنی کار جوانی را / نمی‌دانی که سلخی هست ماه زندگانی را
کسی کز بار پیری حلقه شد قدّ چو شمشادش / سراپا چشم گردیدست و می‌جوید جوانی را
در آفت‌خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن / زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را
– قد چون خمیده، جمله حواست زبون شود / لشکر شود شکسته، علم چون نگون شود

---

۱. ص: کتاب مسجّع و رنگی نوشته. ۲. ص: نهاده. ۳. د: وصل.
۴. ص: من. ۵. د: مهمل. ۶. د: دامن کشم. ۷. د: شب گیرم.
۸. ص: محبوب لیلی. ۹. ص: خواهم. ۱۰. د: ریشم. ۱۱. د: زخمت.

– منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان
چون باز، بهر صید بُوَد چشم بستنم

– بر نگشتیم[۱] از جهان، زانسان که رو واپس کنیم[۲]
مرد نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما

– به خون‌ریزی همانا داده فرمان[۳] چشم جادو را
که از مژگان نهد انگشت هر دم تیغ ابرو را

محبت طرفه صحرایی است کز غیرت در[۴] آن وادی
گریبان چاک نتوان دید نقش پای آهو را

– نقطهٔ جیم[۵] جمال آن غنچهٔ خندان اوست[۶]
مستزاد مصرع ابرو صف مژگان اوست[۷]

حسن بیگ واثق

فکر عالی داشت، در معنی‌یابی استاد بوده. در اوایل جلوس‌والا،[۸] منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت. یک دو مرتبه، فقیر را با وی اتّفاق صحبت افتاده. یک بیت مرا به خطّ من در *بیاض* خود نویسانیده بُرد. گفت که: تحفه که از هند می‌برم، همین شعر است:

پوشیده ته خرقهٔ پشمینه کشم می
چون ابر بُوَد آب نهان در نمد من

از اشعار اوست:[۹]

– راست بودن با کج‌اندیشان بلاست
عکس سرو از آب مواّج[۱۰] اژدهاست

– با نگین کنده همگامیم در افشای راز
می‌توان فهمید حال دل ز نقش پا مرا

– آیینه‌ایست بر سر راه عدم وجود
هرکس رسید، کرد نگاهی و درگذشت

– کوه و صحرا همه یک[۱۱] لعل بدخشانی شد
رنگ گل بس که ز شوق تو بیابانی شد

– حیرت‌گداز آن مژهٔ سرمه‌سای را
آمدشدِ نگاه، شمار نَفَس بُوَد[۱۲]

– دُرد حرف و[۱۳] صاف خاموشیست، لب خاموش دار!
این سخن از طوطی و از عکس طوطی، گوش دار!

– جز نام تو بر زبان نمی‌گردد فاش[۱۴]
صد بار زبان اگر بگردانم من[۱۵]

---

۱. د، ص: برنگشتم.
۲. د، ص: کنم.
۳. ص: الفت.
۴. د: – در.
۵. د: چشم.
۶. ص: او.
۷. ص: او.
۸. ل: عالمگیری.
۹. ص: من اشعار آبدار حسن بیگ.
۱۰. ص: دریا.
۱۱. ص: چون.
۱۲. ص: شود.
۱۳. د: – در.
۱۴. ص: ـ فاش.
۱۵. ص: ـ من.

– ای جوان در قامت خم‌گشتهٔ پیران نگر — رفته رفته زندگی بارگرانی می‌شود
– پیر شدی «واثق»! و ز کبر نرستی — کوه به زیر[1] آمد و پلنگ نیامد

شیخ عبدالواحد

از بزرگان نقشبند[یه]...[2] اوصاف حمیده دارد. بسیار خوش‌خلق و صاحب کمالات است. «وحدت» تخلّص می‌کند. کلامش به کلام قدما می‌نماید:

– چون رُخش مطلع صحیح کجاست؟ — چون خطش مصرع فصیح کجاست؟
بوالهوس! این همه تفحّص چیست — نسخهٔ عافیت صحیح کجاست؟
– به زیر ابروش خال خوش‌انداز — به رنگ ابن‌حاجب نکته‌پرداز
– درون کعبه دم از کعبتین بی‌ادبی است — .... بازیچهٔ دویی بگذار[3]

میان محمّداخلاص وامق‌تخلّص

نومسلم. در صغر سن، صحبت حقایق‌آگاه، شیخ محمّد مسلم درویش دریافته، کسب کمال می‌کرد و توفیق اسلام یافت. مدتی از معارف‌پناه، اسلام خود را پوشیده می‌داشت. پدرش که قانون‌گوی کلانور بود، خبر یافته قصد هلاکش کرد. از آنجا گریخته به خدمت مولوی عبدالله، خلف مولوی عبدالحکیم سیالکوتی رفت. به رفاقت ایشان در سنهٔ بیست و دویم جلوس والا به حضور پرنور آمده، احراز ملازمت نموده، به تلقین بادشاه دین‌پناه، شرف اسلام دریافت. در علوم ظاهری و انشاپردازی نظیر ندارد. گاهی به تقریبی، مصرعی نیز موزون می‌کند. این چند بیت از زاده‌های طبع اوست:

– محتسب! می‌کشی از دست تو مشکل شده است — شیشهٔ می‌به بغل آبلهٔ دل شده است
– از طپش آسودن دل، شاهد مرگ دل است — نبض از جنبش چو آساید، رگ خواب فناست
– بی‌تو می‌ریزد نمک در ساغر من ماهتاب — گرد کلفت می‌شود بر بستر من ماهتاب
می‌رسی ظالم به فریادم اگر، وقت است وقت — می‌زند ورنه شبیخون بر سر من ماهتاب

---

۱. ص: به سر. ۲. ناخوانا در «س».
۳. مصرع در «س» ناخواناست. شرح حال «وحدت» در «د»، «ص»، «ل» و «م» نیست.

درویش واله

به[۱] طرف بنگاله به سر می‌بُرد. صاحب معنی بوده. یک بیت او برابر لک بیت توان گفت. تحریر می‌یابد:

آسمان گو خلعت منّت مپوشـان بـر تـنم — زانکه همچون نغمه تاری بس بُوَد پیراهنم

فقیر در جوابش مطلعی رسانده:[۲]

زیـر بـار خلعـت منّـت کجـا باشـد تـنم — چون حباب است آبروی خویشتن پیراهنم

ملّا ولی

از حقیقتش کماهی اطّلاعی نیست. دو بیت از او به دست آمده:[۳]

درمانده به احوال خودم ایـن چـه حجـاب[۴] اسـت — فـارغ بگـذر، طاقـت نظّـاره کـه دارد؟

تهمـت‌زده‌ام کـرد بـه عـشق دگـری، کـاش[۵] — پرسند که غیر از تو به عـالم دگـری هـست

عبدالواحد وحشت

جوانی است از تهانیسر. نو[۶] به فکر درآمده. تلاش لفظهـای شـوخ و اسـتعارات بلنـد[۷] دارد.

– چشم را خـالی کـن از دیـدن، تماشـا نـازک اسـت — آرزو در سینه بشکن، جلـوه‌آرا نـازک اسـت

صـد بیابـان نالـه‌پـرداز خموشـی گـشته‌ام — سرمه می‌داند که فریـاد دل مـا نـازک اسـت

شـوخ‌چـشمی قابـل کیفیـت دیـدار نیـست — شیشه از حیرانی دل کن که صهبا نازک استج

– بس‌که از یاد تو حیرانـی قیامـت‌شـور بـود — جـوهر آیینـه، فریـادِ دلِ رنجـور بـود

در بیابانی که چـشم بـی‌خـودی وا کـرده‌ایـم — هـر کـف خـاکی، تجلّـی‌خانـهٔ منـصور بـود

خان و مان پردازی وحشت تماشـا کـرده‌ایـم — صـد بیابـان عـالم از ویرانـهٔ[۸] مـن دور بـود

---

۱. د: – به. ۲. ص: + نگاشته می‌آید. ۳. ص: افتاده. ۴. د، ص: محال.
۵. د، ص: دگر ای کاش. ۶. ص: او. ۷. ص: + بسیار و دلچسب.
۸. س، د، ص: پروانه، ل: ویرانی.

محمّدعاشق همّت

جوانِ صاحب طبع خوش‌خیال است. فکرهای بلند[1] دارد. این شعرها از زاده‌های طبع اوست:[2]

- کی جدا حُسن از خیال عاشق دل‌تنگ بود / آتشی بود آن پری تا شیشهٔ ما سنگ بود
- در انتظار او نگهم خون شد و چکید / چشمم جدا ز دوست، گلوی بریده است
- بیا هنوز غمم از خمار حسرت[3] نیست[4] / به جام آینه ته‌جرعهٔ نَفَس باقی است

همّت خان

خلف اسلام‌خان والاشاهی از امرای عمده بود. طبعی مثل همّت خود بلند داشت. گاه گاهی، فکر مصرعی می‌کرد:

- من چه گویم که چه مقدار به دل نزدیکی / چشم بد دور، که بسیار به دل نزدیکی
- بجز خاری که مجنون داشت در دل / بیابان جنون خاری ندارد[5]

۱. ص: تازه. ۲. ص: ازوست. ۳. س، د: حیرت. ۴. س، د: تست.
۵. د، ص: ـ همّت‌خان... ندارد.

محمّد هاشم

پدرزن فقیر سرخوش.[1] مرد صاحب‌کمال بود. هفت قلم می‌نوشت. طالب علمی نیز داشت.[2] گاهی فکر رباعی می‌کرد:[3]

رو فقرگزین که فقر بهتر ز غنا — کان سایه کند در آفتاب فردا

دولت ندهد نجات زآتش چون فقر — خسخانه به از قصر بُوَد در گرما

میریحیی کاشی

از شعرای پایتخت و روشناس شاه‌جهان[4] بادشاه بود. تاریخِ آبادی شاه‌جهان‌آباد بسیار خوب گفته:

«شد شاه‌جهان‌آباد، از شاه‌جهان‌آباد»

پنجهزار روپیه صله یافت. از پیشگاه خلافت، حکم نظم کردن *بادشاه‌نامه*[5] نیز به وی شده بود. داستانی موزون کرده گذرانید. در آن بسته بود:

سر راجپوتان جگت سنگه بود — که بر شیشهٔ نه فلک سنگ بود

محمّدعلی ماهر، هر چند گفت که: سِنگه و سَنگ قافیه نمی‌شود، گفت: ما مُغلیم، معذوریم. بادشاه فرمود که: از قافیه خبر ندارد و دیگر در آن رزم، راجپوتان بسیار بودند، جگت سنگه درچه شمار بود که آن را سر راجپوتان گفته. آخر به همین بیت از نظر افتاد. ازوست:

– حرف تو می‌برد ز دل، ذوق می‌شبانه را — لب بگشا و باز کن، قفل شرابخانه را

– خرّمی در خاک غربت نیست، من همچون نهال — مشت خاکی از وطن ای کاش برمی‌داشتم

– این هوس‌ها از وجود دل تولّد می‌کند — مرد تا در سینه دارد دل، زنِ آبستن است

و این بیت با تاریخ وفاتش بر لوح مزار او نوشته‌اند:

ای که از دشواری راه فنا ترسی، مترس! — بس که آسان است این ره، می‌توان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش این است:

«احیای سخن چو کرد یحیی جان داد»

---

۱. د، ص: ـ سرخوش.
۲. د، ص: ـ طالب... داشت.
۳. د، ص: گاهی فکر شعر داشت.
۴. د، ص: ـ شاهجهان.
۵. د، ص: شاه‌نامه.

[خاتمه]

دیگر شاعری که سر حرف تخلّصش «یا» باشد، یافته نشد، ناچار به همین ختم تذکره نموده آید. اگرچه شعرای نامدار در[1] عالم بسیارند و سخنوران بی‌حد و بی‌شمار، امّا فقیر بر احوال همین عزیزان اطلاع داشته.

و این اشعار که از هر یک نوشته،[2] انتخاب نمودهٔ میرمعزّ موسوی‌خان سخندان است. از سفینه‌ای که *گلشن فطرت* نام داشت، نقل کرده شد.[3] و بعضی، انتخاب‌زدهٔ[4] میرمحمّد زمان راسخ و محمّدعلی ماهر، که بر سخن‌فهمی ایشان، همه را اتّفاق است، تحریر یافته.

هر انتخاب، چون پنجه‌ای است، امّا پنجهٔ ید بیضا. اگر یکی از آن کم کنی، عیب است و اگر برآن بیفزایی، حماقت.[5] و این نمی‌گویم که این اعزّه را سوای این اشعار، منتخب دیگر نیست،[6] به فقیر از وساطت میرمعزّ و غیره همین قدر رسیده.

خاتمهٔ تذکره، گلدسته‌ای است از گلزار معانی رنگین، و مجموعه‌ای است از ابکار افکار دلنشین. نظمش بر نظم ثریّا تفوّق‌جوست و نثرش بر نثر گلستان سخن‌گو. حقّا که اگر به چشم تأمّل نظر کنند، بعد از گلستان، این نسخه بر روی کار آمده و آن به سبب

---

۱. د، ص: شعرا در.　۲. د، ص: + شد.　۳. د، ص: از سفینهٔ او نقل گرفته شد.

۴. د، ص: ــ زدهٔ.　۵. د، ص: ــ و اگر بر آن بیفزایی، حماقت.　۶. ص: منتخب ندارند.

شیرینی، نصیب طفلان گشته، و این به حسب رنگینی، مقبول جوانان گردیده. هرکه این مجموعه را بر صفحهٔ دل و بیاض دیده نگارد، پروای هیچ جُنگ و سفینه ندارد.

سزد این نسخه را گر بر نویسند   به برگ گل بـه آب زر نویسند

از وقتی که به تسوید این نسخهٔ غریبه پرداخته، چهار پنج مسوّده بـه دسـت خـود نگاشته و مرتّب ساخته‌ام. هر مسوّده را یاران از غایت شوق، بی‌رُفت و روب نظر ثانی، دستْ به دستْ نقل گرفته جابه‌جا شهرت کرده. اگرچـه مقـصود حاصـلْ همـین[۱] یکـی است، امّا در اکثر عبارات، تغییر و تبدیل راه یافته و اشعار بعضی اعزّهٔ دیگر داخل شـد. قصّه کوتاه، که این نسخه، ناسخ[۲] جمیع مسودّه‌هاست. هرکه سابق دارد بشوید و ایـن را به جان برابر دارد. و از کاتب این نسخه التماس آنکه به نوعی که فقیر، نظـم را نظـم و نثر را نثر نوشته، همین قسم سطر موافق سطر برنگارد و دست از تصرّفات خـود کوتـه دارد. والسّلام.

تاریخ چند[۳] که صاحب‌طبعان از آیات قرآنی استخراج کرده، کمی و زیادتی آن را به تعمیه درست ساخته‌اند[۴] و بعضی تاریخ[۵] وقوعی و نادر که به گوش خورده و خود نیـز گفته،[۶] قلمی می‌گردد.

تاریخ فتح روم که امیرتیمور صاحب قران[۷] کرده، یافته‌انـد: **غُلِبَتِ الـرُّومُ * فِـی اَدْنَـی الاَرْض** .[۸] شاه‌جهان، ثانی صاحب‌قران، شنیده، بسکه پسندیدند[۹]، فرمود که: کتب سـیر و تواریخْ تحقیق نمایند که در سنهٔ هشتصد که عدد «ضاد» اسـت، ایـن فـتح رو نمـوده؟[۱۰] چون وارسیدند،[۱۱] ظاهر شد که در سنهٔ[۱۲] هشتصد و پنج به وقوع آمده. بادشاه فرمود که: تفاوت پنج سال بسیار است. افضل‌خان، وزیر اعظـم، بـه عـرض رسـانید کـه: «ضـاد» ملفوظی بگیرند، فن تعمیه است، مضایقه ندارد.

۱. د: همه.   ۲. د: نسخهٔ نانسخهٔ.   ۳. ص: ـ خاتمهٔ تذکره... تاریخ چند.
۴. ص: کمی و زیادتی بعضی را به تعمیه دُرست کرده‌اند.   ۵. ص: تاریخات.
۶. ص: ـ و خود نیز گفته.   ۷. ص: ـ صاحب‌قران.   ۸. روم/ ۲–۳.
۹. ص: شاه جهان بادشاه، خوش کرده.
۱۰. ص: از کتب تحقیق کنید که در هشتصد که عدد «ضاد» است، واقع شده.
۱۱. ص: دیدند.   ۱۲. ص: ـ سنهٔ.

تاریخ جلوس شاه عالمگیر، میرعبدالرّشید صاحب *فرهنگ رشیدی* **أَطِيعُوا اللهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ و أُولِى الأَمْرِ مِنْكُمْ** [1] یافته.

تاریخ فتح بیجاپور که شاه عالمگیر کرده، قابل‌خان، خلف میرزاکاظم منشی، به تعمیه یافته:[2] **أَخْرَجنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَ عُيُونٍ * وَ كُنُوزٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ** .[3] یعنی، حرف «هـم» را بـرآورده، حساب کنند.[4]

تاریخ گریختن سیوا مقهور از پیشگاه حضور پرنور،[5] حافظ هدایت‌الله **اِنَّ شانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَر** [6] یافته.[7]

تاریخ حفظ قرآن نمودن[8] شاه عالمگیر **سَنُقْرِئُکَ فَلاتَنْسى** [9] یافته‌اند.

تاریخ جلوس معظّم‌شاه عالم بهادر، شیخ فضل‌الله درویش گفته، در وقت رسیدن به لاهور فرستاد: «الله». بادشاه، دست به دعا برداشت.[10]

تاریخ حمامی در ولایت[11] **اِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطهَّرُوا** [12] یافته‌اند.

تاریخ فوت شیخ حاتم سنبهلی **عِنْدَ مَلِيْکٍ مُقْتَدِرٍ** [13] یافته‌اند.

تاریخ فوت[14] شیخ عبدالواحد، که از خلفـای شـیخ سـلیم چـشتی بـود، «کـانَ مِـنَ الْمُخْلصينَ» یافته‌اند.

فقیر سرخوش، تاریخ والدهٔ خود **فِیْ جَنَّةٍ عالِيَةٍ** [15] یافته‌اند.[16]

تاریخ فوت عزیزی «دَخَلَ الجَنَّة بِلاحِسابٍ» یافته‌اند.

تاریخ فوت نوّاب زیب‌النساء بیگم میرزا خلیل، ابن میرزا امان‌الله: **وَادْخُلِى جَنَّتِى** [17] یافته‌اند.

تاریخ فوت جهان‌زیب بانو اعظم شاه عالیجاه، از دو آیهٔ قرآن مجید، آقا محمّد ناجی برآورده: **وَ كَذلِکَ يُحْيِيَ الله المَوْتى** [18] و **وَقَرَّبْناهُ نجِيّاً** .[19]

---

۱. نساء/ ۵۹.
۲. ص: تاریخ بیجاپور که شاه عالمگیر فتح نموده، عزیزی به تعمیه ادا نموده.
۳. شعرا/ ۵۷–۵۸.
۴. ص: حساب باید کرد.
۵. ص: ـ گریختن سیوا از حضور.
۶. د، ص: – حافظ هدایت‌الله.
۷. ص: ـ یافته.
۸. ص: تاریخ حفظ قرآن مجید.
۹. اعلی/ ۶.
۱۰. ص، ل: ـ تاریخ جلوس... برداشت.
۱۱. ص: ـ در ولایت.
۱۲. مائده/ ۶.
۱۳. قمر/ ۵۴.
۱۴. ص: ـ فوت.
۱۵. حاقة / ۲۲.
۱۶. ص: ـ فقیر سرخوش... یافته.
۱۷. فجر/ ۲۹.
۱۸. بقره/ ۷۳.
۱۹. مریم / ۵۲.

تاریخ مسجدی **فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَالمَسْجِدِالحَرام**[۱] یافته.

تاریخ جلوس شاه طهماسب صفوی از قول شاه ولایت برآورده‌اند، که فرمود: «لِکلِّ قَوْمٍ دَوْلَةٌ وَ دَوْلَتُنا فِی آخرالزّمان». به اعتقاد اهل تشیّع، اشاره به ظهور صاحب‌الامر است که نهصد و سی عددش باشد، تاریخ جلوس او می‌شود.

تاریخ شاه عبّاس، «ظلّ الله» و «مروّج مذهب» و «عبّاس بهادرخان» یافته‌اند.[۲]

تاریخ جلوس شاه طهماسب،[۳] اهل توران، «مذهب ناحَقّ» یافته‌اند. ایرانیان شنیده،[۴] «مذهبنا حقّ»[۵] دُرست کردند.[۶]

تاریخ فارسیِ تاریخ اکبرشاه:[۷]

«الف کشید ملائک ز فوت اکبرشاه»

تاریخ فتح بلخ و گریختن[۸] ندر محمّدخان، والی توران، نصیرا یافته، بسیار مستحسن افتاد:[۹]

والیِ توران برآر از ملک توران، بعد ازین[۱۰] ثانی صاحب‌قران بنشان[۱۱] بجایش کن حساب

تاریخ قتل ابوالفضل به اشارهٔ جهانگیر شاه، «تیغ اعجاز رسول‌الله سر باغی برید» یافته‌اند.[۱۲]

تاریخ فوت حافظ رخنه، بانی باغ نولکهه:[۱۳] «باغ را رخنه شد و آب نماند» یافته‌اند.

وقتی که شاه عباس، نهر آب به روضهٔ منوّرهٔ رضویّه آورد، حاتم بیگ اعتمادالدوله، تاریخ یافت: «آب آمد بروضه داخل شد».

در همان ایّام، میر محمّدباقر داماد[۱۴]، تصنیفی کرده بود[۱۵] *خلسهٔ ملکوتیه* نام نهاده، به اعتمادالدوله تکلیف کرد که تاریخ برآن آن بگوید.[۱۶] پرسید که: تصنیف شما در چه

---

۱. بقره/ ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۵۰.
۲. ص: ـ تاریخ فوت نوّاب زیب‌النساء بیگم... یافته‌اند.
۳. ص: + صفوی را.
۴. ص: ـ شنیده.
۵. ص: مذهب حق.
۶. ص: + تاریخ‌های تعمیهٔ فارسی.
۷. ص: تاریخ فوت اکبرشاه.
۸. ص: فتح و گریختن.
۹. ص: نصرا خوب یافته.
۱۰. د: از این.
۱۱. ص: بستان.
۱۲. ص: ـ یافته‌اند.
۱۳. ص: + که بانی باغ سهرند است.
۱۴. د: دانا.
۱۵. ص: ـ بود.
۱۶. ص: تکلیف تاریخ آن کرد.

علوم است؟ گفت: در کلّ علوم. اعتمادالدوله بدیهه[۱] گفت: «کلّ علوم از خلسهٔ ملکوتیّه بیرون رود»، تاریخ است، چون حساب کردند، دُرست بود.

تاریخ فتح بیجاپور و حیدرآباد که شاه عالمگیر به تسخیر درآورده، محمّدعلی جواهرکن[۲] «علم» تخلّص، تعمیه یافته:[۳] «زروی فضل، بیجاپور شد فتح».

تاریخ فتح حیدرآباد:[۴]

مدد جو از علی، آنگاه بر گو: «مبارکباد فتح حیدرآباد»

تاریخ فوت حافظ داود مُغنّی که در ولایت بود،[۵] «از نغمهٔ داود برون شد آهنگ» یافته‌اند.[۶]

لطیف نام بزرگی،[۷] حوض ساخته، تاریخ: «از حوض لطیف آب بردار» یافته اند.

حسین نام عزیزی،[۸] حوض ساخته، تاریخ: «دم آبی بخور بیاد حسین» یافتند. یکی تصرّف کرد. که: دم آبی گفتن خسّت است، «جام آبی بخور بیاد حسین» دُرست کرد.

تاریخ‌های وقوعی[۹] که به سمع فقیر رسیده:

تاریخ فتح گجرات، خان‌خانان «رحیم» تخلّص، به چهار زبان ادا نموده، سحر حلال که گفته‌اند، همین است:[۱۰]

عربی: «یوم الاحد ثانی ربیع‌الاوّل»

ترکی: «بر[۱۱] شنبه یکی دویم[۱۲] ربیع‌الاوّل»

فارسی: «روز یکشنبه دوم[۱۳] ربیع‌الاولی»[۱۴]

هندی: «اتوار[۱۵] ربیع‌الاول کی دوجی»

تاریخ تولّد بابر بادشاه، «شش محرم» یافتند. شش در حساب عدد «خ»[۱۶] است و[۱۷] «خ»[۱۸] سر[۱۹] تاریخ است.

---

۱. ص: ـ اعتمادالدوله بدیهه. ۲. ص: ـ کن. ۳. ص: تاریخ یافته.
۴. ص: تاریخ حیدرآباد این است. ۵. ص: تاریخ حافظ داود مغنّی. ۶. س: یافته‌اند.
۷. ص: شخصی. ۸. ص: شخصی. ۹. ص: ـ وقوعی.
۱۰. ص: تاریخ فتح گجرات که نواب خان‌خانان در چهار زبان یافته، اعجاز است.
۱۱. ص: بیر. ۱۲. ص: ـ دویم. ۱۳. ص: دویم.
۱۴. ص: الاول. ۱۵. ص: اطوار. ۱۶. ص: خیر، ل: خبر.
۱۷. ص: + عدد. ۱۸. ص: خیر، ل: خبر. ۱۹. ص، ل: نیز.

تاریخ فوت شاه طهماسب و جلوس شاه عباس: «دوازده امام گفت،[۱] بنشست» و «دوازده امام گفت[۲]، برخاست».

تاریخ جلوس شاه عالمگیر، ملّا شاه، «ظلّ الحق» یافته.

تاریخ تولّد بادشاه عالمگیر، «آفتاب عالمتاب» یافته‌اند.

تاریخ جلوس شاه جهان: «شاه جهان باشد شاهجهان».

تاریخ فوت جهانگیر بادشاه[۳]: «جهانگیر از جهان رفت».[۴]

تاریخ فوت شاهجهان: «ز عالم سفر کرد شاه جهان».[۵]

تاریخ فوت زمانه بیگ مهابت‌خان، «زمانه آرام گرفت» یافته‌اند. عجب تاریخ است، مشتمل بر مدح و ذم، زیرا که خان مومی الیه[۶] مشهور به شرارت و قهّاری[۷] بود.

تاریخ کشته شدن ملک عنبر: «سرغلام پُر از که کن و حساب طلب»[۸]

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی، خوشگاه فقیر سرخوش[۹] است. تاریخ مشایخ[۱۰] به از این متعذّر است که[۱۱] اتّفاق می‌افتد:

مغیث ملّت و دین، شیخ اسلام آنکه در قربت	ز شبلی و جنید ار بازپُرسی گویمش ثانی
ربود از عرصهٔ دنیا و دین گوی کمالیّت	ز درویشان به درویشی، ز سلطانان به سلطانی
فنا از[۱۲] خود، بقا با حق، بود معلوم درویشان	از آن شد سال تاریخش: «بحق باقی، زخود فانی»

تاریخ فوت همایون بادشاه، «همایون بادشاه از بام افتاد» مشهور است.

روزی که اکبر بادشاه با شاهزاده سلیم، که جهانگیر باشد، مهمان شد به خانهٔ عزیز کوکه، «مهمان عزیزاند شه و شهزاده» تاریخ یافتند.

تاریخ فوت زن فدایی‌خان:[۱۳] «زن فدایی‌خان مرد». در[۱۴] هندی: «فدای خان کی جورو موئی» یافته‌اند. از جمله نوادر است.[۱۵]

---

۱. د، ص: + و.
۲. د، ص: + و.
۳. ص: شاه.
۴. ص: + یافته‌اند.
۵. ص: + یافته‌اند.
۶. ص: مهابتخان.
۷. ص: غرور.
۸. ص: ـ تاریخ کشته‌شدن... حساب طلب.
۹. ص: ـ سرخوش.
۱۰. ص: ـ تاریخ مشایخ.
۱۱. ص: کم.
۱۲. ص: در.
۱۳. ص: + جهانگیری.
۱۴. ص: به زبان.
۱۵. ص: ـ یافته‌اند از جمله نوادر است.

تاریخ رحلت زن جعفرخان دیوان اعلی، میرمعزّ به زبان هندی یافته:[۱] «جعفرخان کی جوموئی».

رسول‌خان روزبهانی در راه عیدگاه کشمیر، پلی بسته، تاریخ «بره دین رسول پل بسته» یافته‌اند.

پل مهربان آغا: «بسته از راه مهربانی پل».[۲]

تاریخ مسجد[۳] عیدگاه[۴]: «کرد بنا عیدگاه شاه جهان بادشاه»

تاریخ چند که فقیر یافته:[۵]

چهارکس از آشنایان فقیر[۶] در یک‌سال، وفات کردند،[۷] از نام هرچهار، تاریخ برآورده: «وای از دلکام و طاس فولاد و سیدی یار محمد و عبدالواحد»

تاریخ تولّد[۸] رکن‌الدین، پسر قطب‌الدین مایل «رکن‌الدین محمّد بن قطب‌الدین محمّد فی امان الله».[۹]

تاریخ تولّد پسر خود: «کمال[۱۰] محمّد افضل» یافته‌ام.[۱۱]

تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته‌ام:

از لطف عمیم ایزد[۱۲] عزّوجلّ   چون گشت عمارتم همه مستکمل[۱۳]
تاریخ[۱۴] بنای خانهٔ سابق و حال   این «مسکن افضل» آن «مقام افضل».

تاریخ تولد اسکندر شاه[۱۵] پسر اعظم شاه[۱۶] «وارث سکندر آمد» یافته‌ام.[۱۷]

تاریخ کتخدایی[۱۸] شاهزاده اکبر، «قران سعد اکبر شد بناهید» یافته‌ام.[۱۹]

---

۱. ص: میرمعزّ یافته برای فوت جعفرخان دیوان اعلی.
۲. د، ص، ل: ـ پل مهر آبان... پل.
۳. د، ص: ـ مسجد.
۴. ص: + که شاه جهان ساخته.
۵. ص: چند تاریخ وقوعی که فقیر سرخوش یافته.
۶. ص: ـ فقیر.
۷. ص: فوت شدند.
۸. س، د: ـ تولّد.
۹. ص: تاریخ تولّد پسر مرزا قطب‌الدین بن امان الله ثانی (م، ل: باقی) یافته.
۱۰. د، ص: اکمل.
۱۱. ص: یافته.
۱۲. ص: واجب.
۱۳. د، ص: همیشه مشکل؟
۱۴. ص: شد سال.
۱۵. ص: شان.
۱۶. ص: + عالیجاه، فقیر سرخوش.
۱۷. ص: یافته.
۱۸. د: کدخدایی.
۱۹. ص: یافت.

تاریخ مسجد زیب‌النساء بیگم که در کشمیر ساخته، گفته‌ام:[۱] «کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب‌النسا»

تاریخ گریختن رانا[۲]: ندا آمد که «کافر از میان رفت»[۳]

تاریخ مسجد خود را که در دارالخلافه پیش دروازهٔ خود ساخته‌ام: [۴]

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جلّ — آراسته این مسجد پر زیب و حُلل

اندیشه ز طبع، سال اتمامش خواست — دل گفت که: «مسجد محمّد افضل»

تاریخ فوت[۵] شیخ سلیمان:

شد شیخ[۶] سلیمان به سوی دارِبقا — وارست ز قید هستیِ بی سروپا[۷]

هم «شیخ سلیمان» شده تاریخ وفات — پیمانهٔ عمر بود نامش گویا[۸]

تاریخ مشرفی عدالت[۹] به فقیر شده بود، «اشراف عدالت» یافته‌ام.

تاریخ تولّد[۱۰] برادرزادهٔ خود که، اسداللّه نام دارد،[۱۱] از معنی‌اش که «شیرخدا»ست، برآورده‌ام.[۱۲]

شبی فقیر در خواب می‌بیند که شخصی می‌گوید که: تاریخ فوت محمّدعلی‌خان میرسامان شاه عالمگیر بگو. من می‌گویم:[۱۳] مرا چه مطلب که در فکر بیهوده افتم؟[۱۴] می‌گوید: مرد نیک بود، البته بگو. چون من بیدار می‌شوم و حساب می‌کنم، تاریخ «محمّد علیخان بمرد» تاریخ بی‌کم و زیاد است. [۱۵]

رباعیّات اتّفاقی:[۱۶]

– از غیر بریست ذات یزدان صمد — بگذار دویی و قل «هو الله احد»[۱۷]

سررشتهٔ وحدت مکن از کثرت گم — چون هست یکی «وجود» و «واحد» به عدد

---

۱. ص: یافته‌ام. ۲. ص: راجه. ۳. ص: + یافته‌ام. ۴. ص: + را که... ساخته‌ام.
۵. د: تاریخ فوت ... گویا. ۶. ص: ـ شد شیخ. ۷. ص: بی‌پروا.
۸. س: ـ تاریخ فوت شیخ سلیمان... کویا. ۹. د: + که. ۱۰. س، د: ـ تاریخ تولد.
۱۱. ص: داشت. ۱۲. ص: شیر خدا یافته شد. ۱۳. ص: فقیر می‌گوید.
۱۴. ص: در فکر بیهوده، وقت ضایع کنم. ۱۵. ص: بی‌کم و کاست برآمد.
۱۶. ص: رباعیات سرخوش. ۱۷. ص: بگذر زدوئی، بگوی الله احد.

– سرخوش! اگرت نشئهٔ هوش و خرد است بشتاب به راهی که پیمبر بلد است

– بر ذات رسول، رهنمایی شد[1] ختم زان رو که «رسول» و[2] «رهنما» هم[3] عدد است[4]

– دین احمد رساند بی شبهه و شک[5] از تقویت شیر خدا[6] شد[7] به فلک[8]

– سرخوش به دلم درست[9] آمد به حساب تعداد علی [ابن ابی‌طالب یک[10]]

– بر حسب موافقت[11] چو کردیم نظر آمد به عدد نیز موافق یکسر

تلخی و غم و[12] یاس و هوس، سهو و حساب عامی، اعمی، عشق، و مهر و مادر[13]

– سرخوش! عجب این دگر[14] که از روی حساب افتاد به تعداد موافق، دریاب!

شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و می قرب و شب و سبز و هندی و راحت و خواب

– سرخوش! عجب این که زاتّفاق بیحد افتاد موافق به حساب ابجد

ناز[15] و محبوب و عاشقی و آفت بی‌عقل و دراز و فتنه و کوته قد

تمت. تمام شد.

مقابله نموده شد ماه شعبان سنهٔ یکهزار و یکصد و بیست هجر[ة]النبوی سنة[16] المعظم. **مرزا فتح‌اللّه اصفهانی**

---

۱. ص: شده. ۲. ص: ـ و. ۳. ل: یک. ۴. ص: + تاریخ.

۵ . ص، م: اسلام به صید کفر بی‌شبهه و شک. ۶. ص: خدای.

۷. س: سر. ۸. ل: تبرک؛ م: شیرک. ۹. ص، ل: با اوّل من آمن.

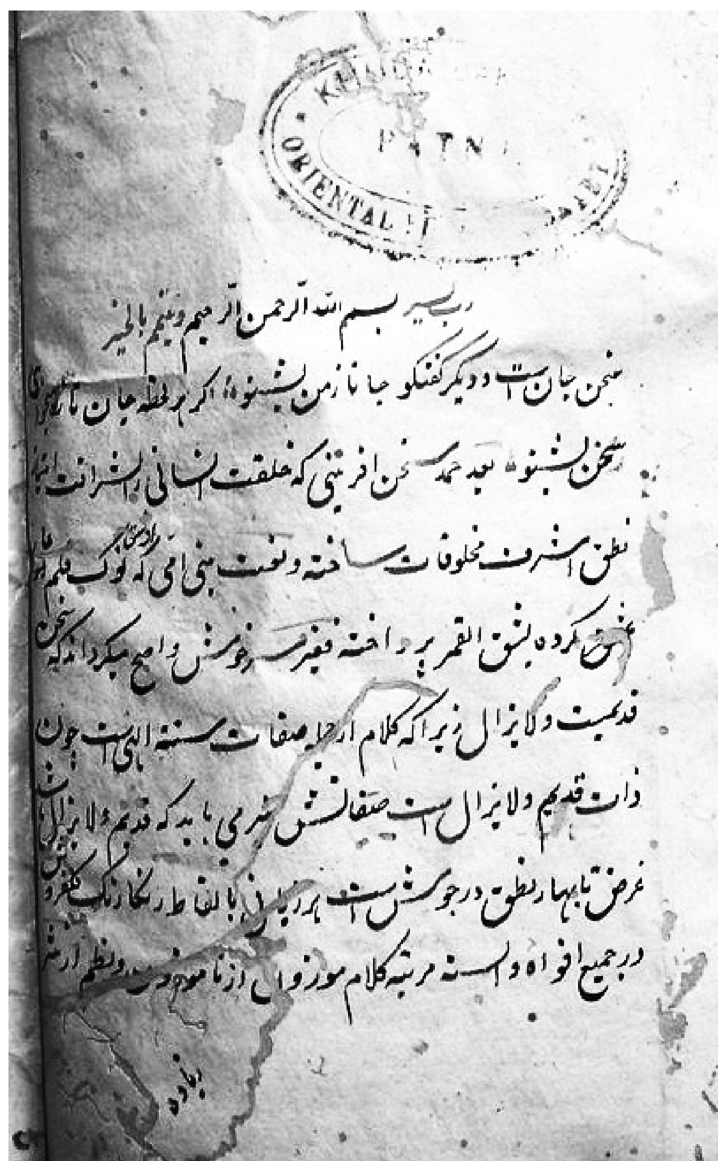
۱۰. افزوده از ص و ل. در «س» ناخوانا. د: تعداد علی و ابن ابوطالب یک.

۱۱. ص، ل: مناسبت. ۱۲. ص: ـ غم و.

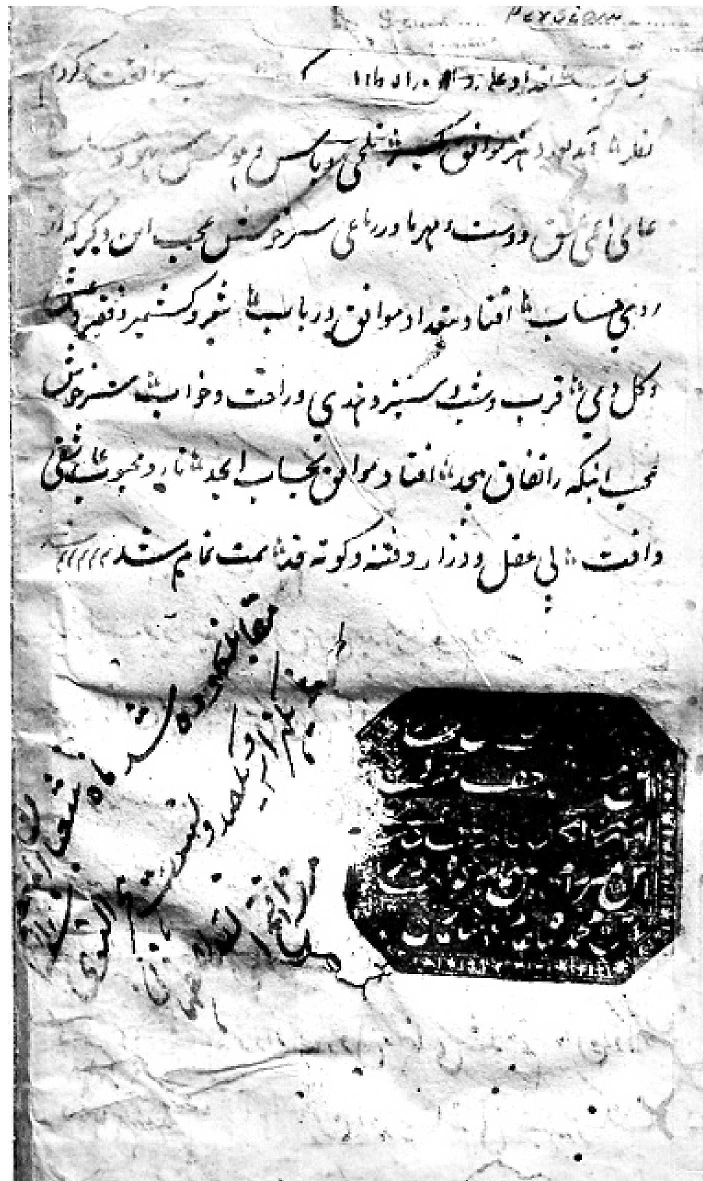
۱۳. ص: با عشق دو است مهر مادر و پدر؟ ل: عامی اعمی، عشق و دوست، مهر و مادر.

۱۴. ص: دگر این عجب. ۱۵. ص: یار.

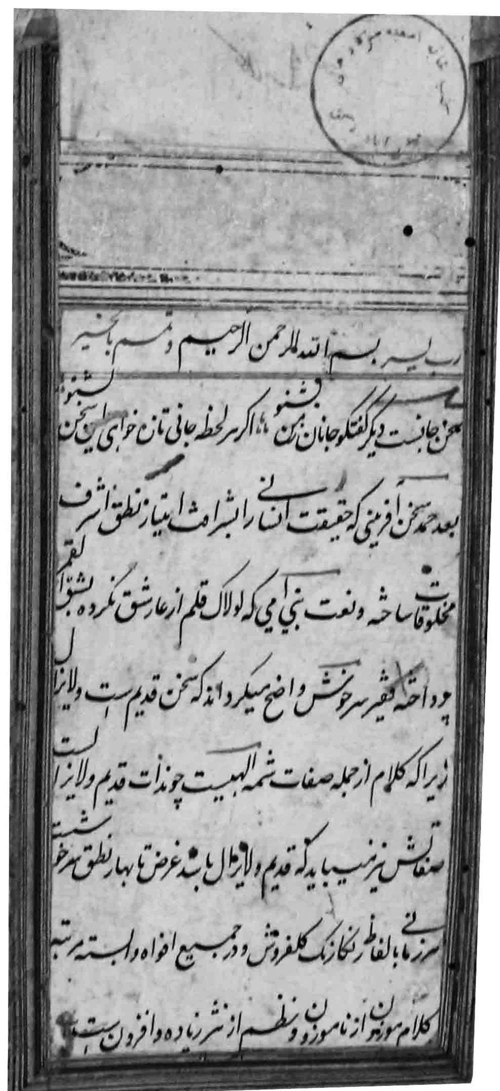
تصاویر نسخه‌های خطّی



آغاز نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ خدابخش (پتنا ـ هند)



پایان نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ خدابخش (پتنا ـ هند)



رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

سخن جانست دیگر گفتگو جانان من بشنو :: اگر هر لحظه جانی تازه خواهی این سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی که حقیقت انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرف

مخلوقات ساخته و نعت نبی امی که لولاک قلم از عار شق نکرده بشوق القلم

پرداخته فقیر سرخوش واضح میگرداند که سخن قدیمست و لایزال

زیرا که کلام از جمله صفات شمه الهیت چون ذات قدیم و لایزال است

صفاتش نیز میباید که قدیم و لایزال باشد غرض بهار نطق سرخوشست

سر زبانها بالفاظ رنگارنگ گلفروش و در جمیع افواه وابسته برتبه

کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیاده و افزون است

آغاز نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ آصفیه (حیدرآباد ـ هند)

هوس [illegible] داشت بشتاب برانی که [illegible] بلند است

بر ذات رسول رهنمای شش ختم زان رو که رسول رهنما بعد [illegible]

[illegible] اسم [illegible] شبهه و شک از تقویت شیر خدای

[illegible] با دل [illegible] آمد بحساب تعداد علی ابن

[illegible] بر حسب مناسبت چو کردیم نظر

آمد بعد زیر موافق تکبیر تلخی و غم و یاس و هوس سهو و حساب

با عشق دو داشت مهر مادر و پدر رباعی سرخوش دگر این عجب که

از روی حساب افتاد که تعداد موافق دریاب شعر و کشمیر

[illegible] عیش گل و می قرب و شب و سبزه و سنبل و راحت و

خواب رباعی سرخوش عجب این که زاتفاق سجده افتاد موافق

بحساب ابجد یار و محبوب و عاشقی و آفت بی عقل و

دارو فتنه و کوته قد

صفحهٔ ماقبلِ برگ پایانی نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ آصفیه (حیدرآباد ـ هند)

پایان نسخهٔ خطّی کتابخانهٔ آصفیه (حیدرآباد ـ هند)

نمایه‌ها

- نامها، القاب، خاندانها و نسبتها
- جایها
- کتابها
- ماده تاریخها
- اصطلاحات نقد ادبی و سبک‌شناسی
- کشف‌الابیات

نامها، القاب، خاندانها و نسبتها

جایها

کتابها

ماده تاریخها

اصطلاحات نقد ادبی و سبک‌شناسی

کشف‌الابیات

دم صبحی به فکر این معمّا / به مژگان، دیده راه فیض می‌رفت ۴۶

کتابنامه

تاریخ تذکره‌های فارسی: احمد گلچین معانی، تهران، سنایی، ۱۳۶۳.

تذکرهٔ نصرآبادی: تصحیح محسن ناجی نصرآبادی، تهران، اساطیر، ۱۳۷۸.

تذکره‌نویسی در هند و پاکستان: سیّد علیرضا نقوی، تهران، علمی، ۱۳۴۳.

دانشنامهٔ ادب فارسی (ادب فارسی در شبه قارّه): به سرپرستی حسن انوشه، تهران، ۱۳۷۵.

دیوان اشعار اشرف مازندرانی: تصحیح دکتر محمدحسن سیدان، تهران، بنیاد موقوفات افشار، ۱۳۷۳.

سفینهٔ خوشگو (دفتر ثالث): بندرا بن‌داس خوشگو، به‌اهتمام محمّد عطاءالرحمن عطاکاکوی، پتنا، ۱۹۵۹.

کلمات‌الشعراء: محمّد افضل سرخوش، تصحیح صادق‌علی دلاوری، لاهور.

کلمات‌الشعراء: محمّدافضل سرخوش، تصحیح محمدحسین محوی، مدراس، دانشگاه مدراس، ۱۹۵۹.

مجمع‌النفایس (ج ۲): سراج‌الدین علیخان آرزو، تصحیح مهرنور محمّدخان و زیب‌النساء علی‌خان، اسلام‌آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۳۸۵.

فهرست آثار منتشرهٔ
کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی
به ترتیب شمارهٔ ردیف انتشار

۲۲۰. *میراث بهارستان (۳)*، (نویسندگان مختلف) مرکز پژوهش کتابخانه، موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی، ۱۳۸۹

۲۲۱. *اسناد فارس در دورهٔ دوم و سوم مجلس شورای ملی*، (اسناد بهارستان ۵)، به کوشش منصور نصیری طیبی، ۱۳۸۹

۲۲۲. *فهرست کتابهای چاپ سنگی کتابخانهٔ میر جلال‌الدین محدّث ارموی*، نگارش حسین متّقی ـ فتح‌الله ذوقی، ۱۳۸۹

۲۲۳. *دیوان آذری اسفراینی*، سرودهٔ نوالدین حمزه‌بن علی ملک طوسی اسفراینی، تحقیق و تصحیح دکتر محسن کیانی و سیّد عباس رستاخیز، ۱۳۸۹

۲۲۴. *گزیدهٔ اسناد نظام آموزش و مجلس شورای ملّی (دورهٔ سوم تا پنجم)*، به کوشش سهیلا ترابی فارسانی، ۱۳۸۹

۲۲۵. *فهرست اسناد عرایض کتابخانهٔ مجلس شورای اسلامی* (مجلّد دوم)، به کوشش: مریم نیل‌قاز، ۱۳۸۹

۲۲۶. *رسائل پیرجمال اردستانی* (دفتر اوّل: کنزالدقائق، تنبیه‌العارفین و محبوب‌الصدیقین)، تحقیق و تصحیح: امید سروری، ۱۳۸۹

۲۲۷. *نقد فلسفة داروِن*، تألیف: أبی المجد الشیخ محمدالرضا النجفی الاصفهانی، تحقیق: الدکتور حامد ناجی اصفهانی، ۱۳۸۹

۲۲۸. *فهرست نسخه‌های خطّی کتابخانهٔ مجلس شورای اسلامی* (جلد ۲۷/۲)، تألیف: محمود نظری، ۱۳۸۹

۲۲۹. *فهرست نسخه‌های خطّی کتابخانه مرکزی و مرکز اسناد دانشگاه تهران* (جلد ۲۰)، تألیف: سیّد محمدحسین حکیم، ۱۳۸۹

۲۳۰. *دستور حکّاکی*، تألیف: مهرداد خلقی، ۱۳۸۹

۲۳۱. *عرفات‌العاشقین*، تألیف تقی‌الدین اوحدی، تصحیح ذبیح‌الله صاحبکاری و آمنه فخراحمد، با همکاری مرکز پژوهشی میراث مکتوب، ۱۳۸۹

۲۳۲. *کتاب الصلوة، کتاب الدعاوی والبینات، کتاب السیر از الإبانه*، تألیف ابوجعفر محمّد بن یعقوب هوسمی، همراه با *زوائد الإبانة* تألیف شمس‌الدین محمّد بن صالح گیلانی با مقدمهٔ محمد عمادی حائری، ۱۳۸۹ (چاپ عکسی)

۲۳۳. *فهرست نسخه‌های خطّی کتابخانه مجلس شورای اسلامی* (جلد ۲٤/۳)، مجموعهٔ اهدایی سیّد محمدصادق طباطبایی، تألیف محمود نظری، ۱۳۸۹

۲۳٤. *فهرست نسخه‌های خطّی کتابخانه مجلس شورای اسلامی* (جلد ٤٤) نسخه‌های ۱۵۷۰۱ تا ۱٦۱۰۰، تألیف ابوالفضل حافظیان بابلی، ۱۳۸۹

۲۳۵. *تاریخ صاحبقرانی*، تألیف محمود میرزا قاجار، تصحیح نادره جلالی، ۱۳۸۹

۲۳٦. *شرفنامه*، روح‌الله شیرازی، متخلّص به فتوحی، تصحیح دکتر محمّدباقر وثوقی، باهمکاری خدیجه عالمی و منوچهر ایزدنیا، ۱۳۸۹

۲۳۷. *فهرست اسناد کتابخانهٔ مجلس شورای اسلامی، مجلد سوم* (اسناد انتخابات مجلس شورای ملّی ادوار دوم تا پنجم)، به کوشش علی ططری و زهرا غلامحسین‌پور، ۱۳۸۹

۲۳۸. ***فهرست توصیفی شبیه‌نامه‌های دورهٔ قاجار***، (شبیه‌نامه‌های گنجینهٔ خطّی کتابخانهٔ مجلس شورای اسلامی)، تألیف رضا کوچک‌زاده، ۱۳۸۹

۲۳۹. ***گنجینهٔ بهارستان*** (علوم قرآنی و روایی ۴ — تجوید و قرائت)، به کوشش سیّد حسین مرعشی، ۱۳۸۹

۲٤۰. ***رسایل پیرجمال اردستانی*** (دفتر دوم)، تصحیح: اُمید سروری، ۱۳۸۹

۲۴۱. ***سفرنامهٔ مازندران*** (گزارش روزانهٔ محمّد جعفرخان در سال ۱۲۸۱ خورشیدی)، به اهتمام محمّد گُلبن و احمد شکیب‌آذر، ۱۳۸۹

۲۴۲. ***مزارات خوی***، تألیف محمّد الوانساز خویی، ۱۳۸۹

۲۴۳. ***خاطرات سیّد محمّد فاطمی قمی*** (۱۲۹٤ق ـ ۱۳۲٤ش) (نویسندهٔ قانون مدنی و مستشار دیوان تمیز)، پژوهش، تصحیح و توضیحات: دکتر حسن زندیه، مقدمهٔ احمدرضا نائینی، ۱۳۸۹

۲۴۴. ***مغولان در هند*** (بررسی کتابشناختی دست‌نویس‌ها)، تألیف: نوسروانجی مارشال، ترجمه: حسین برزگر کشتلی، ویرایش و صفحه‌آرایی: احمدرضا رحیمی ریسه، ۱۳۹۰

۲۴۵. ***آیینهٔ جهان‌نما و طلسم گنج‌گشا***، تألیف ابوسعید بن یحیی یمنی، تصحیح و تحقیق دکتر محمّدرضا موحّدی و الهه ربیعی مزرعه‌شاهی، ۱۳۹۰

۲۴۶. ***مجلس دیروز و امروز*** (مصوّر)، ۱۳۹۰

۲۴۷. ***مونس الاحباب***(مجموعهٔ رباعیات خواجه شهاب‌الدین عبدالله مروارید)، به کوشش: سیّد علی میرافضلی، ۱۳۹۰

۲۴۸. ***کلمات‌الشعراء***، نگاشتهٔ محمّد افضل سرخوش (۱۰۵۰ـ۱۱۲۷ق)، تصحیح: علیرضا قزوه، ۱۳۹۰

مراکز فروش

تهران

خیابان انقلاب، نبش خیابان دانشگاه، انتشارات توس؛ تلفن: ٦٦٤٩٨٧٤٠ ؛ ٦٦٤٦١٠٠٧

خیابان فلسطین، نبش میدان فلسطین، شمارهٔ ۱۳۰، مؤسسهٔ فرهنگی هنری کتاب مرجع؛ تلفن: ۸۸۹٦۳۷٦۸

خیابان انقلاب، روبروی دانشگاه تهران، بین خ ۱۲ فروردین و فخررازی، انتشارات طهوری؛ تلفن: ٦٦٤٠٦٣٣٠

شهرستانها

اصفهان ـ خیابان چهارباغ، دروازه دولت، فرهنگسرای اصفهان؛ تلفن: ۲۲۰٤۰۲۹ـ ۲۲۳۹۰۰۳ـ۰۳۱۱

تبریز ـ خیابان طالقانی، تقاطع خیابان ارگ، انتشارات دهخدا؛ تلفن: ٥٥٦٠٦٠۱ـ۰٤۱۱

شیراز ـ چهارراه مشیر، کتابفروشی هاشمی؛ تلفن: ۲۲۲٥٦٦۹ـ۰۷۱۱

شیراز ـ میدان دانشجو، اول ساحلی غربی، نبش کوچه ۲٦، کتاب اسفند؛ تلفن: ۲۲٥۲۸۷٦ـ۰۷۱۱

قم ـ ابتدای خ صفائیه، جنب دفتر آیت‌ا... سبحانی ـ کلبه شروق؛ تلفن: ۷۷۳٦٤۲٤ـ ۰۲٥۱

قم ـ خیابان چهارمردان، پاساژ صاحب‌الزمان انتشارات بیدار؛ تلفن: ۷۷٤۹٤۲۹ـ۰۲٥۱

قم ـ فروشگاه کتابخانهٔ حضرت آیت ا... مرعشی؛ تلفن: ٥ـ۷۷٤۱۹۷۱ـ۰۲٥۱

کاشان ـ کتابخانهٔ کاشان‌شناسی آیت‌الله غروی ؛ تلفن: ۳٦۱٦۱٦۹ـ ۰۹۱۳

مشهد ـ چهارراه دکترا، انتشارات امام؛ تلفن: ۸٤۳۰۱٤۷ ـ ۰٥۱۱

Kalamāt al-Sho‘arā

By

Mohammad Afzal Sarkhosh

(1050-1127 A.H.)

Edited by

Ali-Reza Ghazveh

Tehran-2011